



السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842

محبت کی زمانت

از ثناء سفیان خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(شروع کرتی ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔)

www.novelsclubb.com

!! پکڑو لڑکی کو بھاگ رہی ہے، پکڑو۔!!

اندھیری رات۔۔ سنسان سڑک، بھاگتے پیرو میں کنکری چبھ گئی لیکن یہاں پرواہ کسے تھی۔۔ بھاگتے پیرو سے وہ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتی اللہ سے دعائیں مانگتے اس کی زبان سوکھ رہی تھی۔۔

یا اللہ تو ہی مالک و خالق ہے۔ یا اللہ تو رب الرحیم ہے۔ اے اللہ تو چاہے جس کو عزت " دے۔ تو چاہے جس کو زلت دے۔۔ یا اللہ تو ہی میری عزت کی حفاظت کرنے والا ہے۔۔!! " وہ درخت کے پیچھے چھپتے ہوئے اپنے رب سے محو گفتگو تھی۔۔

یا اللہ بھیج دے میرے محافظ کو، لگا دے مجھے بچانے کا کوئی ذریعہ۔۔ کیونکہ تو ہر چیز پر "!! قادر ہے۔۔

وہ بنا آواز پیدا کیے صرف لب ہلا رہی تھی، دل خوف سے لرز رہا تھا۔۔

وہ بچہ بھی ہاتھ نہیں آیا اور اب یہ لڑکی بھی۔۔؟ اگر ہم کھالی ہاتھ گئے تو ہمیں اس کے " ہاتھ سے کون بچائے گا۔۔؟ ڈھونڈوں لڑکی کو۔۔!! " اس کے کانوں تک جیسے ہی یہ آواز پہنچی وہ اندر سے کانپ گئی تھی۔۔

اگر وقت پر نہیں آئے آپ تو معاف نہیں کرونگی۔۔؟" وہ دل ہی دل میں کسی اپنے کو " دھمکی دے رہی تھی۔۔

ہلک سوکھ کر کاٹھا ہوئی تھی لیکن عزت جان سے زیادہ پیاری تھی۔۔

اگر ہم اسے لے کر گئے تو ہمیں تو وہ بھی نہیں بچا سکتا ہے جس نے ہمیں یہ سب کرنے کو " کہا ہے۔۔؟" ایک کی ڈری سہمی آواز برآمد ہوئی تھی۔۔

وہ ڈر رہا تھا اور اسے ڈرنا بھی چاہیے کیونکہ وہ انصاف کار کھوالا تھا۔۔ وہ ایک پرندہ کے لئے!! نا انصافی نہیں دیکھ سکتا تھا کجا کہ ایک لڑکی۔۔

انابی۔۔ انابی، کہا ہیں آپ۔۔؟" وہ ماضی کی گلیوں میں گم تھیں۔ ماہم کی آواز پر سکینہ بی " بی کی تکلیف دہ سوچوں میں کمی آگئی۔۔

ہاں بولو، اب کونسی خوشخبری دینے آئی ہو۔؟" وہ اب اپنی لاڈلی کود بکھ رہیں تھیں۔۔"

انابی آپ کو معلوم ہے میرا سفر ہو گیا ہے، مجھے ہمیشہ سے گاؤں اچھا لگتا تھا۔ اور میرا

"!! گاؤں میں سفر ہوا ہے، بڑا مزہ آئے گا۔"

وہ خوش ہو کر چہرے پر اشتیاق لئے انہیں بتا کم، دھماکہ زیادہ کر رہی تھی۔۔

اسے اپنی بات کے اختتام پر انابی کے چہرے پر بے یقینی اور خوف سا واضح دکھائی دیا تھا۔۔

میری دھی تو آپ گاؤں جاؤ گی۔؟ وہاں نوکری کرو گی۔؟ استادوں کی گاؤں میں کمی پڑ

گئی ہے کیا۔۔؟ کوئی ضرورت نہیں ہے جانے کہ یہی کرو جو کرنا ہے، کیونکہ میں ساتھ

نہیں جا رہی اور نہ ہی تمہیں جانے دوں گی۔!!" وہ خفا خفا سی اسے ڈپٹ رہیں تھیں۔۔

انابی ہم گاؤں جا رہے ہیں کوئی گیر کے جنگلات میں نہیں۔۔؟ جو ہمیں ہندوستان کی

"!!! سب سے اعلیٰ نسل کے باگھ ملیں گے جو ہمیں دیکھتے ہی اپنا شکار کر لیں گے۔۔

وہ ان کے ڈر پر مشتعل ہوتی انہیں سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

آپ اتنا ڈر کیوں رہی ہیں۔۔؟ اور آپ پریشان کیوں ہیں۔۔؟ میں کون سا ان لوگوں

کے پاس جا رہی ہوں۔۔ اور اگر خدا نخواستہ اسی گاؤں میں چلی جاؤں گی تو کون سا ان کو پتالگ

جانا ہے کہ میں ماہم سکندر ہوں۔۔ اور وہی ماہم سکندر ہوں۔۔ ایک نام تو ہزاروں ہوتے
"!!! ہیں۔۔"

ماہم لا پرواہی سے مسکرا کر کہتی۔ عقیدت اور محبت سے انکا ہاتھ تھامتے بولی۔۔
ٹھیک ہے بیٹا کب تک نکلنا ہے۔۔؟ "وہ اپنے دل پر پتھر رکھ کر جانے کو تیار ہو گئیں"
تھیں۔۔

"!!! کل تک وہاں جوائن کرنا ہے۔۔"
وہ روم کی طرف روانہ ہوتے انہیں بتا رہی تھی۔۔
وہ دونوں وہاں سے شام کو گاؤ کی طرف روانہ ہو گئیں تھیں۔۔

چار گھنٹے کا سفر طے کر کے جب وہ گاؤں کی سرحد پر پہنچیں تو آنکھیں کچھ پل کے لئے
ساکت رہ گئیں اتنا خوبصورت گاؤں دیکھ کر۔۔

ہر طرف ہرے بھرے کھیت اور باغات، بیچ سے چوڑی پکی سڑک، جسے دیکھ کر شہر کی
سڑک کا گمان ہو رہا تھا۔۔

مین سڑک سے گاؤں تین کلو میٹر اندر تھا۔ وہ لوگ رکشے میں بیٹھ کر گاؤں تک گئیں
تھیں۔۔

انابی یہ گاؤں تو کافی خوبصورت ہے، لوگ جیسا گاؤں کا نقشہ کھینچتے ہیں یہ اس سے کافی " مختلف ہے۔ یہاں ہر سہولت موجود ہے۔۔ پکی سڑک، اسکول، اسپتال، اور اب اسکول "!!" کے سامنے گرلز ڈگری کالج بن رہا ہے۔۔

ماہم کافی جوش و خروش کے ساتھ انابی کو بتا رہی تھی۔۔ وہ گاؤں کبھی نہیں آئی تھی اس لئے اسے یہ سب نیا نیا اور الگ سا لگ رہا تھا۔۔

انہیں گاؤں میں ایک چھوٹا سا گھر ملا تھا رہنے کے لئے، یہ فیسلٹی شہر سے آئے ہر ٹیچر کو مہیا کی جاتی تھی۔۔

اگلے دن وہ کالج جانے کے لئے تیار تھی۔۔

انابی میں جا رہی ہوں، دس منٹ کے مسافت پر ہے کالج۔۔ میں پیدل ہی جاؤنگی اور بس "!!! جو ائنگ لیٹر دے کر آ جاؤں گی۔۔"

ماہم اپنا حجاب سہی کرتی نکل گئی تھی۔۔

وہ چاروں طرف اشتیاق سے دیکھتے ہوئے انٹر کالج تک پہنچ گئی تھی۔۔

کالج کی پرنسپل کو جو ائنگ لیٹر دینے کے بعد وہاں کے فیمیل ٹیچر اسٹاف سے ملنے کے بعد وہ باہر نکل رہی تھیں۔۔ ساتھ میں وہاں کی مقامی ٹیچر حنا بھی تھیں جن سے اس کی ہیلو، ہائے اچھی خاصی ہو گئی تھی۔۔

آپ کا گاؤ کافی خوبصورت ہے۔۔!!" ماہم نے حنا سے اس کے گاؤ کی تعریف کی تھی۔۔"

اس کی بات پر حنا مسکرا کر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے آگے بڑھنے لگیں۔۔

وہ دونوں جیسے ہی آگے بڑھیں ویسے ہی سڑک سے آٹھ بلیک کلر کی بی ایم ڈبلیو ایک ہی لائن سے گذرتے ہوئے ان کے ارد گرد مٹی کا طوفان برپا کر گئی تھی۔۔

"یہ کون پاگل انسان تھا۔۔؟ جسے جیتے جاگتے انسان دکھائی ہی نہیں دے رہے۔۔؟"

ماہم اپنے حجاب سے مٹی کا گرد جھاڑتی ہوئی چیختی تھی۔۔ چہرہ غصے سے لال سرخ ہوا تھا۔۔

سردار عون عباس جعفری۔۔! یہ سارا علاقہ ان کا ہے۔ ہمارے گاؤں ہی نہیں بلکہ "

"!! پچیس گاؤں کی آن بان اور شان ہیں ہمارے سردار سائیں۔۔

حناء عقیدت سے ان گاڑیوں کو دیکھتے ہوئے ماہم کو بتا رہی تھی۔۔

اس نام پر ایک پل کے لئے ماہم کے قدم تھمے پھر چلنے لگے۔۔ دھڑکن چندیل شور مچا کر معمول پر آگئی تھی۔۔

ضروری تو نہیں ہے کہ جیسا میں سوچ رہی ہوں وہی ہو۔۔؟ "وہ خود کو ڈپٹ کر لاپرواہ" بنی تھی۔۔

دشمنوں کے لئے دشمن اور دوستوں کے لئے دوست ہیں ہمارے سردار سائیں۔۔ گاؤں کے بچے۔ بچے کی زبان پر انکا نام رہتا ہے۔۔ ہمارے گاؤں کو ہر سہولت مہیا کرانا، ہر گھر کو "!!! دیکھنا وہ اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں۔۔

حنان اپنے سردار سائیں کے خلاف "پاگل" لفظ سن کر صفائی پیش کرنے کے ساتھ تعریفوں کے پل باندھ رہی تھی کیونکہ اسے یہ لفظ اپنے سردار سائیں کے لئے بالکل پسند نہیں آیا تھا۔

کیا کسی نے دیکھا ہے ایسے سردار سائیں جو اپنے گاؤں کے ہر فرد کے لئے محبت سموئے ہیں۔!! "حنان کے لہجے میں عقیدت اور محبت بول رہی تھی۔

ماہم بے سارے لفظ منہ بگاڑ کر سنتی اپنے گھر کی طرف مڑ گئی تھی۔

اماں اگر میرے حق میں فیصلہ نہیں آیا تو میں خود سردار سائیں سے بات کرونگی لیکن خود "پر ظلم نہیں ہونے دوں گی۔!!" وہ روندھی ہوئی آواز میں اپنی اماں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر رہی تھی۔

دھی تو ہم پر بوجھ نہیں ہے لیکن یہ دنیا تجھے جینے نہیں دیگی۔!! "وہ چھوٹے سے مٹی" کے سخن میں بیٹھ کر اپنے شوہر کا انتظار کر رہیں تھیں جو آج پنچایت میں گیا ہوا تھا۔

اماں ہم کام کرنے والے حق حلال کا کمانے والے سفید پوش لوگ ہیں، ہمیں بھی "عزت پانے کا پورا حق ہے۔۔ ہمارے سردار سائیں تو عورتوں کی اتنی عزت کرتے ہیں اس لئے ہمارے علاقے کے سارے مرد ہی اپنی عورتوں کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن وہ۔۔ وہ تو مجھے اپنی جوتی کی نوک پر رکھتا ہے، مجھے مارتا پیٹتا ہے۔۔ اماں اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔!!" وہ بے تہاشارو نے لگی تھی کیونکہ اپنے والدین کو اپنے زخم دیکھنا کسی بھی لڑکی کے لئے سب سے زیادہ مشکل ہوتا ہے لیکن غریب طبقے کے لوگوں کے لئے مشکل ترین ہوتا ہے۔۔

دھی صبر کر صبر کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔!! "وہ صبر کا سبق سکھا" رہیں تھیں کیونکہ ان کے بس میں کچھ بھی نہیں تھا۔۔

اماں ظلم پر کیسے صبر کر لوں۔۔؟ ظلم کرنے والے سے برا تو ظلم سہنے والا ہے ایسا وہ استانی " جی کہتی ہیں جن کے یہاں میں اس ہفتے سے کام کرتی ہوں۔۔!! " وہ اپنے گرتے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔۔

میں پڑھ نہیں سکی لیکن مجھے اتنا معلوم ہے کہ ظلم سہ سہ کر ظالم کو سر نہیں چڑھاتے " ہیں۔۔!! " وہ اپنے آنسوؤں کو بہاتے ہوئے پنجابی زبان میں اپنی اماں کو بتا رہی تھی۔۔

ماہم سکندر۔۔! عام سے نین نقش، سانولا ہلکا گلابی چہرہ، لیکن سب سے خاص گالوں میں پڑتا ننھا گڑھا اور گلابی شنگرفی کٹیلے ہونٹ، خوبصورت آنکھیں لیکن ان میں چھپا درد جو دیکھنے والے کو مبہوت کر دے، سر پر اسکارف لگائے، نقاب سے چہرہ ڈھکے وہ کانج گیٹ میں داخل ہوتے ہی حنا سے دعا سلام ہوئی پھر دونوں اسٹاف روم کی طرف باتیں کرتی روانہ ہو گئیں تھیں۔۔

وہ پہلی بیل پر چھٹی کلاس میں داخل ہوئی تھی۔

کالج پرنسپل نے ماہم سکندر کے ڈاکو منٹس دیکھنے کے بعد چھٹی کلاس سے بارہویں تک ایک ایک بیل دے دی تھی۔

ماہم نے کلاس میں پڑھاتے وقت غور کیا کہ ایک تیرہ سالہ بچا سارے بچوں کو پریشان کر رہا ہے۔

بیٹا آپ کھڑے ہو جاؤ۔؟" ماہم نے تھمیل سے کہا۔"

وہ ایسے اپنی گردن اکڑا کر کھڑا ہوا جیسے گردن میں کلف لگا ہو۔

مس آپ مجھے جانتیں نہیں ہیں کہ میں کون ہوں۔؟ ورنہ آپ مجھے کھڑے ہونے کو" نہیں بولتیرہ سالہ گولو گپلو سا بچا مغرور لبو لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔

بیٹا آپ جو کوئی بھی ہیں اس سے فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہاں سارے بچے برابر"

ہیں۔!!! "وہ پیار سا بچہ اسے اچھا لگا تھا لیکن اس کے لہجے کی مغروریت اسے پسند نہیں آئی تھی۔

برابر نہیں ہیں۔۔؟ اور کبھی برابر ہو بھی نہیں سکتے۔۔ کیونکہ میں سب سے الگ " ہوں۔۔!!" ماہم نے اب غور کیا تھا کہ اس کا لہجہ مغرور ضرور تھا لیکن اس کی آنکھوں کی محرومی۔۔ ہاں وہ محرومی ہی تھی جو اس بچے کی آنکھوں میں صاف جھلک رہی تھی۔۔ ماہم کو معلوم نہیں کیوں وہ بچہ اپنے آپ جیسا لگا تھا۔۔

وہ کچھ کہتی کہ تبھی بیل لگ گئی اور ماہم روم سے باہر چلی گئی۔۔ وہ ابھی راہداری میں تھی جب اسے حنا ملی۔۔

ماہم نے اس سے اس بچے کے بارے میں پوچھا تو حنا نے خوف سے بڑی۔ بڑی آنکھیں پھیلا کر جو اس کے گوش گزار کیا وہ اسے آنکھیں وا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

وہ بچہ سردار عون عباس جعفری کا بھائی حمزہ عباس جعفری ہے۔۔! بے حد مغرور اور " بگڑا ہوا ہے۔۔ استاد کو نکلوانا اسکے دانے ہاتھ کا کھیل ہے۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے پیچھے پڑ جائے اور تم کو یہاں سے نکلوا دیں۔۔؟

حننا فکر مندی سے اسے دیکھتے ہوئے جلدی سے سمجھانے لگی تھی کیونکہ اس ایک ہفتے میں ہی وہ اس کے کافی قریب ہو گئی تھی۔۔

آج ایک بہت بڑی پنچایت تھی آس پاس کے تقریباً پچیس علاقوں سے لوگ اکٹھے ہوئے تھے آج انصاف پر مبنی فیصلہ ہونے والا تھا اور یہ فیصلہ کرنے والا تھا سردار عمون عباس جعفری۔۔

سردار عمون عباس جعفری۔۔! کھڑی مغرور ناک، کشادہ پیشانی، بھوری آنکھیں، عنابی لب، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، بے حد سرخ گوری رنگت۔۔ لیکن چہرے پر چھائی سنجیدگی اسے متاثر کن بناتی تھی۔۔

چھبیس سالہ سردار عمون عباس جعفری سفید کرتا شلوار پہنے، میروں چادر کندھوں پر ڈالے اپنی گاڑی سے نکل کر پنچایت تک پہنچا تھا۔۔

سلام سردار سائیں۔۔!! "وہاں سبھی لوگ عقیدت سے کھڑے ہو کر اسے سلامتی" پیش کر رہے تھے۔۔

وہ سب کو جواب دیتا ہوا خود کے لئے رکھی کر سی پر بیٹھنے کے بجائے چار پائی پر بیٹھ گیا تھا۔۔ یہی سادگی اور محبت تو گاؤں والوں کو اپنے سردار سائیں کی سب سے زیادہ پسند تھی۔۔

آس پاس کے علاقوں کے کئی سرداران آئے ہوئے تھے۔ جن میں شاہ پور سے عبدل خالق بھی آیا ہوا تھا جو سردار عون عباس جعفری کو سرداری سے ہٹانے کے لئے اپنی ایرٹی چوٹی کا زور لگا رہا تھا لیکن کامیابی اسے ابھی تک نہیں نصیب ہوئی تھی۔

عبدل خالق کو اپنے سامنے دیکھ کر ایک پل کے لئے سردار عون عباس جعفری کے چہرے پر غصہ نمودار ہوا لیکن پھر وہ پرسکون ہو گیا۔ وہ اپنے احساسات اور جذبات چھپانے میں ماہر تھا۔

پنچایت شروع ہو چکی تھی۔

ہماری پنچایتوں میں بیٹیوں کو سرے آم لا کر نہیں کھڑا کیا جاتا ہے اس لیے نرگو اپنی بیٹی کا " فیصلہ پنچایت کے سامنے خود پیش کریگا، جس سے ہمیں فیصلہ لینے میں دشواری پیش نہ آئے۔!!!" بیٹی کے باپ کو پہلا حق دلانے والا تھا سردار عون عباس جعفری۔

اس کے اشاروں پر نرگو ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا۔

بولو نرگو، بنا خوف کے بولو، تمہاری بیٹی نے کیا فیصلہ لیا ہے۔؟ "اس نے اپنی مخصوص گمبھیر آواز میں اپنے سامنے کھڑے نرگو کو حوصلہ دیا تھا پوری پنچایت کے سامنے۔

سردار سائیں ہماری دھی وہاں جانے سے اچھا موت کو گلے لگانا پسند کریگی، کیونکہ اسے " اشرف تو اشرف اس کی ماں بھی مارتی پیٹتی ہے۔۔۔!! " وہ اپنے مٹی لگے لاچا سے اپنے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے بھرے مجمع کو ساکت کر گیا تھا۔۔

ایک باپ اپنی بیٹی کو اس لئے تو نہیں پالتا پوستا ہے کہ وہ بیاہ کر جانے کے بعد کسی کے پیروں تلے روندی جائیگی۔۔

اشرف تم کیا کہتے ہو۔۔؟ "عبدال خالق اپنے گاؤں کے اشرف کو کھڑا کیا تھا جو نر گوکا" داماد تھا۔۔

سرتیج سائیں یہ سب جھوٹ ہے، میں اپنی گھر والی کے ساتھ ایسا کیوں کرونگا۔۔ وہ " ہمارے ساتھ رہنا نہیں چاہتی اس لئے یہ سب الزام لگا رہی ہے۔۔!!!" وہ پنچایت کے سامنے صاف مکر گیا تھا۔۔

سردار عون عباس جعفری نے اس کی جھوٹی بات سن کر اپنے اشتعال کو دبا رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ دو گاؤں کا فیصلہ ہے، جسے بڑی باریک بینی سے کرنا ہوگا۔۔

سبھی سرتیج کے مشترکہ رائے سے فیصلہ لیا گیا تھا کہ اشرف کو ایک موقع دیا جائے۔۔

زرگو تمہاری بیٹی ہماری بیٹی، ہمارے علاقے کی ساری سیٹیاں ہماری بیٹی ہیں۔۔ پنچایت " نے یہ فیصلہ لیا ہے کہ اشرف کو ایک موقع دیا جائے۔۔ زرگو تم اپنی بیٹی کو کل شام چار بجے رخصت کرو گے، اگر پھر تمہاری بیٹی کے ساتھ نا انصافی ہوئی تو سزا کا حقدار اشرف ہوگا۔!!" وہ چہرے پر رعب طاری کیے بھرے مجمع کو خاموش کر گیا تھا۔۔

آج پہلی بار سب حیران تھے اپنے سردار سائیں کے کسی کو موقع دینے پر، کیونکہ سردار عون عباس جعفری ایک غلطی کے بعد موقع دینے کا روادار نہیں تھا۔۔ لیکن سردار سائیں کے فیصلے کے خلاف کھڑا ہونا تو انہوں نے کبھی چاہا ہی نہیں تھا۔۔ اس کی آواز ایک بار پھر گونجتی سب کو خاموش کر واگئی تھی۔۔

جسے بہو اور بیوی کے روپ میں باندی چاہیے وہ بیاہ نہیں کرے بلکہ اپنے لئے ایک باندی " رکھ لے جو گھر کے سارے کام کرے۔۔ سن لو سبھی لوگ سردار عون عباس جعفری کے گاؤں ہی نہیں اس کے علاقے کی عورتیں کسی کی نوکرانی یا زر خرید غلام نہیں ہیں جن کے ساتھ ناروا سلوک کیا جائے۔۔ وہ مردوں کی شان بان آور آن ہوتی ہیں، سردار عون عباس جعفری کے علاقے کے سیٹیاں ظلم پر خاموشی کی چادر اوڑھنا نہیں جانتی بلکہ اس ظلم

کے خلاف لڑنا جانتی ہیں۔۔ نرگو کہنا اپنی بیٹی سے کہ اس کے ساتھ عون عباس جعفری کھڑا ہے۔۔!!! جس شان سے وہ نرگو کے ساتھ کھڑے رہنے کا کہہ رہا تھا اس سے اس کی شخصیت کا رعب و دبدبہ دیکھنے والے کو اپنے جانب کھینچ رہا تھا۔۔

نرگو نے اپنے سردار سائیں کو عقیدت اور محبت سے دیکھ کر دل میں ان کے لئے دعائیں مانگنے لگا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب اس کی بیٹی کے ساتھ نا انصافی نہیں ہو سکتی ہے۔۔ اس کے ساتھ ہی پنچایت کے برخاست ہونے کا اعلان ہوا تھا۔۔ سبھی لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے لگے تھے۔۔

وہ بھی اپنے داہنے ہاتھ کہے جانے والے دین محمد کے ساتھ اپنی گاڑی تک پہنچا تھا جب کسی کی زہر میں ڈوبی آواز نے اسے مڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

وہ کالج سے شام میں گھر پہنچی تو دیکھا انابی کچن میں کھڑی ڈنر کی تیاری کر رہی تھیں، اور برتنوں کا انبار سینک میں پڑا تھا۔۔ جسے دیکھ کر ماہم کو غش آرہے تھے۔۔

انابی میں نے حنا سے بات کی ہے کسی لڑکی کے لئے، جو آکر آپ کی مدد کروا دیگی۔۔ وہ " یہی کی مقامی لڑکی ہے، ابھی آتی ہی ہوگی۔۔!! " وہ حنا سے کہہ کر انابی کے خیال سے کام کے لئے لگوار ہی تھی۔۔

دھی اس کی ضرورت تو نہیں ہے، کتنے کام ہوتے ہیں ہم دو لوگوں کے۔۔؟ جو ہمیں " کسی کو رکھنا پڑے۔۔!! " وہ کسی اور کو اپنے گھر آنے کا سن کر پریشان ہوئیں تھیں۔۔ ضرورت کیوں نہیں ہے انابی، پہلی بات اس سے ہماری بھی مشکل آسان ہو جائے گی " اور اس لڑکی کو پیسے ملینگے تو اس کی بھی مشکل آسان ہو جائے گی۔۔!! " وہ انہیں دلیلیں دے کر قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ اس کی بات سن کر وہ مسکرا پڑی تھیں کیونکہ وہ جانتیں تھیں کہ وہ دل کی بہت نرم ہے۔۔

دروازہ پر کھٹکا ہوا تھا جب ماہم نے جا کر دروازہ کھولا تھا۔۔ وہاں پر اناسا پنجابی سوٹ پہنے اس کے ہم عمر لڑکی کھڑی تھی۔۔

"کیا آپ کو حنا نے بھیجا ہے۔۔؟"

ماہم اسے اندر آنے کا راستہ دیتے ہوئے سوال کر رہی تھی۔۔

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنا تعارف دے کر کام کرنے لگی تھی۔۔ وہ بہت محنتی تھی، دو دن میں ہی اس نے ماہم اور انابی کا دل جیت لیا تھا۔۔

ماہم کو اس کے چہرے کی ادا سی کھٹک رہی تھی لیکن وہ اسے کریدنا نہیں چاہتی تھی۔۔
"!! استانی سائیں کل صبح میں آ نہیں سکوں گی۔۔"

وہ ادا اس لبوں لہجے میں فرش پر بیٹھ کر اس سے کل نہ آنے کی معذرت کر رہی تھی۔۔

سب ٹھیک تو ہے ناں نوری۔۔؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم بہت پریشان ہو۔۔؟ "وہ بہت"
نرم دل تھی اس سے کسی کی پریشانی دیکھی نہیں جا رہی تھی اس لیے اس نے آج پوچھنا بہتر
www.novelsclubb.com
سمجھ رہی تھی۔۔

استانی سائیں کل ہمارے واسطے پنچایت ہے، جس میں ہماری زندگی کا فیصلہ لیا جائے"
گا۔۔!! "وہ آنکھوں میں آنسو لیے سر کو جھکا گئی تھی۔۔"

پہلے تو تم فرش سے اٹھو اور یہاں بیٹھو، دوسری بات تمہارے واسطے پنچایت "

کیوں۔۔؟" وہ حیران ہوئی تھی اس کی باتوں سے۔۔

استانی سائیں ایک سال پہلے ہماری بیاہ شاہ پور میں ہوا تھا، جب سے ہم بیاہ کر گئے تھے "

تب سے ہماری زندگی اجیرن کر دی تھی ان لوگوں نے، لیکن یہ بات ہم کبھی اپنے گھر

نہیں کہے۔۔ ہم سے کام تو پورا لیا جاتا تھا لیکن کھانا ہمیں بس ایک وقت کا ملتا تھا وہ بھی پورا

نہیں۔۔!!! "وہ خود پر بیتی داستان ایسے بتا رہی تھی جیسے کسی اور کی داستان سنار ہی ہو۔۔

یا اللہ اتنا ظلم۔۔ ویسے تمہارا شوہر کچھ نہیں کہتا تھا۔۔؟" ماہم نے اس لڑکی کو دیکھا تھا جو "

اتنی کم عمری میں اتنا کچھ سہا تھا۔۔

شوہر۔۔ ہا ہا ہا۔۔! استانی سائیں ہمارا مرد تو ہمیں روز آ نہ مارتا بیٹتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم کسی "

اور کو۔۔!!! "وہ شوہر کے نام پر کھوکھلی ہنسی ہنستی اسے ساکت کر گئی تھی۔۔

کیا کسی اور کو۔۔؟" وہ اسے چپ دیکھ کر پوچھ بیٹھی تھی۔۔"

ہم کسی اور کو اپنے دل میں بسائے بیٹھے ہیں۔۔ وہ عبدل خالق کے لئے کام کرتا ہے، اور " ہم سے نفرت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے سردار سائیں کے خلاف ایک بھی بات برداشت نہیں کر سکتے۔۔!!!" وہ ایک بار پھر شروع ہوئی تھی۔۔

تم جانتی ہو نوری ظلم کرنے والے سے برا ظلم سہنے والا ہے۔۔ تم جب اپنوں کے بیچ " واپس آچکی ہو تو اب تم خود فیصلہ لو کہ تم کیا چاہتی ہو۔۔؟؟" وہ اس کا اداس چہرہ دیکھ کر ملال کر رہی تھی۔۔

ہمارے یہاں خود فیصلہ نہیں لیا جاتا بلکہ جو پنچایت فیصلہ کرتی ہے ہم اسی کو مانتے " ہیں۔۔ ہم ایک رات وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے استانی سائیں اور جب ہم یہاں پہنچے تو وہ پنچایت بیٹھانے لگا۔۔ کل پنچایت ہے استانی سائیں، کل ہماری زندگی کا فیصلہ لیا جائے گا۔۔!!!" وہ گھر جانے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔

اگر تمہارے حق میں فیصلہ نہیں ہوا تو تم اپنے حق کے لئے آواز اٹھاؤ گی، تم ایسے ہی نہیں " جاؤں گی۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔!!" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھے تسلی دے رہی تھی۔۔

اس کے جانے کے بعد ماہم کتنی دیر تک سوچوں میں گم رہی تھی۔۔

اگلے دن کالج کے راستے پر گامزن تھی جب حنا مل گئی تھی۔۔ ماہم نے اس سے نوری کی

بات شروع کی تھی جسے سن کر حنا نے بتایا کہ آج پنچایت تھی اور فیصلہ ہو چکا ہے۔۔

کیا فیصلہ لیا تمہارے سو کالڈ سردار سائیں نے۔۔؟ "وہ غصے سے مٹھیوں کو بھینچتے"

پھنکاری تھی۔۔

یہ صرف سردار سائیں کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ پچیس سر پنچوں کا مشترکہ فیصلہ ہے کہ "

اشرف کو ایک موقع دیا جائے۔۔!!" حنا اس کے غصے کو دیکھ کر پریشان ہوئی تھی۔۔

یہ انصاف تو نہیں ہے یہ تو سراسر ظلم ہے۔۔ ویسے یہ پنچایت ہو کہا رہی ہے۔۔؟ "وہ"

راستے پر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

ماہم ہمارے یہاں سیٹیاں پنچایتوں میں نہیں جاتی ہیں۔۔!! "وہ اس کے ارادے کو سمجھ"

کر اس کو ٹھنڈا کر رہی تھی۔۔

اچھا۔۔! بیٹیوں کا فیصلہ ہوتب ٹھیک ہے، لیکن سیٹیاں پنچایتوں میں نہیں جاسکتی واہ۔۔" آفرین ہے بھی۔۔!!" وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچے اپنے اشتعال کو کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

پنچایت وہاں ہو رہی ہے۔۔!" حنا اس کا غصہ سے خطرناک حد تک لال ہوتا چہرہ دیکھ کر" پنچایت والی جگہ بتا کر کالج کے راستے پر مڑ گئی تھی۔۔

ان ایک ہفتے میں ہی حنا جان چکی تھی کہ ماہم سکندر اپنے ارادوں کی بڑی پکی ہے۔۔

گاؤں کے سو کالڈ سردار صاحب۔۔ جو اپنے علاقے کی ہر بیٹی کو اپنی بیٹی کہتے ہیں وہ آج" اپنی ہی منہ بولی بیٹی کا درد نہ سمجھتے ہوئے اسے رسوائی اور ظلم کی طرف دھکیل رہے ہیں، واہ آفرین ہے آپ پر سردار۔۔!!" اپنے پیچھے نسوانی زہر میں ڈوبی آواز سن کر سردار عون عباس جعفری کے قدم تھم گئے تھے۔۔

وہ پیچھے مڑتے ایک نظر اسے دیکھ کر اپنی نظریں جھکائے کھڑا ہوا تھا۔

وہ عبایا پہنے ہوئے لڑکی اپنے جاہ و جلال کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی تھی۔۔ غصہ کی شدت سے اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، سردار عون عباس جعفری کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کسی غیر محرم لڑکی کو اس طرح دیکھنا، یہ چندیل کا کھیل تھا جب اسے احساس ہوا فوراً اس نے اپنی نظریں جھکائیں تھیں۔۔

میں نہیں مانتی آپ کو سردار۔۔ جو اپنی بیٹیوں کے حق میں اچھا فیصلہ نہ لے سکے وہ کیسا " اور کہاں کا سردار۔۔؟ " اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس سردار کا گلابا دیتی یا منہ ہی نوچ لیتی۔۔

ابھی تک ماہم اپنی نظریں اس کے گھڑی پہنے خوبصورت ہاتھوں پر ٹکا کر اس سے دودو ہاتھ کر رہی تھی لیکن ایک پل کے لئے اس کی نظروں نے بے اختیار اس خوب روچہرے کا طواف کیا تھا۔۔

بے حد خوب رو شخص، کھڑی مغرور ناک، کشادہ پیشانی، بھوری آنکھیں، عنابی لب، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، بے حد سرخ گوری رنگت۔۔ لیکن چہرے پر چھائی سنجیدگی اسے متاثر کن بناتی تھی۔۔

چھبیس سالہ سردار عون عباس جعفری سفید کرتا شلوار پہنے، میرون چادر کندھوں پر ڈالے اپنی نظریں جھکائے ہوئے اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔ مقابل کی سحر انگیز شخصیت نے اس پر کچھ پل کے لئے سحر طاری کیا تھا۔۔

وہ اپنی نظریں ہٹا گئی تھی۔۔ کیا انداز تھا اس سردار کا جو اپنی نظریں جھکائے اپنے لبوں کو آپس میں پیوست کئے سکون سے کھڑا تھا۔۔

سردار سائیں یہ ہمارے انٹر کالج کی استانی سائیں ہیں جو شہر سے آئیں ہیں۔۔!! "یہ دین" محمد تھا جو اپنی نظریں اپنے سردار کی طرح جھکائے اسے شر گوشیانہ لہجے میں سامنے والی کا انٹرو بتا رہا تھا۔۔

استانی سائیں میں آپ پر یا کسی پر بھی دباؤ نہیں ڈالتا کہ وہ مجھے اپنا سردار سائیں سمجھے۔۔ " لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کو یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔۔!! " سردار عون عباس

جعفری کے منہ سے گمبھیر لبو لہجے میں ادا ہوئے یہ لفظ ماہم سکندر کی دنیا کو تہہ و بالا کر گئے تھے۔۔

یہ استانی سائیں کیا ہوتا ہے۔۔؟ مجھے نہیں پسند یہ سوکا لڈ سائیں۔۔!! "وہ اس کے طرزِ" مخاطب پر آگ بگولہ ہو گئی تھی۔۔ وہ ابھی کچھ اور رکھ کر اسے سناتی کہ اپنی پیچھے کسی مردانہ ہنسی کی آواز نے دم بخود کیا تھا۔۔

واہ سردار سائیں واہ۔۔! کیا کہنے، جب تمہارے اپنے ہی تمہارے فیصلے کے خلاف " کھڑے ہوں تو تمہارا فیصلہ کوئی معنی ہی نہیں رکھتا ہے۔۔!! "زہر میں ڈوبی طنز یہ ہنسی سن کر ماہم سکندر پلپٹی کہ اس سے بھی تیزی سے سردار عون عباس جعفری اس کے سامنے کھڑے ہو کر اسے نامحسوس انداز میں اپنے وجود کے پیچھے چھپا گیا تھا۔۔

اس کی اس حرکت پر ماہم سکندر ساکت ہوئی تھی یہ کون سا انداز تھا جہاں وہ ایک انجانی لڑکی کو کسی اور کا سامنا نہ ہونے دینے کے خیال سے اس کو چھپائے کھڑا تھا۔۔

ماہم اپنے سامنے کھڑے مقابل کی پشت کو گھورا تھا اور پھر پیچھے مڑی تھی جہاں سات آٹھ آدمی ہاتھوں میں بڑے بڑے اسلحہ سمیت کھڑے تھے۔۔

ماہم نے اتنا زیادہ اسلحہ دیکھ کر خوف سے جھر جھری لی تھی۔۔

یہ بندہ سردار ہے یا ڈاکو۔۔؟" وہ سوچنے پر مجبور ہوئی تھی۔۔"

تم سے کس نے کہا کہ یہ میری اپنی ہیں۔۔؟ جو اپنا ہوتا ہے وہ کبھی بھی خلاف نہیں کھڑا" ہوتا ہے بلکہ ہمیشہ ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔۔ لیکن تم کیا جانو عبدال خالق۔۔!!" سردار عون عباس جعفری کی بظاہر دھیمے مگر سرد آواز اور کٹیلے لہجے وہاں سبھی کو محسوس ہوئے تھے۔۔

تم دشمن کے سامنے ہی تیر برسا رہے ہو وہ بھی اپنے علاقے میں۔۔؟" عبدال خالق کی " بات پر اس کے چہرے پر زہر خند مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔۔

میں نہ خود پیٹھ پیچھے وار کرتا ہوں اور نہ ایسا کرنے والے کو پسند کرتا ہوں، یہ تو پورا علاقہ " جانتا ہے کہ سردار عون عباس جعفری دشمنی بھی ڈنکے کی چوٹ پر نبھانے کا قائل ہے۔۔

پیٹھ پیچھے وار کرنے والے کو دشمن نہیں بزدل سمجھتا ہوں اور جہاں تک رہی علاقے کی بات تو اپنے علاقے میں تو گیدڑ بھی شیر بنتا ہے لیکن وہ شیر نہیں ہوتا، تم میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھ سے اس لہجے میں بات کر کے زندہ سلامت واپس جا رہے ہو، اس لئے کہ

تم عمون عباس جعفری کے علاقے میں ہو، ورنہ میں اپنے سامنے زبان چلانے والے کی
"!!! زبان کاٹنے میں دیر نہیں لگاتا۔"

اس کی بات سے زیادہ اس کی پراسرار سی مسکراہٹ نے عبدل خالق کے دل کو حقیقی
معنوں میں خاک کیا تھا۔

اور اس کی اس بات نے پیچھے کھڑے وجود کو بھی ساکت کیا تھا۔

تمہارا مطلب کیا ہے۔۔؟ "عبدل خالق کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا تھا۔"

جاؤ عبدل خالق اپنے آج کے فیصلے پر جیت کا جشن مناؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ جیت ہار میں
تبدیل ہو جائے۔۔!! "ایک بار پھر عبدل خالق کو اس کی پراسرار مسکراہٹ نے خوفزدہ
ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ وہاں سے پہلی فرصت میں نکلتا چلا گیا تھا۔"

سائیں اس عبد الخالق کے منصوبے پر پانی پھیرنے کا وقت آ گیا ہے۔۔!! "دین محمد،"

عبد الخالق کے جانے کے بعد اسی راستے پر اپنی نظریں مرکوز کیے اپنے سائیں سے مخاطب
تھا۔۔

وہ لوگ آپس میں وہاں کے مقامی لب و لہجے میں بات کرتے ہوئے یہاں تک بھول چکے تھے کہ ان کے پیچھے کوئی وجود بھی کھڑا ہے۔۔

سے یو۔۔! آپس میں پنجابی میں بات کر کے کہیں مجھے گالی تو نہیں دے رہے " ہو۔۔؟ میں بتا دو تم لوگوں کو کہ مجھے بھی بہت ڈھیر ساری گالیاں آتی ہیں۔۔!! " وہ غصے سے دانت کچکچاتے ہوئے ان سب پر ہلکی آواز میں چیخنی تھی۔۔

ہم ہر عورت کی عزت کرنا جانتے ہیں، ہم گالی دینے سے پہلے مرنا پسند کریں " گے۔۔!! " وہ اس کی بات سن کر غصے سے اپنی مٹھیوں کو بھینچے اپنے اشتعال کو دبا رہا تھا۔۔ ہاں بھلے سے گالی مت دو، مر جاؤ۔۔ لیکن سولی پر چڑھا دو، یہ کونسا انصاف ہے۔۔؟ " وہ " اس کی بات پر منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تھی لیکن اس کی آواز اتنی تیز ضرور تھی کہ مقابل کے کانوں تک رسائی حاصل کر سکے۔۔

دین محمد انہیں باحفاظت عزت کے ساتھ ان کے مقام تک چھوڑ کر آؤ۔۔ ہماری وجہ سے " کسی ایک کو بھی خرونج نہیں آنی چاہیے۔۔!! " وہ اب دین محمد سے مخاطب تھا۔۔

سردار سائیں اس وقت استانی سائیں کو یہاں سے بھیجنا خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ " آپ تو جانتے ہی ہیں کہ اگلے روڈ پر کیا ہونے والا ہے۔۔؟ عبدل خالق کو لگتا ہے کہ ہم سب بیوقوف ہیں لیکن وہ ابھی ٹھیک سے ہمیں سمجھ نہیں پایا ہے۔۔!! " وہ پر سوچ انداز میں مخاطب ہوا تھا۔۔

وہ پیور اور دیسی گاؤں کے مخلص لوگ تھے جو اپنے سردار سائیں کے لئے اپنی جان دے بھی سکتے تھے اور اپنے سردار سائیں کے لئے کسی کی جان لے بھی سکتے تھے۔۔ پنچایت گاؤں سے کچھ فاصلے پر رکھی گئی تھی جہاں سے دور روڈ گزرتے تھے ایک گاؤں کے اندر آتا تھا اور ایک گاؤں سے باہر کے راستے پر جاتا تھا۔۔

سردار عون عباس جعفری نے اپنی باڈی گارڈ کی سات گاڑیوں کو گاؤں کے راستے پر بھیجنے کے بعد اپنی خود کی بلیک بی ایم ڈبلیو کو وہی کھڑی کر رکھا تھا۔۔

استانی سائیں آپ کا اس وقت کالج پہنچنا ضروری ہے لیکن آپ جا نہیں سکتی ہیں۔۔ آپ " ہمارے ساتھ چلیں آپ کو باحفاظت پہنچانا ہمارا اولین فرض ہے۔۔!! " وہ چاروں طرف

اپنی نظریں گھما کر گاؤں کی ہریالی کو دیکھ رہی تھی جو سرسبز گھاس کے میدانوں میں پھیلا ہوا تھا، وہ مبہوت ہوئی تھی۔۔ وہ ابھی کھوئی ہی رہتی جیسی وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔

وہ اس کے التجائیہ انداز کو دیکھ کر بنا چوں چرا کرے اس کے ساتھ روانہ ہو گئی تھی۔۔

یہ سڑک سے کچھ فاصلے پر آم کے باغات تھے جس میں وہ تینوں لوگ۔۔ سردار عون

عباس جعفری، ماہم سکندر اور دین محمد اتر کر کھڑے ہوئے تھے۔۔

دین محمد باغ میں داخل ہونے سے پہلے سردار عون عباس جعفری کی گاڑی کو گئیر میں ڈال

کر خود باغ میں داخل ہو گیا تھا۔۔

ماہم سکندر یہ سب چپ چاپ دیکھ رہی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا جب اچانک فضا

گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی تھی۔۔

سردار عون عباس جعفری کی گاڑی پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔۔

یہ دل دہلا دینے والا منظر دیکھ کر ماہم سکندر کے اوسان خطا ہوئے تھے، وہ وہیں کانوں پر

ہاتھ رکھے جھکی تھی۔ خوف سے اس کا دل سو کی اسپید سے دھڑک رہا تھا۔۔

یہ منظر دیکھ کر کچھ پل کے لیے دین محمد کادل بھی ساکن ہوا تھا۔۔

سردار سائیں اگر ہمیں وقت رہتے نہیں معلوم ہوتا تو آج کیا ہوتا۔؟ "ابھی بھی پوری" فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج رہی تھی۔۔

سب ٹھیک ہوتا دین محمد۔۔ جب ہم کسی کا برا نہیں چاہتے تو وہ رب ہمارا برا کیسے ہونے دے سکتا ہے۔۔!! "وہ دین محمد کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے تسلی دے رہا تھا جب انہیں اپنے پیچھے نسوانی چیخ سنائی دی تھی۔۔

دونوں ایک ساتھ مڑے تھے لیکن سردار عمون عباس جعفری اس خوف سے سمٹے وجود کے پاس پہنچ کر اس سے کچھ فاصلے پر زمین پر بیٹھا تھا۔۔

آپ ٹھیک تو ہیں۔۔؟ "وہ اسے اس طرح دیکھ کر پریشان ہوا تھا کیونکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ جس طرح اس پر دھاڑ رہی تھی اسے نہیں لگا تھا کہ وہ اتنی جلدی ڈر جائے گی۔۔

اگر آپ اس وقت گاڑی میں ہوتے تب بھی یہی ہوتا نا۔۔؟ "وہ خوف سے اپنے ماتھے پر آئے پسینہ کو صاف کرتے ہوئے اس سے سوال کر رہی تھی۔۔

دشمن سردار عمون عباس جعفری کی گاڑی پر وار کرنے نہیں آئے تھے اس کے جگر پر وار کرنے آئے تھے۔۔!! "اس کی بات پر پہلی بار سردار عمون عباس جعفری کے چہرے پر

مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی معصومیت کا یہ کون سا انداز تھا۔؟ وہ کچھ پل کے لیے حیران ہوا تھا۔

وہ اس وقت اپنا غصہ اور سب کچھ بھول گئی تھی یاد تھا تو بس اتنا کہ ابھی اس وقت ایک انسان کی جان جانے والی تھی۔

جیسے ہی گولیوں کی بو چھاڑ کم ہوئی تھی دین محمد اسے بحفاظت کالج کے گیٹ تک چھوڑ کر گیا تھا۔

اس کے پیروں میں جیسے جان ہی نہیں تھی، وہ سمجھ ہی نہیں پار ہی تھی کہ کیا دشمنی ایسے بھی نبھائی جاتی ہے۔؟ اس نے آج تک ایسا منظر دیکھا نہیں تھا، ہاں سنتی ضرور آئی تھی اپنی انابی کے منہ سے۔۔ لیکن آج وہ دیکھ چکی تھی۔

آج دونوں پھر ایک ساتھ کالج کے روڈ پر ملیں تھیں۔

حننا۔! نوری دو دن سے نہیں آئی ہے۔۔؟ کیا اس کی رخصتی ہو گئی ہے۔۔؟ میں نے کہا "بھی تھا کہ اپنے حق کے لیے آواز اٹھانا، میں تمہارے ساتھ ہوں چاہے کوئی رہے یا نہ رہے۔۔!!!" وہ آج بہت اداس تھی۔۔

کیا سچ میں آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے۔۔؟ "حننا حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی " کہ آیا سے سچ میں نہیں معلوم ہے۔ جب کہ کل سے پورے گاؤں میں شور سا مچا ہوا تھا۔۔

وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس کے ساتھ پھر چلنا شروع ہو گئی تھی۔۔

اس دن پنچایت کے بعد عبدالخالق کے لوگوں نے ہمارے سردار سائیں پر جان لیوا حملہ " کیا تھا۔ یہ تو بہت اچھا ہوا کہ سردار سائیں کو پہلے سے ہی معلوم ہو گیا تھا، اس وجہ سے بچت تو ہو گئی ورنہ نہ جانے آج کیا ہوتا۔۔!!" اس کی بات پر ماہم کے پیر کچھ پل کے لیے تھمے تھے، وہ یہ نہیں بتا سکی کہ اس حملے کے دوران میں بھی ساتھ تھی۔۔

عبدالخالق کو اسی کے کھیل میں پھنسا دیا انہوں نے۔۔!! "حننا اپنے سردار سائیں کی اس " اد اپردل سے مسکرائی تھی۔۔

مطلب۔۔؟ "ماہم سکندر ٹھٹھک کر رہی تھی۔۔ اس کے چہرے پر تجسس ابھر کر " معدوم ہوا تھا۔۔

مطلب یہ کہ سردار سائیں پر حملہ عبد الخالق کے کہنے پر اشرف نے کیا تھا۔۔ ہمارا علاقہ " بارڈر کے قریب ہے اس لیے یہاں بی ایس سیف کے جوانوں کی ڈیوٹی ہوتی ہے۔۔ اشرف کو اور بھی کئی انلیگل کاموں میں ملوث ہونے کی وجہ سے اور جانلیو حملے کی منصوبہ بندی کے تحت آرمی جیل کی سلاخوں میں بند کیا گیا ہے۔۔ اسی شام میں پھر پنچایت ہوئی جس میں نوری کے حق میں فیصلہ ہوا ہے، اب نوری کو وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جیل جانے سے پہلے سردار سائیں نے پوری پنچایت کے سامنے طلاق نامہ پر سگنیچر کروالیا تھا اس سے۔۔!! "حنا سے تفصیل سے بتاتے ہوئے کالج کے گیٹ میں داخل ہو گئی تھی۔۔

www.novelsclubb.com
ارے آپ رک کیوں گئی۔۔؟ چلیں جلدی۔۔!! "وہ اسے پیچھے ساکت کھڑے دیکھ کر " خود بھی رک گئی تھی۔۔

اگر تمہارے سردار سائیں پر حملہ نہیں ہوتا تو نوری کی رخصتی ہو جاتی۔۔؟ "وہ حنا کے " سامنے ایک اور سوال لئے کھڑی ہوئی تھی۔۔

نہیں بلکل نہیں۔۔! ہمارے سردار سائیں اپنوں کے لئے اپنی جان قربان کر سکتے ہیں " اور جو ہمیں تکلیف دے اس کی جان لے بھی سکتے ہیں۔۔ انہوں نے نرگو چاچا سے پنچایت میں کہا تھا کہ وہ ان کی بیٹی کے ساتھ ہیں۔۔ اور ہمارے سردار سائیں کے ساتھ ہونے کا مطلب ہمارے لئے کیا ہے یہ ہم بیان کرنے سے قاصر ہیں۔۔!! "وہ اس کے سوال پر مسکراہٹ لئے اس کو یقین دلار ہی تھی کہ اس کے سردار سائیں جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔۔ اتنی محبت وہ بھی ایک انسان کو۔۔!! "وہ بڑبڑاتے ہوئے کلاس روم کی طرف روانہ ہو " گئی تھی۔ لیکن اس کی اس بڑبڑاہٹ میں چھپی محرومی کوئی نہیں جانتا تھا۔۔

گاؤں کے ایک کونے پر کھڑی لال سرخ پتھروں سے بنی یہ حویلی پورے شان و شوکت کے ساتھ کھڑی تھی۔ نوکروں کی پوری فوج تھی جو حویلی کے ہر حصے میں اپنے کام کو بخوبی انجام دے رہے تھے۔

اس حویلی میں صرف تین فرد رہتے تھے۔ یہ حویلی نہ جانے کتنے عرصے سے نسوانی وجود سے انجان تھی۔

انیس جعفری جو حویلی ہی نہیں پورے علاقے کے آغا جان تھے۔ اور ان کے دو پوتے سردار عون عباس جعفری، حمزہ عباس جعفری ہی ان کی پوری دنیا تھے۔ وہ صبح آٹھ بجے مردان خانے سے اٹھ کر حویلی کے اندرونی حصے میں داخل ہوا تھا۔ اب وہ مسکراتے ہوئے ایک روم میں داخل ہوا تھا۔

اس روم کا پورا لک ہی کسی شہزادہ کے روم کی طرح سجا ہوا تھا۔ بہت کشادہ اور خوبصورت روم تھا، بیچوں بیچ ایک بیڈ پڑا ہوا تھا جس پر ایک چھوٹا سا وجود کمبل اوڑھے سویا پڑا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے اس کے قریب پہنچ کر بیڈ پر ہیں ایک طرف بیٹھا تھا اور مسکراتے ہوئے اس وجود کے چہرے سے کمفرٹ کو ہٹا رہا تھا۔

گڈو۔ گڈو۔! اٹھو یار صبح ہو گئی ہے۔۔؟" وہ اس کے پھولے پھولے نزم گالوں کو "تھپتھپاتے ہوئے اسے محبت سے چور لہجے میں اٹھا رہا تھا۔ وہ پھولے پھولے گالوں والا بے حد خوبصورت سا بچہ حمزہ عباس جعفری تھا۔۔

حمزہ بڑی شان سے اسی طرح سویا پڑا تھا اس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی تھی۔۔

بیٹا اٹھ جائیں اسکول جانا ہے نا۔۔؟ اور لالہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گڈو کے لئے ناشتا "بنانے کو ریڈی ہیں۔۔!!" وہ جانتا تھا کہ حمزہ جاگ رہا ہے اور جان کر پریشان کر رہا ہے۔۔ وہ اس کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر انہیں بکھیر دیا تھا۔۔

کیا ہے لالہ۔۔؟ آپ بالوں کو بگاڑ کر مجھے گندا بچہ بنا رہے ہیں، آپ کو معلوم ہے میں "اچھے اسٹائل میں کتنا ہینڈ سم لگتا ہوں۔۔؟" وہ اس کے بال بگاڑنے پر آنکھیں کھول کر لیٹے

لیٹے ہی شروع ہو گیا تھا۔۔ www.novelsclubb.com

میرے چھوٹے سے پاپڑے کے ٹکڑے۔۔! آپ ہینڈ سم نہیں کیوٹ لگتے ہیں۔۔"

ہا ہا ہا۔۔!!" وہ بے اختیار قہقہہ لگا گیا تھا۔۔

وہ صرف اپنے پاؤں کے ٹکڑے کے ساتھ ہی اس طرح ہنستا تھا ورنہ دنیا کے سامنے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے ہی رکھتا تھا۔

وہ اپنے درد کو چھپانے میں ماہر تھا کیونکہ وہ سردار عون عباس جعفری تھا۔

اسے اس طرح کھل کر ہنستے ہوئے دیکھ کر حمزہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

لالہ آپ ہنستے ہوئے بہت پیارے لگتے ہیں۔!!" وہ محبت پاش نظروں سے اپنے بھائی " کو دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے گالوں کو چٹا چٹ چوم لیا تھا۔

وہ اس کی اس ادا پر بے اختیار مسکرایا تھا اور پھر اس کی پیشانی کو چوم کر اسے زور سے خود میں بھینچ گیا تھا۔

دو تین دن کلاس روم میں ماہم سکندر کو حمزہ عباس جعفری کی بد تمیزی دیکھتے گزر گیا، اگلے دن حمزہ کو ماہم نے کلاس روم کے باہر نکال دیا تھا۔

حمزہ آپ باہر تشریف لے جائیں اور جب تک آپ کا دماغ درست نہیں ہو جاتا تب تک " آپ میری کلاس اٹینڈ نہیں کریں گے۔۔۔!!!" وہ سکون سے اس کا ہاتھ پکڑ کر کلاس روم کے باہر کھڑا کر دیا تھا۔

وہ بنا کچھ بولے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے چہرے کو جھکائے کھڑا رہا تھا، شاید اس چھوٹے سے بچے کا ایگو ہٹ ہوا تھا۔

ماہم کو اچھا تو نہیں لگ رہا تھا لیکن وہ ایسا کرنے پر مجبور تھی۔

وہ جب کلاس سے نکل کر باہر آئی تو اس نے حنا کو سب کچھ بتا دیا۔

ماہم آپ نے یہ کیا کیا۔۔۔؟" وہ حونقوں کی طرح منہ کھولے ماہم سکندر کی دیدہ دلیری پر " غور و فکر کر رہی تھی۔

کیوں وہ سردار کا بھائی ہے تو اسے کلاس سے باہر نہیں نکال سکتے۔۔؟ "وہ سردار کے نام" پر اپنے دانتوں کو کچکچاتے ہوئے بولی۔۔

حنانے ماہم کو بہت سمجھایا لیکن اس کی وہی مرنے کی ایک ٹانگ یعنی سردار عون عباس جعفری سے چٹھ۔۔

چلیں جی یہ سب چھوڑیں اور یہ بتائیں کہ تیاری ہوئی بچوں کے ساتھ ٹور پر جانے کی۔۔؟ "حنانات بدل گئی تھی۔۔

تیاری کیا کرنی ہے بس ایک ہی دن کی تو بات ہے۔۔!! "ان کے کالج سے چھٹی جماعت" سے بارہویں جماعت تک کے طالب علموں کو امرتسر شہر کے ٹور پر جانا تھا جس کی مکمل تیاری پر نسیل نے ماہم سکندر کو دی تھی۔۔۔

ابھی تو دو دن ہے سب ہو جائے گا انشاء اللہ۔۔!! "وہ اسے تسلی دے کر اپنی اگلی کلاس" کے لئے روانہ ہو گئی تھی۔۔

وہ جب سے آج اسکول سے آیا ہوا تھا تب سے وہ صرف عون کا انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ آئے اور وہ اپنی دکھ بھری داستان سنا کر اس شہری ٹیچر کو رفع دفع کرے۔۔

حمزہ منہ بگاڑے کافی غصے سے صوفے پر ٹانگ پھیلا کر بیٹھا ہوا تھا۔ تبھی آغا جان مردان خانے سے اٹھ کر اندر داخل ہوئے تھے جہاں پہلی نظر اپنے لاڈلے پر پڑی تھی، جو آج انہیں کچھ اداس لگ رہا تھا۔۔

"کیا ہوا میرے لاڈلے کو۔۔؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔؟"

آغا جان نے حمزہ کا سر سہلاتے ہوئے اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ کر پوچھ رہے تھے۔۔

آغا جان آپ لالا کو بولیں کہ میری مس کو نکال دیں۔۔ کیونکہ آج انہوں نے حمزہ عباس "

"!! جعفری کی انسلٹ کی ہے، انہوں نے مجھے کلاس سے باہر نکال دیا تھا۔۔

حمزہ نے غصہ سے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔۔

ٹھیک ہے کل بھیجتا ہوں عون کو، اتنی ہمت کس نے کہ جو انیس جعفری کے لاڈلے کو " نکالے۔۔؟" اس کی اداسی کی وجہ جان کر ان کا بھی پاراہائی ہوا تھا۔۔

اچھا بتاؤ ابھی تک آپ کا کوئی دوست بنایا نہیں۔۔؟" انہوں نے بات بدل دی تھی۔۔" حمزہ عباس جعفری کسی کو دوست نہیں بناتا۔۔!!! "وہ اپنی گردن اکڑا کر فریضی کا لہر " کھڑی کر گیا تھا۔۔

جو محرومی اس کے اندر تھی وہ چھوٹا سا بچہ اسے چھپانے کی مکمل کوششوں میں مصروف رہتا تھا۔۔

اس نے آج تک کسی کو بھی اپنا دوست نہیں بنایا تھا۔۔

بیٹا دوستی اچھی ہوتی ہے، آپ کو بھی دوست ضرور بنانے چاہیے۔۔!!! "وہ سمجھانے کے " انداز میں اسے دیکھ رہے تھے۔۔

آغا جان کوئی میری دوستی کے لائق نہیں ہے۔۔!!! "وہ بڑوں کے انداز میں تھوڑی پر " ہاتھ ٹکا کر انہیں اپنے خیالات سے روبرو کروا رہا تھا۔۔

پھر تو بہت دیر تک دادا پوتے میں دوستی پر بحث ہوتی رہی لیکن حمزہ عباس جعفری کی وہی ایک رٹ پر وہ بھی خاموش ہو گئے تھے۔۔

بے حد خوب رو شخص، کھڑی مغرور ناک، کشادہ پیشانی، بھوری آنکھیں، عنابی لب، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، بے حد سرخ گوری رنگت، چھبیس سالہ عون عباس جعفری۔۔! سفید کرتا شلوار پہنے، بلیک چادر کندھوں پر ڈالے، اسکول کے سامنے اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر نکلتے کتنے آنکھوں کو خیرہ کر گیا تھا۔۔

آج وہ اپنے بھائی کے لئے اس کے اسکول میں آیا تھا۔۔

ماہم سکندر اپنے کلاس روم میں تھی جب ایک ٹیچر اسے بلانے آئیں۔۔

"!! مس ماہم سکندر آپ کو پرنسپل آفس میں بلا رہی ہیں۔۔"

وہ فوراً آفس کی طرف روانہ ہوئی تھی۔۔

میم۔۔! آپ نے مجھے بلایا۔۔؟" ماہم پر نسیپل آفس میں جا کر ان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔۔ وہاں ایک کرسی پر ماہم کی طرف پشت کیے ایک مردانہ وجود بھی تھا۔۔ جس پر اس نے کوئی دھیان نہیں دیا تھا۔۔

آپ نے اپنی کلاس سے حمزہ عباس جعفری کو باہر کیونکا لا۔۔؟" پر نسیپل چشماسہی کرتے " ہوئے اسے گھور رہیں تھیں کیونکہ آج اس کی وجہ سے انہیں سردار عون عباس جعفری کے سامنے شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔۔

میم۔۔! وہ باقی بچوں کو پریشان کر رہا تھا اور بد تمیزی بھی کر رہا تھا۔۔!!" وہ حیران ہوئی " تھی پر نسیپل کے اس انداز سے۔۔

وہ ابھی کچھ اور کہتی جب ایک مردانہ آواز پر نسیپل آفس میں گونجی تھی۔۔

مس۔۔! آپ جو کوئی بھی ہیں۔۔؟ مجھے اس سے نہیں مطلب، لیکن آپ حمزہ کو کھڑا " کرنے یا باہر نکالنے سے پہلے ان کے گھر والوں کو بتائیں پھر اس کے بعد ہی کوئی ایکشن لیتیں۔۔؟ اتنی سمجھ تو ہر استاد میں ہوتی ہے۔۔؟ لیکن آپ تو شاید اس رولز سے واقف

نہیں ہیں۔۔!!!" وہ آواز اور انداز سے ہی سمجھ گئی تھی کہ یہ سردار عون عباس جعفری ہے۔۔

سردار عون عباس جعفری کہ ماہم کی طرف پشت تھی۔ اس لئے وہ اس کے ایکسپریشن جان نہیں پائی تھی لیکن لہجہ اتنا سرد کہ اگلا بندہ وہیں منجمد ہو جائے۔۔

اس کی بات سن کر ماہم منہ کھولے یہ سب برداشت کر رہی تھی۔۔ لیکن کب تک۔۔؟

مسٹر عون عباس جعفری۔۔! ڈانٹ تو آپ ایسے رہے ہیں جیسے میں آپ کی رعایا"

ہوں۔۔؟ میں یہاں پڑھانے آتی ہوں، اس لیے مجھے جو ٹھیک لگے گا میں وہی کرونگی، مانا

کی یہ اسکول آپکا ہے، پر میں آپ کی زر خرید غلام نہیں ہوں جو میں آپ کی ہر بات

!!" برداشت کروں۔۔

ماہم غصہ سے لال سرخ چہرہ لیے، بگڑے موڈ کے ساتھ تعریفوں کے بے الفاظ چبا چبا کر ادا کر رہی تھی۔۔

اس کے اس قدر ٹیڑھا بولنے پر وہ جان چکا تھا کہ یہ وہی استانی سائیں ہیں۔۔

پر نسیل کو اس کے انداز کو دیکھ کر غش آرہے تھے کیونکہ آج تک سردار عون عباس جعفری کے سامنے کوئی اس طرح پیش نہیں آیا تھا۔ کیونکہ وہ خود دوسروں کی عزت کرتا تھا اور اپنی بھی کروانا جانتا تھا۔

"!! استانی سائیں۔۔۔"

جیسے ہی سردار عون عباس جعفری مڑ کر اگلا لفظ کہتا کہ نظر پیل بھر کے لئے ماہم کے چہرے پر ٹھہر گئیں تھیں۔ آنکھوں کا زور دار تصادم ہوا تھا۔ عون نے اپنے آپ کو ملامت کرتے فوراً اپنی نظریں جھکائیں تھیں۔۔۔ اسکول کے اندر ساری ہی ٹیچر اپنے عبا یا کو نکال دیا کرتیں تھیں۔۔۔

ماہم میرون کرتا ڈراؤ زر پہنے، کندھے پر میرون ہی دوپٹہ سیٹ کیے، سر پر بلیک اسکارف اوڑھے اتنی پیاری ضرور لگ رہی تھی کہ کوئی بھی ایک پل کے لئے ضرور ٹھہر جائے۔۔۔ نظروں کے تصادم پر فوراً نظروں کا زاویہ بدل کر ماہم نے اس کے لفظ بڑی دیدہ دلیری سے کاٹے تھے۔۔۔

"ماہم سکندر نام ہے میرا۔۔۔! یہ استانی سائیں کیا ہوتا ہے۔۔۔؟"

دیوار کو گھورتے ہوئے وہ اپنا نام شان سے بتا کر اسکے جنرل نانج میں اظافا کر رہی تھی۔۔
لیکن وہ اس نام پر پیل بھر کے لئے ٹھٹکا تھا۔۔ آنکھوں کی پتلیوں میں ایک عجیب سی چمک
پیدا ہوئی تھی۔۔ خوشی سے اس کے ہونٹ مسکراہٹ کے انداز میں ڈھلے تھے لیکن پھر
اچانک اس نے اپنے دل کی بدلتی دنیا کو دھتکارا تھا۔۔

مس ماہم آپ سردار سائیں کے ساتھ گستاخی کر رہی ہیں۔۔!! "پرنسپل اپنی کرسی سے"
اٹھ کر کھڑی ہوئی تھیں۔

ان کی بات سن کر ماہم کا چہرہ کچھ پل کے لئے زرد پڑا تھا۔۔ پلکیں بے ساختہ نم ہوئی
تھیں، اپنے ہونٹوں کو بھینچے کچھ بھی کہنے سے اپنے آپ کو باز رکھ رہی تھی۔۔

میں یہاں اپنے بھائی کی خوشی کے لئے آیا ہوں، اسے یہ نہ لگے کہ میں اسے اگنور کر رہا"
ہوں۔۔ لیکن غلطی اس کی بھی ہے اور غلطی آپ لوگوں کی بھی ہے۔۔ آج سے ہر مہینے
کی آخری تاریخ کو پیرنٹس میٹنگ رکھے گے آپ لوگ۔۔ جس سے بچوں کے پیرنٹس کو
یہ تو پتہ چلے کہ ان کے بچے کیا کر رہے ہیں۔۔؟ "پرنسپل کا ماہم سے اس طرح سے بات

کرنا نہ جانے کیوں اس کے دل کو اچھا نہیں لگا تھا اس لیے وہ بچے میں ہی ان کی بات کا ٹا اپنا مدعا پیش کیا تھا۔

پر نسل اس کی بات سنتے ہی اپنی گردن جھکا گئیں تھیں، ٹھیک ہی تو کہہ رہے تھے وہ۔۔۔ بچوں کے پیرنٹس کو ضرور بولانا چاہیے جس سے انہیں یہ معلوم ہو کہ ان کے بچے کیا سیکھ رہے ہیں۔۔۔؟ کیا سیکھنا چاہیے انہیں یا کیا سیکھنے کی ضرورت ہے۔۔۔؟

وہ بغیر کسی پر نظر ڈالے وہاں سے نکل کر باہر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا۔

یہ مجھے کیا ہوا۔۔۔؟ جب میں نے ان کی طرف دیکھا تو میری نظر پلٹنے سے انکاری کیو ہو گئی "تھیں۔۔۔؟ مجھے ان کی بات بری کیوں نہیں لگی۔۔۔؟ اور ان کا نام۔۔۔؟" وہ اس وقت ڈیرے پر بیٹھا سوچوں میں گم تھا۔۔۔ وہ خود سے سوال و جواب کر رہا تھا۔

نہیں۔۔ نہیں ایک جیسے نام تو ہزاروں لوگوں کے ہوتے ہیں۔۔؟ اور نظر کا کیا ہے، بے "!! ارادہ پڑ گئی تھی۔۔"

سردار عون عباس جعفری اپنے آپ کو جھوٹا رہا تھا۔۔ اس کی نظریں ایک ہی نقطہ پر مرکوز تھیں۔۔

جب سے وہ چہرہ نظروں کی گرفت میں آیا تھا تب سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے مفلوج ہو گئی تھی۔۔

ان آنکھوں میں کتنی محرومی اور درد تھا۔!! "اس کی نظروں سے وہ بھیگی بھیگی آنکھیں" او جھل ہی نہیں ہو رہی تھیں، اسے بار بار ڈسٹرب کر رہی تھی۔۔ وہ ایسا تو نہیں تھا۔۔

نہیں نہیں میرے اللہ۔! میں یہ کیا کر رہا ہوں۔۔؟ میں کسی نامحرم کے لئے ایسا کیسے "فیل کر سکتا ہوں۔۔؟ مجھے جب رشتوں میں دھوکہ بازی نہیں پسند تو میں فیلینگز میں "دھوکہ بازی کیسے کر سکتا ہوں۔۔؟"

وہ نہایت پریشانی کے عالم میں اپنے انگوٹھے سے اپنی پیشانی کو مسل رہا تھا۔۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔۔؟

"! سردار سائیں۔۔"

وہ اپنے سوچوں میں اتنا گم تھا کہ اسے دین محمد کی پکار بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔۔
دین محمد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ہلکا سا دبا یا تھا۔۔ وہ چونک کر اس کی طرف
دیکھنے لگا تھا۔۔

دین محمد آؤ بیٹھو، جس سے ملنے گئے تھے اس نے کیا کہا۔۔؟ "وہ اپنی سوچوں کو جھٹک کر"
بے تابی سے دین محمد کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

جیسے اس کے منہ سے ادا ہونے والے الفاظ اسے خوشیوں کی نوید سنائیں گے۔۔

آج کوئی اچھی خبر سنانا دین محمد۔۔! تیرہ سال ہو گئے، تیرہ سال ہو گئے مجھے اپنے وجود"
کے حصے کو ڈھونڈتے ہوئے۔۔؟ کیا یہ عرصہ میری ازیت کے لئے کم ہیں دین محمد۔۔؟
کیا مجھے خوشیوں پر کوئی حق نہیں۔۔؟ "وہ آج بہت دلبرداشتہ تھا۔۔ دین محمد کو اس کا درد
خود پر محسوس ہو رہا تھا۔۔

اور ہوتا بھی کیوں نہ دین محمد اس کا وہ ساتھی تھا جو بچپن سے آج تک اس کے ہم قدم تھا،
اس کے ساتھ کھڑا تھا، اس کے ہر دکھ سکھ میں اس کے سانجھا تھا۔۔

دنیا کے سامنے اتنا مضبوط دیکھنے والا سردار عون عباس جعفری اندر سے بالکل ٹوٹا ہوا شخص تھا، اس کا وجود کئی کرچیوں میں بکھرا ہوا تھا۔

سردار سائیں کوئی ایسا دن نہیں گزرا جب آپ نے انہیں یاد نہ کیا ہو۔۔ لیکن اتنے سال " گزر جانے کے باوجود بھی آج تک ہمیں ایک سوراغ تک نہیں ملا۔۔ سردار سائیں لوگ کہتے ہیں کہ جو گم ہو جائے وہ کبھی دنیا کی بھیڑ میں مل بھی جاتا ہے لیکن جو جان کر، روٹھ کر چلا جائے وہ جلدی نہیں ملتا۔۔ میں اللہ سے دعا کروں گا کہ آپ کا کھویا ہوا آپ کو ضرور واپس ملیں۔۔ !!! " وہ بھی اداس ہو گیا تھا اپنے سردار سائیں کو اداس دیکھ کر۔۔

یعنی آج بھی ناکامی ہاتھ لگی ہے۔۔ !!! " وہ آج بھی اپنے اس شدتِ غم سے پھٹے دل کے " درد کو دباتے ہوئے شکستہ لبوں لہجے میں دین محمد سے مخاطب ہوا تھا۔۔

سردار سائیں آپ پریشان نہیں ہوں، سب کچھ ٹھیک ہو گا انشاء اللہ۔۔ !!! " وہ اپنے " سردار سائیں کو اس حال میں نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ اس ناکامی کے بعد اسے کئی دن لگیں گے اپنے آپ کو سنبھالنے کے لئے۔۔

ماہم گھر پہنچ کر اپنا عبا یا نکال رہی تھی اور غصے سے بڑبڑا بھی رہی تھی۔۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار آفس کا منظر گھوم رہا تھا۔۔

پتا نہیں اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہیں۔۔؟ روب تو ایسے جھاڑ رہے تھے جیسے میں انکی "!! بیوی۔۔"

اس نے جیسے ہی اپنے لفظوں پر غور کیا کچھ دیر تک ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑی رہی پھر وہی لفظ دوہراتے ہوئے فوراً اپنے گالوں کو پیٹتے ہوئے اللہ توبہ استغفار پڑھا۔۔ "!! یہ میں کیا اول فول بول رہی تھی۔۔"

www.novelsclubb.com
ماہم اپنے آپ کو سرزنش کرتے ہوئے روم سے باہر نکل آئی تھی۔۔

انابی صوفے پر بیٹھ کر تسبیح پڑھ رہی ہیں تھیں وہ بھی دھپ سے انہیں کے پاس آکر بیٹھی تھی۔۔

کیا ہوا یہ منہ کیوں لٹکا ہوا ہے۔۔؟ کسی سے لڑائی ہوئی ہے کیا۔۔؟ "انابی اس کا ٹیڑھا"
منہ دیکھ کر سمجھ گئیں تھیں کہ ہونہ ہو کچھ تو ضرور ہوا ہے۔۔

انابی آپ کو پتا ہے آج یہاں کے سردار سائیں آئے تھے ہمارے اسکول میں۔۔؟ مجھے "
وارن کرنے کے لئے، کیونکہ میں نے ان کے بھائی کو کل اپنی کلاس سے باہر نکال دیا تھا۔۔
"!! میں نے بھی انہیں بہت سنایا۔۔

وہ اپنے دانتوں کو کچکچاتے ہوئے پھر سے وہ لمحہ یاد کر رہی تھی۔۔

بچہ کتنا سمجھاؤ کہ ہر کسی سے پننگہ نہیں لیتے۔۔؟ لیکن میری بات تو سننا نہیں ہے۔۔؟ "
"ویسے یہاں کا سردار سائیں کون ہے۔۔؟

انابی ماہم سے پوچھتے اس کا چہرہ بڑے غور سے دیکھ رہی تھیں جیسے کچھ ڈھونڈنے کی

www.novelsclubb.com کوشش کر رہی ہوں۔۔

سردار عون عباس جعفری کھڑوس، مغرور، نکچڑھے۔۔ وہ حنا کی بچی تعریف تو ایسے "
"!! جھاڑ رہی تھی جیسے نرم دل شہزادے ہوں۔۔

ماہم منہ کے زاویہ بگاڑ کر بتاتی پیاری لگ رہی تھی۔۔ لیکن آنکھوں کی نمی وہ چھپانے کی مکمل کوششوں میں مصروف تھی۔۔

انابی سردار سائیں کا نام سن کر دل ہی دل میں شادیانے بجالائیں تھیں۔۔ چہرہ خوشی سے جگمگانے لگا تھا۔۔

جان کر یہ ٹرانسفر کر آیا تھاناں ماہم۔۔؟ کیوں خود کو اذیت دینے پر تلی ہوئی ہو۔۔؟ اس " سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا بلکہ ہماری مشکلیں اور بڑھ سکتی ہیں۔۔!!! " وہ اس کی نم پلکوں کو دیکھ کر اپنے آپ سے اسے لگا چکی تھیں۔۔

وہ جانتیں تھیں کہ وہ بہت اذیت برداشت کر رہی ہے۔۔

انابی کیا اپنوں کو بھول جانا اتنا آسان ہوتا ہے۔۔؟ " وہ ان کے سینے میں منہ دیے "

بے تہا اشاروتے ہوئے ان سے سوال کر رہی تھی۔۔

نہیں میری دھی۔۔ اپنے بھولتے کب ہیں، وہ تو ہمیشہ ہمارے دلوں میں آباد رہتے "

ہیں۔۔!!! " وہ اس کے سر کو سہلاتے ہوئے خود بھی افسردہ ہو گئیں تھیں۔۔

کیا کچھ نہیں یاد آ رہا تھا انہیں۔۔۔ بیتا ہوا ماضی اکثر جب یاد آتا ہے تو بہت درد دے جاتا ہے، اور اس درد کی چبھن ہمیشہ دل میں محسوس ہوتی رہتی ہے۔۔۔

صبح کا پانچ بج رہا تھا۔ وہ فجر کی نماز پڑھ کر بالکل تیار کھڑی تھی۔ گاؤں کی صبح ہوتی ہی بڑی خوبصورت ہے، سورج نے اپنی سنہری روشنی سے ابھی کسی کو روشناس نہیں کروایا تھا، چاروں طرف سے چڑیوں کی چہچہاہٹ کی آواز پورے فضا میں گونج رہی تھی۔۔۔ وہ گھر سے نکلنے والی تھی جب حنا اپنے بھائی کے ساتھ اسے لینے آئی تھی۔۔۔

انابی ہم چلتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ آنے میں شام ہو جائے۔۔۔!! "وہ ان کے گالوں کو" چومتے ہوئے باہر نکلی تھی۔۔۔ وہ بھی ان کے پیچھے دروازہ تک چھوڑنے آئیں تھیں۔۔۔ اپنا اور سارے بچوں کا خیال رکھنا۔۔۔!! "وہ ہدایت دیتے ہوئے دروازہ بند کرتے اندر" چلی گئیں تھیں۔۔۔

ماہم عبایا پہنے اپنے چہرے کو ڈھکے ہوئے حنا کے ساتھ کالج تک پہنچ گئی تھی۔۔۔

بچوں اور ٹیچر اسٹاف کے لئے تین بسیں بالکل تیار کھڑی تھیں۔۔

میم ہم آدھے گھنٹے سے کس کے انتظار میں ہیں۔۔؟ "سب بچے اپنی سیٹوں پر بیٹھ چکے"

تھے جب وہ پرنسپل کے پاس پہنچ کر ان سے پوچھ رہی تھی۔۔

مس ماہم سکندر ابھی حمزہ عباس جعفری نہیں آئے ہیں ہم انہیں کاویٹ کر رہے "

ہیں۔۔!!! "پرنسپل گاؤں کی اندورنی سڑک پر نظریں مرکوز کیے اسے بتا رہی تھیں۔۔

وہ ان کی بات سن کر باہر نکل کر کھڑی ہوئی تھی جب چھ سے سات گاڑیوں کے ٹائروں کی

چرچراہٹ کی آواز فضا میں گونج اٹھی تھی۔۔

وہ براؤن کرتا شلوار پہنے، کریم کلر کی شال کندھے پر ڈالے حمزہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک گاڑی

سے نکلا تھا۔۔

ماہم کی بے اختیاری نظر ایک پل کے لئے اٹھی تھی پھر وہ اپنے آپ کو ڈیپٹ کر بس سے

ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔۔

وہ حمزہ کا ہاتھ پکڑ کر اب وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا۔۔

گڈو۔۔! خوب انجوائے کرنا ہے آپ نے، اور یہ آنکھیں کیوں بند ہو رہی ہیں۔۔؟ ابھی " تک نیند نہیں ختم ہوئی آپ کی۔۔؟ " وہ اب حمزہ کے جوتے کے تسمیں خود باندھ رہا تھا۔۔ سارے گاڑ پیچھے کھڑے اپنے سردار سائیں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔۔ دین محمد حمزہ کا بیگ لیے کھڑا تھا۔۔

لالہ آپ نے اتنی صبح جگا کر جو ظلم کیا سو کیا، لیکن جو ناشتہ کروایا وہ اچھا نہیں کیا ہے۔" آپ کو معلوم ہے میرا پیٹ دکھ رہا ہے۔۔!! " وہ اس کے گلے میں بازو ڈالے کندھے پر سر رکھے پھولے پھولے منہ کے ساتھ شکوہ شکایات کر رہا تھا۔۔

چلیں لیٹ ہو رہا ہے باقی کہ شکوہ شکایات گھر آ کر۔۔ اور اپنا خیال رکھنا ہے۔۔!! " وہ " اس کی پیشانی کو چوم کر اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اسے لے کر بس کے اندر سیٹ پر بیٹھا کر باہر نکلتے پر نسیل سے باتیں کرتے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔۔

اس سارے عمل میں ماہم سکندر اپنی نظریں ایک ہی نقطہ پر مرکوز کیے ساکت سی کھڑی تھی۔۔

ماہم جلدی بیٹھیں، ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔!! "حنا اس کے بازوؤں کو ہلاتے" ہوئے اسے بس کے اندر آنے کا کہہ رہی تھی۔۔

وہ بس کے اندر داخل ہوئی تو ساری سیٹ بھر چکی تھی صرف ایک ہی سیٹ خالی تھی، حمزہ عباس جعفری کے ساتھ واسیٹ جس پر حمزہ عباس جعفری بیٹھا تھا۔۔

وہ ابھی سوچ رہی تھی کہ بیٹھے یا نہیں جب پرنسپل کے کہنے پر وہ وہیں بیٹھ گئی تھی۔۔ بس اپنی منزل پر روانہ ہو گئی تھی۔۔

انہیں بس میں بیٹھے دو گھنٹے ہو چکے تھے جب اچانک بریکس لگنے کی وجہ سے حمزہ کا سراگلی سیٹ سے ٹکراتا، ماہم نے اپنے ہاتھوں کی پشت سے حمزہ کے سر پر رکھ بچا لیا تھا۔۔ حمزہ کا سر تو بچ گیا تھا لیکن ماہم کے ہاتھ پر اگلی سیٹ کے لوہے سے زخم آ گیا تھا۔۔ یہ سب بہت اچانک ہوا تھا۔۔

آپ ٹھیک تو ہیں۔۔؟ کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔۔؟" وہ اپنے زخم بھلائے اس کے چوٹ " کی پرواہ کر رہی تھی۔۔

"!! میں ٹھیک ہوں۔۔"

وہ حیران ہوا تھا اس محبت بھری پکار پر۔۔ وہ ایک لفظی جواب دے کر خاموش ہو گیا تھا۔۔ سارا سفر بچوں کے گانے سن سن کر طہ ہوا تھا۔۔

مسلسل چار گھنٹے کے سفر کے بعد وہ لوگ امر تسر پہنچ گئے تھے۔۔

بچوں کو دو تین جگہ گھمانے کے بعد اب وہ لوگ واٹر پارک میں داخل ہوئے تھے۔۔ اس وقت دن کا دونج رہا تھا اس وقت سبھی لوگ ادھر ادھر بکھرے اپنے گھر سے لائے ہوئے ٹفن کر رہے تھے۔۔

ماہم بھی اپنی ٹفن لے کر واٹر پارک کی پچھلی طرف بنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔۔

وہ ابھی دو ہی لقمے لئے ہونگے کہ تبھی حمزہ عباس جعفری بھاگتے ہوئے روم میں داخل ہوا تھا اور اپنے چھپنے کے جگہ ڈھونڈ رہا تھا۔۔

اس کے چہرے پر ڈر اور خوف تو نہیں تھا لیکن پورا وجود پسینے سے شرابور تھا۔

ماہم کھانا چھوڑ کر حیران ہو کر اسے دیکھ رہی تھی کہ وہ کر کیا رہا ہے۔۔

حمزہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔۔؟" وہ ٹفن چھوڑ کر الماری میں چھپ کر بیٹھے حمزہ کے پاس "پہنچی تھی۔۔

شش۔۔!!! "وہ چھوٹا سا بچہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کر "رہا تھا۔۔

وہ خاموش ہو گئی تھی جب اس کے اشارہ کرنے پر وہ اس کے قریب فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔۔

عبدالخالق کے لوگ مجھے ڈھونڈ رہے ہیں، انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں بنا سیکورٹی کے " یہاں آیا ہوں۔۔ مجھے یہاں سے نکلنے میں مدد کریں کیونکہ کسی بھی حال میں مجھے ان کے ہاتھ نہیں لگنا ہے۔۔!!! "وہ چھوٹا سا بچہ اپنی عمر سے کئی گنا بڑی بات بڑی باریکی سے بتا رہا تھا۔۔

اس کی بات سن کر ماہم کے چہرے کا رنگ سفید ہوا تھا۔۔

ہو سکتا ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔۔ وہ کوئی اور لوگ ہوں جنہیں آپ عبد الخالق " کے لوگ سمجھ رہے ہوں۔۔؟ " وہ اپنے دل میں بے خوف کو دبا کر حمزہ کی بات جھٹلانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

تبھی حنا بھاگتی ہوئی روم میں داخل ہوئی تھی اس کے بھی چہرے پر خوف پھیلا ہوا تھا۔۔ چھوٹے سائیں بالکل درست کہہ رہے ہیں یہ عبد الخالق کے ہی لوگ ہیں، میں ابھی ان " کی باتیں سن کر آرہی ہوں، وہ پرنسپل کو دباؤ میں لے کر چھوٹے سائیں کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔۔!!! " حنا دروازہ لاک کرتی ہوئی سرگوشی نما آواز میں اسے سب بتا رہی تھی۔۔

چاہے کچھ بھی ہو جائے ہمیں چھوٹے سائیں کو ان کے ہاتھ نہیں لگنے دینا ہے۔۔!! " حنا " ایک لگاتار پریشانی سے روم کا چکر کاٹ رہی تھی۔۔

آپ یہ دروازہ کھولیں اور مجھے یہاں سے نکلنے میں مدد کریں۔۔!! " وہ چھوٹا سا بچہ اپنی " نظریں گول گول گھماتے ہوئے پچھلی طرف بنے دروازہ کو کھولنے کو کہہ رہا تھا۔۔

وہ جتنی بہادری کا مظاہرہ کر رہا تھا اسے دیکھ کر ماہم کے ساتھ حنا بھی حیران ہو گئی تھی۔۔

اسے دروازہ کی سمت بھاگتے ہوئے دیکھ کر ماہم نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

حمزہ آپ تنہا نہیں جاسکتے، میں بھی آپ کے ساتھ چل رہی ہوں۔۔ آپ ہماری زمہ " داری ہیں، ہم آپ کو اس مشکل گھڑی میں یوں تنہا نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔۔!!" وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں بھینچتے دروازہ کی سمت بڑھی تھی۔۔

اس کے اس فیصلے پر حمزہ اور حنادونوں کچھ پل کے لئے حیران ہوئے تھے۔۔ کہاں وہ سردار سائیں کے نام پر خار خانے والی لڑکی اور اب کہاں وہ انہیں کے بھائی کے لئے خود کو مشکل میں ڈالنے کے لئے تیار کھڑی تھی۔۔

آپ پریشان نہ ہوں، مجھے ڈر بالکل بھی نہیں لگے گا۔۔ میں سردار عون عباس جعفری کا " بھائی حمزہ عباس جعفری ہوں۔۔ ڈر اور خوف میری رگوں میں ہے ہی نہیں، ہم بہادر مرد "!! ہیں جو مشکل وقت میں گھبراتے نہیں بلکہ اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں۔۔

وہ اسے اپنے ساتھ نہ آنے پر فورس کر رہا تھا۔۔ لیکن جس انداز میں اس نے یہ بات کہی تھی وہ ماہم سکندر کو کچھ پل کے لئے ساکت کر گئی تھی۔۔

وہ پیارا سا بچہ خود کو بہادر مرد کہتے ہوئے ماہم کو بہت زیادہ پیارا لگا تھا۔۔

سچ میں چھوٹے سائیں آپ نے بتا دیا کہ آپ سردار عون عباس جعفری کے بہادر بھائی " ہیں۔۔ آپ دونوں لوگ نکلو اور ہاں اپنا خیال رکھنا۔۔ میں موقع ملتے ہی سردار سائیں کو فون کر کے بتا دوں گی۔۔ اور یہاں کی ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے میں سب سنبھال لوں گی۔۔ !!! " حنان کے لئے پچھلے طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکالتے ہوئے ہدایت دینا نہیں بھولی تھی۔۔

ماہم حمزہ کا ہاتھ تھامے وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔۔ کیونکہ یہ سوچنے کا نہیں بلکہ کچھ کرنے کا وقت تھا۔۔

ان کو وہاں سے نکلے ہوئے دو گھنٹے ہو چکے تھے۔ اس وقت نہ ہی ان کے پاس کوئی پیسے تھے اور نہ ہی کوئی مددگار تھا۔۔ وہ پیدل ہی دونوں ایک ساتھ چلتے چلے جا رہے تھے۔۔

حمزہ آپ کے پیر دکھ گئے ہوں گے نا۔۔؟ کیا میں آپ کو اٹھالوں۔۔؟ "وہ ایک جگہ " رک کر اس کا ہاتھ تھا میں پوچھ رہی تھی۔ اس کی بات سن کر حمزہ کی آنکھیں واں ہوئی تھی۔۔

نہیں مجھے صرف میرے لالہ اٹھاتے ہیں، آپ نہیں اٹھاپائیں گی۔۔ رہنے دیں میں بہادر " بچہ ہوں، میں چل سکتا ہوں۔۔!! "وہ گولو گپلو سا بچا اپنی آنکھیں پٹیٹاتے ہوئے اسے اس وقت اور بھی زیادہ پیارا لگا تھا۔۔ وہ تھکا ہوا لگ رہا تھا پھر بھی ماننے کو تیار نہیں تھا۔۔

کیوں آپ کے لالہ کوئی باڈی بلڈر ہیں جو وہی آپ کو اٹھا سکتے ہیں۔ اور میں کوئی سوکھی " چڑیل ہوں کیا جو نہیں اٹھا سکتی۔۔؟ اللہ توبہ استغفار میں کیوں چڑیل رہوں۔۔ میں بھی "!!! بہت بہادر ہوں، اٹھا سکتی ہوں آپ کو۔۔

وہ اسکے لالہ کے نام پر تیکھے چتون سے گھورتے ہوئے اسے بتانے کی کوشش کر رہی تھی کہ صرف اس کے لالہ ہی بہادر نہیں ہیں، وہ بھی بہادر ہے۔۔

چھپ جائیں۔۔ وہ لوگ ہمارے پیچھے ہی ہیں۔۔!!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ کر بیٹھا چکا " تھا۔۔ یہ ایک پارکنگ لاٹ تھا جہاں گاڑیاں ہی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان کے بیچ میں ہی وہ دونوں چھپ کر بیٹھے تھے۔۔

آپ میری وجہ سے اپنا کھانا بھی نہیں کھا پائیں تھیں نا، آپ صبح سے بھوکے ہیں " نا۔۔؟" وہ افسوس کرتے ہوئے عبایا پہنے اپنی ٹیچر کو دیکھ رہا تھا جن کی صرف آنکھیں ہی نظر آرہی تھی اس وقت۔۔

ماہم کو اپنے لیے اس کا فکر مند ہونا بہت اچھا لگا تھا۔۔ وہ حیران نظر آرہی تھی کہ جو دنیا بھر میں مشہور بد تمیز اور بگڑا بچہ تھا وہ اس کی فکر میں ہلکان تھا، سب بگڑا ہوا اسے سمجھتے تھے لیکن ایسا تو اسے کچھ ابھی تک نہیں لگا تھا۔۔

اگر میرے پاس پیسے ہوتے تو میں آپ کو سامنے سے چاٹ لاکر کھلاتا۔۔؟" وہ اپنے " چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اپنی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔ لیکن شاید پیسے اس کے پاس بھی نہیں تھے جیسے ماہم کے پاس نہ پیسے اور موبائل کچھ بھی نہیں تھا کیونکہ ان کا بیگ پیچھے چھوٹ چکا تھا۔۔

اس کی محبت پر ماہم کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔ وہ بے اختیار اس بچے کے پھولے۔
پھولے نرم گالوں کو چوم چکی تھی۔۔ اب حیران ہونے کی باری حمزہ عباس جعفری کی
تھی، کیونکہ صنف نازک سے پہلی بار اس کا پالا پڑا تھا اور وہ بھی اتنے اچھے انداز میں۔۔
آپ تو بہت پیاری ہیں، کیا میں آپ کو ہگ کر لوں۔۔؟ "وہ چھوٹا سا بچہ پلک جھپکتے ہوئے"
اپنے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ پتہ نہیں کیوں اسے رونا آیا تھا۔۔
ماہم نے اس کی فرمائش پر بے اختیار مسکراتے ہوئے اپنی بانہیں واں کی تھی۔ وہ اس کے
گلے میں بازو ڈالے اس کی کھلی بانہوں میں سما گیا تھا۔۔
ماہم نے اسے خود میں سمیٹے اس کی پشت کو سہلاتے ہوئے اس کے بالوں کو بگاڑ چکی تھی۔۔
اور پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ کوئی حمزہ عباس جعفری کا بال بے ترتیب کرے اور وہ کچھ نہ
کہے۔۔

میں نے کبھی کسی کو دوست نہیں بنایا۔ لیکن کیا آپ میری کیوٹ اپنا پلس کیوٹ فرینڈ بننا"
پسند کریں گی۔۔؟ "وہ ابھی بھی اس کے گلے میں بازو جمائے کیے اسے امید بھری نگاہوں
سے دیکھ رہا تھا۔۔

ماہم کو اس کے آنکھوں میں ایک محرومی نظر آئی تھی جو ہمہ وقت اس کی آنکھوں میں بھی نظر آیا کرتی تھی۔۔

ماہم بے اختیار اس کی پیشانی چومتے ہوئے اس کے بڑھے ہاتھوں کو تھام چکی تھی۔۔ وہ پہلی بار کھلکھایا تھا۔۔ ماہم نے فوراً اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔۔ کیونکہ ان کو ڈھونڈتے عبدالخالق کے لوگ ان کے آس پاس ہی تھے۔۔

کیا کر رہے ہیں حمزہ۔۔ ابھی وہ لوگ ہم تک پہنچ جائیں گے۔۔!! "وہ اسے شر گوشیانہ" لہجے میں ڈپٹ رہی تھی۔۔

سوری۔۔! آپ کو معلوم ہے میں آج بہت خوش ہوں۔۔!! "وہ اس کے عبایا کا دوپٹہ" ٹھیک کرتے ہوئے اسے بتانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بہت خوش ہے۔۔

میں بھی خوش ہوں کہ مجھے ایک پیار سا گڈو ملا ہے۔۔!! "وہ ایک بار پھر اس کے بالوں" کو بگاڑ چکی تھی۔۔

اچھا آپ یہیں رہنا میں ابھی کسی سے مدد مانگ کر آتی ہوں۔۔!! "وہ اسے وہیں بیٹھا کر" خود اٹھنے لگی تھی جب وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوا تھا۔۔

نہیں میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔!!" وہ اس کا ہاتھ تھامے چھتے ہوئے پارکنگ کے گیٹ تک پہنچی تھی۔۔

وہیں گیٹ پر ایک عمر دراز سکھ مزہب کے گارڈ کھڑے تھے۔ اندھیرے نے چاروں طرف اپنے پر پھیلائے روشنی کو نگل چکا تھا۔۔ جب وہ ان کے قریب پہنچی تھی۔۔

پتہ جی کیا ہوا۔؟ میں بہت دیر سے دیکھ رہا ہوں آپ بہت پریشان لگ رہی ہیں۔۔؟" وہ خود ہی اس سے مخاطب ہو گئے تھے۔۔

دومنٹ کے لئے ہمیں موبائل فون چاہیے، کیا مل سکتا ہے۔۔؟" وہ چاروں طرف نظر ڈالتے ہوئے حمزہ کو تقریباً خود میں چھپائے ہوئے ان سے مدد مانگ رہی تھی۔۔

وہ بنا کچھ بولے اپنے جیب سے موبائل نکال کر اسے دے دیا تھا۔۔ سچ ہے انسانیت آج بھی

وہ موبائل لے کر وہیں کھڑی ایک گاڑی کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئی تھی۔۔

حمزہ آپ کو اپنے لالہ کے موبائل کا نمبر یاد ہے نا۔۔!!" وہ اس چھوٹے سے بٹن

والے موبائل کو حمزہ کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے نمبر ڈائل کرنے لگا تھا۔

سردار سائیں ہمارا آج کا کام ختم ہو گیا ہے، اب حویلی کے لئے نکلنا چاہیے۔!! "دین"
محمد سارے کام ختم ہونے کے بعد اب اجازت طلب نظروں سے اپنے سردار سائیں کو
دیکھ رہا تھا۔

جو کل کی ناکامی کے بعد سے بہت غمزدہ ہو گئے تھے۔

ہمم ٹھیک ہے۔۔ چلتے ہیں۔!! "وہ اپنی پیشانی کو مسلتے ہوئے اسے اجازت دے رہا"
www.novelsclubb.com
تھا۔

وہ لوگ کام کے سلسلے میں امر تسر شہر آئے ہوئے تھے۔ اس وقت اندھیرے نے
چاروں طرف اپنا پر پھیلا لیا تھا۔ وہ لوگ اب گاؤں کی طرف روانہ ہوئے تھے جب اس
کا موبائل بجاتا تھا۔

وہ کوئی انجان نمبر تھا، لیکن پھر بھی اس نے کال اٹینڈ کر لی تھی۔۔

ہیلو۔۔!! "اس کی بھاری گمبھیر آواز نے اپنا جادو جگایا تھا۔۔"

لالہ آپ کہاں ہیں۔۔؟ "وہ حمزہ کی آواز سن کر جھٹکا کھا کر سیدھا ہوا تھا۔۔

گڈو کہاں ہو اس وقت۔۔؟ ٹھیک تو ہونا۔۔؟ یہ کس کا نمبر ہے۔۔؟ "وہ پریشان ہوا"

تھا۔۔ دین محمد نے بھی گاڑی ایک طرف کھڑی کر دی تھی۔۔

لالہ آپ کو حنا میم نے فون نہیں کیا ہے۔۔؟ لگتا ہے کہ عبد الخالق کے لوگوں نے انہیں "

بھی پریشان کیا ہوا ہے، میں اس وقت عبد الخالق کے لوگوں سے بھاگ رہا ہوں۔۔ آپ

نے کہا تھا میں بہادر بچا ہوں تو سچ میں بہادر ہوں میں۔۔ ان کے ہاتھ نہیں لگوں گا۔۔ لالہ

آپ کہاں ہیں مجھے لینے آئیں۔۔!! "حمزہ کی سرگوشی نما آواز سن کر سردار عون عباس

جعفری کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر دیا تھا۔ پریشانی سے اس کے ماتھے کا جال نمایاں ہوا

تھا۔۔

وہ ساری باتیں بتانے کے ساتھ یہ بھی بتا دیا تھا کہ استانی سائیں اس کے ساتھ ہیں۔۔

وہ سب کچھ سن کر خاموش ہوا تھا۔۔

حمزہ استانی سائیں آپ کے ساتھ ہیں۔۔ انہیں فون دیجئے فوراً۔۔!! "اس کے کہتے ہی"
حمزہ نے فون ماہم کو پکڑا یا تھا۔۔

ماہم اپنے ہونٹوں کو بھینچے کانپتے ہاتھوں سے فون لے کر کان پر لگایا تھا۔۔

ہیلو۔۔!! "میٹھی سی سرگوشی نما آواز سردار عون عباس جعفری کے کانوں تک پہنچ کر"
دل کے تاروں کو چھیڑ گئی تھی۔۔

استانی سائیں کیا آپ ٹھیک ہیں۔۔؟ "وہ فکر مند ہوا تھا۔۔"

مقابل کی سحر انگیز آواز نے اسے اپنے سحر میں جکڑا تھا۔۔

جی میں ٹھیک ہوں۔۔ آپ جلدی سے آجائیں۔۔!! "اس کے بلانے کے انداز نے"
عون کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔۔

www.novelsclubb.com

وہ جگہ بتا کر چپ ہوئی تھی۔۔

آپ اپنا اور حمزہ کا خیال رکھیے گا۔۔ میں قریب ہی ہوں بس پانچ منٹ میں پہنچ رہا"
ہوں۔۔!! "وہ ہدایت دے کر فون کاٹتے ہوئے دین محمد کو اشارہ دیا تھا۔۔

ماہم شکر یہ کے ساتھ فون واپس کر کے حمزہ کا ہاتھ پکڑ کر پیچھلے گیٹ کی طرف چھپتے ہوئے بڑھی تھی۔۔ جب تین بڑی بڑی مونچھیں رکھے ہوئے آدمی اس کا راستہ روکے کھڑے ہوئے تھے۔۔

ماہم نے فوراً حمزہ کو اپنے پیچھے چھپایا تھا۔۔

!!"ہیے لڑکی بچے کو ہمارے حوالے کر۔۔"

ان میں سے ایک غنڈہ ان کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے قریب پہنچا تھا۔۔

ہیے یو گھڑی کی شکل والے۔۔! وہیں رک جاؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔!!"

ماہم کے چہرے کا رنگ ڈر و خوف سے متغیر ہوا تھا لیکن وہ مضبوط بنی کھڑی تھی۔۔

تم سب سے ایک بچہ نہیں پکڑا جا رہا ہے۔۔؟" ان میں سے ایک غنڈہ دوسرے کو ڈپٹتے " ہوئے آگے بڑھا تھا جب وہ حمزہ کا ہاتھ پکڑ کر دوسری سمت بھاگی تھی۔۔

ان میں سے ایک غنڈہ اس کے قریب پہنچ کر اس کو پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ہاتھ تو نہیں لگی لیکن اس کا عبایا پیچھے سے پکڑ کر کھینچا تھا۔۔

چر۔۔! کی آواز کے ساتھ عبایا دو حصوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ عبایا کی پھٹنے کی آواز سے ماہم کے پیر اپنے آپ تھمے تھے۔ جھٹکا لگنے سے وہ منہ کے بل گری تھی۔۔

حمزہ بھاگو۔۔ مجھے نہیں دیکھو جاؤ تم۔۔!!" وہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے حمزہ کو " جانے کا کہہ رہی تھی۔۔ لیکن وہ آنکھوں میں آنسو لیے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔۔

حمزہ جاؤ۔۔!!" وہ چیختی ہوئی ہاتھوں میں مٹی بھر کر ان کے منہ پر پھینکتے ہوئے دوبارہ " بھاگی تھی۔۔

حمزہ دوسرے طرف نکلا تھا۔۔ اور وہ اس کے پیچھے سڑک پر بھاگ رہی تھی۔۔

"!!" پکڑو لڑکی کو بھاگ رہی ہے، پکڑو۔۔"

اندھیری رات۔۔ سنسان سڑک، بھاگتے پیرو میں کنکری چبھ گئی لیکن یہاں پرواہ کسے تھی۔۔ بھاگتے پیرو سے وہ اللہ سے دعائیں مانگتے اس کی زبان سوکھ رہی تھی۔۔

یا اللہ تو ہی مالک و خالق ہے۔ یا اللہ تو رب الرحیم ہے۔ اے اللہ تو چاہے جس کو عزت " دے۔ تو چاہے جس کو زلت دے۔۔ یا اللہ تو ہی میری عزت کی حفاظت کرنے والا ہے۔۔!! " وہ درخت کے پیچھے چھپتے ہوئے اپنے رب سے محو گفتگو تھی۔۔

یا اللہ بھیج دے میرے محافظ کو، لگا دے مجھے بچانے کا کوئی ذریعہ۔۔ کیونکہ تو ہر چیز پر "!! " قادر ہے۔۔

وہ بنا آواز پیدا کیے صرف لب ہلا رہی تھی۔۔

وہ بچہ بھی ہاتھ نہیں آیا اور اب یہ لڑکی بھی۔۔؟ اگر ہم کھالی ہاتھ گئے تو ہمیں اس کے " ہاتھ سے کون بچائے گا۔۔؟ ڈھونڈوں لڑکی کو۔۔!! " اس کے کانوں تک جیسے ہی یہ آواز پہنچی وہ اندر سے کانپ گئی تھی۔۔

اگر وقت پر نہیں آئے آپ تو معاف نہیں کرونگی۔۔؟ " وہ دل ہی دل میں کسی اپنے کو " دھمکی دے رہی تھی۔۔

ہلک سوکھ کر کاٹھا ہوئی تھی لیکن عزت جان سے زیادہ پیاری تھی۔۔

اگر ہم اسے لے کر گئے تو ہمیں تو وہ بھی نہیں بچا سکتا ہے جس نے ہمیں یہ سب کرنے کو "

کہا ہے۔۔؟" ایک کی ڈری سہمی آواز برآمد ہوئی تھی۔۔

وہ ڈر رہا تھا اور اسے ڈرنا بھی چاہیے کیونکہ سردار عمون عباس جعفری انصاف کار کھوالا

!! تھا۔۔ وہ ایک پرندہ کے لئے نا انصافی نہیں دیکھ سکتا تھا کجا کہ ایک لڑکی۔۔

وہ درخت کے پیچھے سے نکل کر پھر سڑک پر بھاگنے لگی تھی۔۔ عبایا پھٹنے کے بعد کہیں

پیچھے ہی گر گیا تھا، وہ اس وقت دوپٹہ اسکارف کی طرح لپیٹ کر بے تہاشا بھاگ رہی

تھی۔۔

یہ لڑکی رک جاو نہ گولی مار دو نگا۔۔!!" پیچھے سے آتی آواز نے ماہم سکندر کے حواس "

سلب کر لیے تھے۔۔ وہ پسینے سے شرابور خوفزدہ انداز میں پیچھے مڑی تھی۔۔ جب ایک

غنڈہ خونخوار نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ شاید اس کا دوپٹہ کھینچنے کے لئے۔۔

ماہم اپنی آنکھیں مینچے زیر لب دعاؤں میں مشغول تھی۔ آنکھوں سے انگنت آنسوؤں نکل کر زمین کی زینت بنے تھے۔۔

کچھ لمحے بعد اسے پیروں کی چاپ کے ساتھ گولی کی آواز سنائی دی تھی۔۔ وہ ڈر و خوف سے اپنے دل پر ہاتھ رکھے چیخی تھی جب اسے اپنے بازوؤں پر کسی کا لمس محسوس ہوا تھا۔۔ ماہم نے جیسے ہی آنکھیں کھول کر دیکھا تو اس کے سامنے جس کا چہرہ نظر آیا اسے دیکھتے ہی شکر کا کلمہ ادا کر رہی تھی۔۔ آنکھوں سے لاتعداد آنسوؤں گرتے مقابل کو ساکت کر گئے تھے۔۔

آپ ٹھیک ہیں استانی سائیں۔۔؟ "وہ اسے جھنجھوڑ کر پوچھ رہا تھا۔ اس کو اس طرح روتے " ہوئے دیکھ کر عون عباس جعفری کا دل ایک پل کے لئے ساکت ہوا تھا۔۔

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے سامنے کھڑے اپنے محافظ کو دیکھا تھا۔۔ جواب اپنی نظریں جھکائے ہوئے اب اپنے کندھے پر پڑی شال اتار کر اس کے گرد لپیٹ گیا تھا۔۔

مقابل کے اس عمل نے ماہم سکندر کو اپنے سحر میں جکڑا تھا۔ وہ کچھ پل بعد اس کے سحر سے نکلتے جیسے ہی سامنے دیکھا تو اس کی آنکھیں واں ہوئی تھی کیونکہ سامنے کا نظارہ ایک سر بدلا ہوا تھا۔

دو غنڈے سڑک پر پڑے کراہ رہے تھے اور جس غنڈے نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اس کے ہاتھوں سے خون نکل کر سڑک کو لال کر رہا تھا۔

شاید اسے گولی ماری گئی تھی۔ سردار عون عباس جعفری کے سارے گارڈ گول دائرے کی صورت میں کھڑے سب کو گھیرے ہوئے تھے۔

عبدالخالق اپنے بھجے ہوئے کتوں کو ہاسپٹل لے کر جاؤ، اور اگلی بار ایسی اونچھی حرکت کرتے ہوئے اپنے انجام کے لئے تیار رہنا۔!! "وہ سردار عون عباس جعفری کی سرد آواز سن کر اس کی طرف دیکھا تھا جو فون کان سے لگائے سڑک کے بچوں بیچ کھڑا ان غنڈوں کو خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

ہاہاہا۔۔! تمہیں تو اچھے سے معلوم ہے کہ سردار عون عباس جعفری غلطی کرنے والے " کو کبھی معاف نہیں کرتا۔۔!! "معلوم نہیں آگے سے کیا کہا گیا تھا جب سردار عون عباس جعفری کی طنزیہ اور پراسرار سی آواز وہاں کھڑے سبھی کو ایک پل لئے سہاگئی تھی۔۔ وہ حواس میں لوٹتے ہی ان غنڈوں کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتے آگے بڑھی تھی جب وہ فون جیب میں رکھتے اس کے آگے کھڑا ہوا تھا۔۔

ہٹیں سامنے سے۔۔ اگر سردار عون عباس جعفری غلطی کرنے والے کو معاف نہیں " کرتے تو ماہم سکندر بھی غلطی کرنے والے کو بغیر سزا دیے نہیں چھوڑتی۔۔!! "وہ اپنے ہاتھوں کو جھٹک کر ان کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔۔

سردار عون عباس جعفری سمیت سبھی لوگ اس شیرنی کو دیکھ رہے تھے جو اب معلوم نہیں کون سی سزا دینے گئی تھی۔۔

کیا کہا تھا گولی مار دو گے مجھے۔۔ ہمم۔۔!! "وہ جھک کر اپنے پیروں سے شوز نکالتے " ہوئے سب کو ہی حیران کر گئی تھی۔۔ اس کے ایک پیر کا شوز کہیں پیچھے ہی رہ گیا تھا صرف ایک پیر میں ہی تھا جو ان کو خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے شوز نکال رہی تھی۔۔

انسان کی شکل اچھی نہ ہو تو کم از کم بات اچھی کر لینی چاہیے، لیکن تم منسوس شکل والے " مجھے دھمکی دے رہے تھے۔۔!!" وہ اس غنڈے کے گالوں پر اپنے شوز سے لال نشان چھوڑ گئی تھی۔۔

چٹاخ۔۔!! کی آواز کے ساتھ ہی سب کا سکتہ ٹوٹا تھا۔۔

تمہیں اپنے ہاتھوں سے چھو کر میں اپنے ہاتھ ناپاک نہیں کر سکتی اس لئے تم میرے شوز " کو ہی برداشت کرو کچھوے کی شکل والے۔۔ منسوس زلیل انسان۔۔!!" وہ پے در پے تین چار شوز مار مار کر اس کے جبرے ہلا دیا تھا۔۔

اس کے اس شیرنی والے انداز کو دیکھ کر سردار عون عباس جعفری کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جسے اس نے اپنے ہونٹوں کو بھینچے روکنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کے قریب گیا تھا۔۔

استانی سائیں گھر چلیں، رات بہت ہو گئی ہے اور ان کی سزا کی آپ فکر نہیں کریں۔۔ اس " کا انتظام ہو گیا ہے۔۔!!" وہ اس کو بنا ہاتھ لگائے اسے روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

وہ حواس میں لوٹتے ہی ان غنڈوں پر ایک کہر بھری نظر ڈال کر اس کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔۔

حمزہ ٹھیک ہے نا۔۔؟" وہ اپنے آگے چلتے عون سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ اس کے لہجے " کی تڑپ بتا رہی تھی کہ وہ حمزہ کے لئے پریشان ہے۔۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے اشارہ دیا تھا۔۔ ماہم جیسے ہی اندر بیٹھی پہلی نظر خود کو دیکھتے حمزہ پر پڑی تھی۔۔ جو اس کو دیکھتے ہی اس کے سینے سے لگا تھا۔۔

آپ ٹھیک ہیں کیوٹ فرینڈ۔۔؟ کہیں چوٹ تو نہیں لگی آپ کو۔۔؟" وہ اس کے چہرے " کو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے پیالے میں لیے کافی فکر مند لگا تھا۔۔

دین محمد گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب کہ اگلی سیٹ پر بیٹھے سردار عون عباس جعفری نے یہ منظر کافی حیرانگی سے دیکھا تھا۔۔

ہاں میں ٹھیک ہوں میرے چھوٹے سے ہینڈ سم لالی پاپ۔۔!!" وہ مسکراتے ہوئے " اس کے بالوں کو بگاڑ کر اسے خود میں بھینچ چکی تھی۔۔

سردار عون عباس جعفری کے گاڑ کی سات گاڑیاں ان کے پیچھے رواں دواں تھی۔۔
مسلسل تین گھنٹے کا سفر حمزہ اور ماہم کے رازوں نیاز سنتے ہوئے کٹا تھا۔۔

گاؤں کی سرحد میں اب ان کی گاڑی داخل ہو گئی تھی جب سردار عون عباس جعفری کی
آواز گاڑی میں گونجی تھی۔۔

میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں استانی سائیں جو آپ نے اپنی جان کی پروا نہ کرتے "
ہوئے میرے بھائی کی حفاظت کی ہے۔۔ میں آپ کا قرضدار ہوں۔۔!!" وہ بنا پیچھے
دیکھے ماہم سے مخاطب ہوا تھا۔۔

ماہم نے اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔
لالہ میری وجہ سے کیوٹ فرینڈ کو بہت چوٹ لگی ہے۔۔ دکھائیں لالہ کو۔۔!!" حمزہ اس "
پراسرار سی خاموشی کو توڑتے ہوئے ماہم کی چوٹ دیکھنے لگا تھا۔۔

میں گھر جا کر بینڈ تاج کر لوں گی۔۔!!" وہ اسے تسلی دے کر باہر دیکھنے لگی تھی۔۔"
سردار عون عباس جعفری اس کا انداز دیکھ کر ایک پل کے لئے ٹھٹکا تھا۔۔

گاڑی ماہم کے گھر کے سامنے رکی تھی۔۔ دین محمد گاڑی میں ہی تھا جب سردار عمون عباس جعفری گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے نکلنے میں مدد دی تھی۔۔

آپ جائیں میرا گھر سامنے ہے میں چلی جاؤنگی۔۔!!" وہ اسے واپس بھیجنے پر آمادہ " تھی۔۔

بالکل نہیں۔۔ جب تک آپ اندر نہیں چلیں جاتیں میں یہاں سے ایک قدم بھی نہیں " بڑھاؤں گا۔۔!!" وہ گاڑی کے ہیڈ لائٹ کی روشنی میں اس کے دروازے کی بیل پر انگلی رکھتے اسے باور کرایا تھا کہ وہ کسی کی سننے والا نہیں ہے۔۔

کھڑوس، ظالم سردار۔۔!!" وہ منہ میں بڑبڑائی تھی لیکن اس کی آواز اتنی تیز ضرور " تھی کہ وہ اس کے کانوں تک رسائی حاصل کر سکے۔۔

تبھی قدموں کی چاپ کے ساتھ ہی دروازہ کھلا تھا اور جو آواز اور چہرہ اس کے سامنے آیا تھا وہ اسے کچھ پل کے لئے منجمد کر گیا تھا۔۔

اس کی بے یقین نظریں اس چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔ وہ ایک ٹک بس اس پر نور چہرے کو دیکھے جا رہا تھا۔۔

وہ ماہم کو ڈانٹتے اب اندر لے کر جا رہی تھیں، جب اپنے پیچھے سے آتی آواز نے ان کے قدموں میں زنجیر ڈالی تھی۔۔

"!! انابی۔۔"

اس تڑپتی پکارنے وہاں سبھی کو ساکت کیا تھا۔۔

اس پکار میں ایسی تڑپ تھی کہ وہاں کھڑے ہر ایک کے دل کو تڑپایا تھا لیکن بس ایک ہستی ایسی تھی جو حیران ہونے کے بجائے عون عباس جعفری کا چہرہ مڑ کر خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

وہ آگے بڑھتے دروازہ کے اندر داخل ہوتے ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔۔ جو برستی آنکھوں سے ایک بار ماہم کو دیکھ رہی تھیں تو ایک بار اپنے سامنے کھڑے سردار عون عباس جعفری کو۔۔

ماہم ان کا چہرہ دیکھتے بے تہا اشاروتے ہوئے اپنے روم میں بھاگ کر بند ہوئی تھی۔۔

انابی۔۔ میری انابی۔۔!! "وہ برستی آنکھوں سے مسکراتے بے حد خوب رو لگ رہا تھا۔۔"

دین محمد اپنے سردار سائیں کی دنیا ان کو ملتے دیکھ کر دل سے مسکرایا تھا اور اپنے چھوٹے سائیں کا ہاتھ پکڑ کر گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔

"!! میرے جگر کا ٹکڑا۔"

انابی آنکھوں میں آنسوؤں لیے محبت سے اپنی بانہیں پھیلا دیں تھیں۔ اور سردار عون عباس جعفری چھوٹے بچے کی طرح انکی بانہوں میں سما گیا تھا۔

انابی اس کے چہرے کو چومتے سے اپنی باہوں میں بھینچ لیا تھا۔

حمزہ دروازہ پر کھڑا سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر وہ چلتے ہوئے اپنے لالہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔

لالہ ہماری انابی۔۔؟ "وہ گول گول آنکھیں گھماتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔"

ہاں تمہاری انابی۔۔!! "انابی اس چھوٹے سے بچے کو روتے ہوئے خود میں بھینچ گئیں" تھیں۔۔

سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے سردار عون عباس جعفری نے ان کے آنسوؤں اپنی ہتھیلیوں سے صاف کیا تھا۔

انابی ایسے بھی کوئی کرتا ہے کیا۔۔؟ آپ مجھے اور گڈو کو چھوڑ کے چلی گئیں اور انہیں "ساتھ لے کر چلی گئیں، آپ نے ایک بار بھی ہمارے بارے میں نہیں سوچا، ہم کیسے آپ کے بغیر رہے۔۔؟ انابی میری مانوبلی تو کافی بڑی ہو گئی ہیں۔۔ اور جھگڑالو، بہادر
"!!! بھی۔۔"

سردار عون عباس جعفری ان کے ہاتھوں کو چومتے ہوئے ان سے شکوہ شکایات کر رہا تھا۔۔ جسے سنتے ہوئے وہ افسردہ ہو گئیں تھیں۔۔

میرے جگر کے ٹکڑے۔۔! ہم کیسے رہے یہ تو ہمیں جانتے ہیں۔۔!! "وہ اپنے دوپٹے" سے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے انہیں صوفے پر بیٹھاتیں خود ماضی میں گم ہو گئیں تھیں۔۔

انڈیا کے صوبہ پنجاب کے امرتسر ضلع میں واقع ایک گاؤں، جو اپنی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ تھا۔۔

امرتسر کے بازار میں قومی اور غیر ملکی کپڑے بڑی کثرت سے ملتے ہیں، یہاں کے روایتی بازار پاپڑ کے لئے پوری دنیا میں مشہور ہے۔۔

امرتسر کا یہ خوبصورت گاؤں جہاں اس گاؤں کے سردار انیس جعفری اور انکی بیوی سکینہ بی بی رہتی تھیں۔۔

انکے دو بیٹے تھے، اور دو بیٹیاں بھی تھیں، بڑے بیٹے عباس جعفری اور انکی بیوی زینب۔۔ عباس جعفری اور زینب کے دو بیٹے تھے۔۔ عون عباس جعفری، حمزہ عباس جعفری۔۔۔

عباس جعفری نے خاندان میں شادی کی تھی۔۔۔

جبکہ چھوٹے بیٹے سکندر جعفری نے خاندان سے باہر شادی کی تھی۔۔ انکی بیوی مریم اور ایک بیٹی ماہم تھی۔۔

بہت خوشحال گھرانہ تھا۔ گاؤں میں سب کچھ ٹھیک تھا۔ اللہ جانے کیسا طوفان آیا اور سب کچھ پلٹ دیا، حالات اور وقت نے پلٹا مارا اور سب کچھ بدل گیا۔۔

بارہ سالہ عون عباس جعفری چھ ماہ کے حمزہ کو گود میں لیے ہوئے حویلی میں گھوم رہا تھا اور آٹھ سال کی ساؤلی سی اپنی مانوبلی کے ساتھ اپنے آغا جان کے پاس گیا۔۔

آغا جان بے مانوبلی میری ہے نا۔۔؟ میں اسے کسی کو نہیں دوں گا۔۔ یہ بس میری "!! ہے۔۔"

معصوم چہرے کے ساتھ اپنے آغا جان کو جیسے آغاہ کیا گیا تھا۔۔

وہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر مسکرا اٹھے تھے۔۔ تبھی انکی بڑی بہو وہیں پہنچ گئیں۔۔ وہ بھی اپنے بیٹے کے اس انداز کو دیکھ کر مسکراہٹ روک نہیں پائیں تھیں۔۔

ہاں آغا جان آپ میرے لاڈلے کے خواہش کو پورا کر دیں، میری بھی خواہش ہے کہ "!! ہماری گڑیا ہی عون عباس جعفری کی بیوی بنے۔۔"

وہ اپنے بھی دل کی بات بتاتیں انہیں بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

سکینہ تیاری کرو کل ہمارے لاڈلے کا نکاح ہے۔۔!! "وہ اپنی بیگم سے مخاطب ہو کر"
خوشیوں کی نوید سنا گئے تھے۔۔

اس فیصلے پر پوری حویلی سمیت پورا علاقہ جھوم اٹھا تھا۔۔ ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی
تھی۔۔ اگلے دن پوری حویلی دلہن کی طرح برقی قمقموں سے سجائی گئی تھی۔۔ گاؤں کا بچہ
بچہ مدعو تھا۔ سارا انتظام حویلی کے لان میں کیا گیا تھا اور انیکسی میں سامان رکھا گیا تھا، گاؤں
والوں کو باٹنے کے لئے۔۔

نکاح خیر و عافیت سے ہو گیا۔۔ ماہم سکندر جعفری سے ماہم عون عباس جعفری ہو
گئی۔۔ ان چھوٹے سے شہزادہ اور شہزادی کی قسمت آپس میں جڑ گئی۔۔

چھوٹا سا عون عباس جعفری پھولے نہیں سمار ہا تھا۔۔ اس کے چہرے سے خوشی صاف
جھلک رہی تھی، جو ہر کسی کو متوجہ کرنے کے لئے کافی تھی۔۔

پورے علاقے کو خانہ کھلانے کے بعد تحفہ دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔۔ عون کی امی ابو اور
چچا انیکسی میں سامان لینے گئے کہ تبھی آگ کی لپٹیں بلند ہو گئی۔۔

انابی سدے سے چیختی ہوئیں تینوں بچوں کو بھاگ کر اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اندر لے جانے لگیں۔۔

مریم کو خاندان کی عورتیں سنبھالنے لگی۔۔ آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے حویلی سے تین جانیں چلی گئی۔۔

گاؤں میں کہرام مچ گیا۔۔ اگلے دن حویلی میں تفتیش کے دوران ایک نوکر پکڑا گیا۔۔

کئی گاؤں کے سرداران اکٹھا ہوئے اور جرغہ میں فیصلہ ہوا۔۔ فیصلہ کے دوران نوکر کو سامنے لایا گیا اور اس نے جو بتایا اسے سن کر سبھی لوگ دنگ رہ گئے۔۔

اسنے کہا کہ اسے مریم بی بی نے پیسے دیے تھے اور انہیں دوسرے گاؤں کے زمیندار عبدال خالق جو حویلی والوں کا بہت بڑا دشمن تھا۔۔ اس سے مریم بی بی ملی ہوئی ہیں اور

انہوں نے ہی یہ سب کروایا۔۔

لیکن ایسا کچھ نہیں تھا، حقیقت کچھ اور تھی۔۔۔ جرگہ نے فیصلہ کیا کہ مریم بی بی کو گاؤں سے نکال دیا جائے۔۔

سردارانہیں جعفری اپنے دونوں جوان بیٹوں کے سدھے اور غصے کی وجہ سے فیصلہ کو بدل نہیں سکے اور اسے ہی سچ مان لیا جو انہیں دکھایا گیا تھا۔

انابی نے بہت سمجھایا کہ یہ لوگ سہی نہیں کر رہے، دشمن ہم پر غالب آرہا ہے، اگر آپ کا اور میرا بیٹا گیا ہے تو جس پر الزام لگا ہے اس کا شوہر گیا ہے۔ کوئی عورت اتنی پتھر دل نہیں ہوتی جتنی آپ نے سمجھ لیا ہے۔ ہماری بہو باہر خاندان سے ہے تو کیا ہو اوہ ایسا کچھ نہیں کر سکتیں۔

لیکن وہ کچھ کر پاتے اس کے پہلے ہی اگلے دن حویلی میں فیصلہ پر عمل کرنے کا دن تھا۔
!! اسی پر اسرار رات میں پھر حملہ ہو امریم اور ماہم پر۔

حملے کے دوران کسی طرح انہیں انابی حویلی کے پچھلے حصہ سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئیں، لیکن اپنی بہو کو دشمنوں سے بچانے میں کامیاب نہیں ہو سکیں۔

گولیوں کی بوچھاڑ میں نکلتے دشمنوں کی گولی آ کے مریم کے پیٹ میں لگی۔ مریم زمین پر گرتے ہوئے انابی سے ایک بات بتائیں۔

انابی کچھ دن پہلے سکندر کو عبدالخالق کے لوگوں نے دھمکی دی تھی کہ وہ ہم سبھی لوگ کو "مار دیگا اور اس نے کر بھی دیا۔ انابی جو چلے گئے ان کے بعد بچوں کی حفاظت کرنی ہے ورنہ وہ انہیں بھی نہیں چھوڑیگا۔!!" وہ اٹک اٹک کر کہتے انابی کو ساکت کر گئیں تھیں۔۔

انابی میں تو اپنے سکندر کے پاس جا رہی ہوں،"

ماہم آپ کی ذمہ داری ہے، انابی آغا جان کچھ نہیں سمجھ رہے، انکی نظروں میں میں گنہگار "!! ہوں۔۔ انابی آپ ماہم کو لیکر چلی جائیں ورنہ وہ اسے بھی نہیں چھوڑیگا۔۔

اسی رات کے اندھیرے میں انابی ماہم کو لے کر اور اپنی خاص نو کرانی سغرا کو لے کر، اپنے پیچھے دو معصوم بچوں کو چھوڑ کر چلی گئیں۔۔

ساری حویلی بکھر گئی۔۔

آخر کچھ دن بعد سچ سب کے سامنے آگیا۔۔ اسی نو کرنے سچ سب کے سامنے پیش کر دیا۔۔

آغا جان پچھتاتے لگے اور انابی، ماہم کو ہر ممکن کوشش کہ ڈھونڈنے کی لیکن وہ لوگ نہیں ملیں۔۔

اتنے سال گزر گئے، چھوٹے سے اپنے گڈو کو عون عباس جعفری نے پال لیا۔ حمزہ عباس کی ہر بات ماننا عون عباس جعفری اپنا فرض سمجھتا تھا۔

اٹھارہ سال کے ہوتے ہی عون نے سرداری سنبھال لیا۔ اور دشمنوں کو انکی اوقات یاد دلاتے ہوئے اپنی انابی اور مانوبلی کے ڈھونڈنے کا کام بھی شروع کر دیا۔

اور آج اتنے عرصے بعد سردار عون عباس جعفری اپنی دنیا کو اپنے سامنے دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے۔

انابی بہت ہو اب۔۔! اب آپ لوگ حویلی چلیں آپ کا گھر آپ کی راہ دیکھ رہا ہے، " آپ کے اپنے آپ کو دیکھنے کے لیے بیتاب ہیں، ان کی آنکھیں ترس رہی ہیں۔۔!! " وہ انا بی کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں بھینچے حویلی جانے کے لئے انہیں فورس کر رہا تھا۔

انابی آپ تو جانتی تھیں ناں کہ یہ آپ کا گاؤں ہے۔۔؟ یہ آپ کے لوگ ہیں۔۔؟ پھر " آپ نے ایسا کیوں کیا، یہیں آکر اپنوں کو خبر نہیں دی۔۔؟ پتا ہے درد ر کی ٹھو کریں کھائی ہیں آپ کے لیے۔۔ لیکن ایک سوراغ تک نہیں آپ لوگوں کامل رہا تھا مجھے، لیکن آج اللہ کا بہت بہت کرم ہوا جو مجھے میرے اپنے مل گئے۔۔!! " وہ ان سے شکوہ اور شکایات کرتے ہوئے اللہ کا بہت شکر گزار تھا۔۔

وہ انابی کی گود میں نیند سے سوئے ہوئے اپنے گڈو کو اٹھا کر صوفے پر لٹا رہا تھا۔۔

ہاں مجھے معلوم تھا کہ یہ ہمارا گاؤں ہے، بلکہ صرف مجھے ہی نہیں ماہم کو بھی معلوم تھا کہ " یہ اس کا گاؤں ہے، لیکن میں بہت ڈر رہی تھی کہ کہیں میرے اور ماہم کی وجہ سے پھر سے میرے آشیانے پر کوئی دشمن بری نظر ڈالتے تو میں برداشت نہیں کر پاتی۔۔ اس لئے میں چاہتی تھی کہ ہمیں کوئی پہچان نہ پائے۔۔!!! " وہ شکرانے کی نماز کے لیے اٹھ کر کھڑی ہوئی تھیں۔۔

دشمن کو زیر کرنا بہت اچھے سے آتا ہے انابی آپ کے عون عباس جعفری کو۔۔ آپ کو " اب ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ بہت کچھ کھویا ہے ہم نے اب اور کھونے کی

ہمت مجھ میں نہیں ہے۔۔!!" وہ بھی ساتھ ہی اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔ چہرے کا رخ ماہم کے روم کے بند دروازے کی طرف تھا۔۔

اس نے بہت کچھ سہا ہے عون، بہت ازیتیں سہی ہیں۔۔ اس کا بھی حق ہے کہ وہ خوشیاں دیکھے، لیکن اس نے خوشیوں کو خود پر حرام کر لیا ہے۔۔ وہ تم پر غصہ ہے لیکن تم سے نفرت نہیں کرتی ہے۔ ناراض بھی ہے تم سے لیکن اس کے دل میں تمہارا ایک الگ مقام ہے کیونکہ بچپن سے خود کو تم سے جڑا ہوا محسوس کیا ہے۔۔!!" وہ ماہم کی سونی زندگی سے بہت دلبرداشتہ تھیں۔۔

میں سنبھال لو نگا انابی۔۔! آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔۔ وہ سردار عون عباس جعفری کی " سردارنی سائیں ہیں تھوڑی تو اکڑ ہونی ہی چاہیے۔۔!!" اس کے سارے پچھلے نڈر انداز یاد آتے ہی وہ بے ساختہ مسکرایا تھا۔۔

انابی میں دیکھ کر آتا ہوں، انہیں چوٹ لگی تھی گڈو کی وجہ سے۔۔!!" وہ اجازت طلب " نظروں سے دیکھتے ہوئے ماہم کے روم کی طرف بڑھا تھا۔ ڈوپلیٹ چابی سے دروازہ کھول

کر وہ اندر داخل ہوا۔ پورا روم روشنیوں سے جگمگا رہا تھا اور اس کی سردارنی سائیں چادر اوڑھے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھیں۔۔

وہ حیران ہوا تھا کہ بھلا لائٹ جلا کر کون سوتا ہے۔۔

وہ چند قدم چل کر اس کے قریب گیا تھا اور وہیں خاموش کھڑا اس لیٹے ہوئے وجود پر نظریں مرکوز کر دی تھی۔۔ پھر کچھ پل بعد وہ ہاتھوں کو بڑھا کر اس کے چہرے سے چادر ہٹانے کے ساتھ ہی اس کو جھٹکے سے کھینچ کر بیٹھا دیا تھا۔۔ وہ اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکی تھی جس سے وہ سیدھے اس کے سینے سے لگی تھی، دونوں ہی اس حرکت سے ساکت ہوئے ایک دوسرے کو بیتابی سے اپنی آنکھوں کے راستے دل میں اتار رہے تھے۔۔ چند پل بعد وہ دونوں ہی حواس میں لوٹے ایک دوسرے کو جدا کیا تھا۔۔

یہ کیا حرکت تھی۔۔؟ میں آپ کی غلام نہیں ہوں جو مجھ سے آپ ایسا سلوک کر رہے "!!!! ہیں۔۔

ایک کی آنکھوں میں روشنی سی تھی، اپنی ملکیت کی خوشی۔۔ جب کہ دوسرے کی آنکھوں میں آنسوؤں کے ساتھ غصے کی صاف جھلک تھی۔۔

جب نیند نہیں لگ رہی تھی تو سونے کا دکھاوا کیو کر رہیں تھیں سردارنی سائیں۔۔؟ میں " نے کب کہا کہ آپ غلام ہیں، آپ تو سردار عون عباس جعفری کی سردارنی سائیں ہیں۔۔!!! " وہ اس کی روئی۔ روئی بے تہاشا سرخ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اپنے دل میں اٹھتے درد کو دبا گیا تھا۔۔

واہ واہ آفریں ہے آپ پر سردار سائیں۔۔! مجھے دیکھتے تو آپ کو نہیں یاد تھا کہ میرا آپ " سے کوئی تعلق بھی ہے۔۔؟ لیکن انابی کو دیکھتے آپ کو یاد آ گیا کہ کوئی آپ کی سردارنی "!! سائیں بھی ہے۔۔ لیکن آپ کو میں کسی بھی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونے دوں گی۔۔ وہ بیڈ پر ہی اس سے دور کھسکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے جتانے کی کوشش کی تھی کہ وہ اس تعلق کو نہیں مانتی۔۔

کیو آئے ہیں آپ۔۔؟ اب کیا لینے آئے ہیں۔۔؟ یہ دیکھنے آئے ہیں کہ میں اور انابی کیسے " "!! جی رہے ہیں۔۔؟ تو لے دیکھیں کہ ہم ایسے جی رہے ہیں۔۔

ماہم غصہ سے خطرناک حد تک لال سرخ چہرہ لیے بیڈ سے اٹھ کر عون عباس جعفری کے کرتے کو سینے کے یہاں سے دبوچ کر کھڑی ہو گئی۔ آنسو آنکھوں کی باڑ پراٹکا ہوا تھا جیسے ضبط سے اسے روکنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔

عون کا دل اسے اس طرح ٹوٹا دیکھ کر کرا لیا تھا، اس کی بھی آنکھیں لال سرخ انگارہ ہوئیں تھیں۔۔۔ چہرہ شدت غم سے لال ہوا تھا۔

بولیں ناں، بولتے کیوں نہیں۔۔۔؟ "وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی۔۔۔ زیادہ دباؤ ڈالنے کی وجہ" سے اس کے ہاتھوں کی چوٹ سے خون رس کر عون کے سفید کرتا کودا غدار کر رہا تھا۔ عون کی نظر اس کے ہاتھوں سے ہوتے ہوئے اس کی پیشانی کی چوٹ پر پڑی تھی، اسے بینڈیج نام کی کوئی بھی چیز نظر نہیں آئی تھی، وہ اس کی لاپرواہی پر پریشان ہوا تھا۔

وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے کرتے کو دبوچے اس کے ہاتھ کو نرمی سے ہٹا کر اٹھتے روم کی ڈر سے فسٹ ایڈ باکس لے کر پھر اس کے قریب بیٹھا تھا۔

جیسے ہی بینڈیج نکال کر ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا اس کی اگلی بات پر اس کا ہاتھ جہاں تھا وہیں تھما تھا، چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہوا تھا، آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے تھے۔

مجھے ہاتھ لگانے کی سوچنا بھی نہیں کیونکہ میں غیروں کا اپنی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ توڑنا " اچھے سے جانتی ہوں۔۔ میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔۔!!" اس کا خود کو غیر کہنا اور رشتے سے انکار کرنا اس کو آگ لگا گیا تھا۔۔ وہ اس سے اب تک نرمی سے پیش آیا تھا لیکن اس کے اس انداز کو دیکھ کر وہ ٹیڑھا پن دیکھانے پر مجبور ہوا تھا۔۔

اس نے جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچ کر اس کے دوپٹے کا کونا پکڑ کر اس کے منہ کو باندھ چکا تھا اور یہ سب اتنی جلدی ہوا تھا کہ وہ کچھ پل تک سمجھ ہی نہیں سکی تھی۔۔ لیکن اس کے غصے بھرے چہرے کو دیکھ کر وہ کچھ پل کے لئے سہم گئی تھی۔۔

چپ بالکل چپ۔۔! اگر ایک لفظ بھی آپ نے آگے کہا تو آپ کے لئے ٹھیک نہیں ہوگا " کیونکہ آپ کو تو بہت اچھے سے معلوم ہے کہ سردار عون عباس جعفری غلطی کرنے والے کو معاف نہیں کرتا۔۔ چاہے غلطی کرنے والی اس کی سردار نی سائیں ہی کیوں نہ ہوں۔۔!!" وہ اس کے چہرے پر بینڈ تاج لئے جھک کر دھاڑاٹھا تھا۔۔ وہ خوف سے سہمتے اپنی آنکھیں زور سے مینچتے بیڈ کراؤن سے لگی تھی۔۔ عون کی گرم سانسیں اور ہاتھوں کا نرم لمس وہ اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔۔

عون اپنے قریب ترین اس من موہنے چہرے کو بے اختیار دیکھے جا رہا تھا۔ غصہ کہیں دور جاسویا تھا۔

خوبصورت گلابی چہرہ، بند خوف سے مینچی آنکھیں، ان پر جھکی نم گھنیری پلکیں، بھینچے ہوئے ہونٹ۔۔ عون کا دل بے اختیار دھڑکا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ڈپٹ کر اس کی پیشانی پر بندھ لگا کر اب اس کے ہاتھوں کو نرمی سے پکڑ کر پٹی کر رہا تھا۔

ماہم کو اس کے چہرے پر جتنا غصہ دکھ رہا تھا اس کے لمس میں اتنی ہی نرمی محسوس ہوئی تھی۔۔

سردارنی سائیں آپ کا تعلق صرف مجھ سے ہے یہ میں آپ کو کچھ وقت بعد ہی سوچنے پر "مجبور کر دوں گا۔ اور جہاں تک رہی غیر کی بات۔۔ تو صرف کہہ دینے سے نہ ہی کوئی غیر ہو جاتا ہے اور نہ محرم رشتے ختم ہو جاتے ہیں۔۔ آج آپ کو سردار عون عباس جعفری پہلی اور آخری بار بتا رہا ہے کہ وہ اپنی چیزوں سے کبھی دستبردار نہیں ہوتا۔ اور جہاں تک رہی آپ کی بات تو آپ کو سردار عون عباس جعفری سے خود محبت کرنے پر مجبور نہ کر دیا تو

میرا نام بھی سردار عون عباس جعفری نہیں ہے۔۔!!" وہ چیلنج کرتے ہوئے سرگوشی نما آواز میں اس پر جھکا غرا اٹھا تھا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے دوپٹے کو منہ سے کھول چکا تھا۔۔ اسے پہلی بار سردار عون عباس جعفری سے خوف محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

وہ اس کے دونوں اطراف ہاتھ رکھے اس پر جھکے ہوئے ہی اس کے سہمے ہوئے چہرہ پر پھونک مارتے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔

ہم۔۔! کیا کہا آپ نے۔۔؟ میں محبت کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی۔۔؟ کھڑوس، ظالم " سردار۔۔! میں محبت تو بہت دور کی بات ہے میں تو نفرت بھی آپ سے نہیں کرنا چاہتی۔۔ کیونکہ محبت یا نفرت دونوں کے لئے مقابل سے تعلق رکھنا ہوتا ہے اور میں آپ سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی۔۔!!" اس کے کھڑے ہوتے ہی وہ بھی اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے بیڈ سے اتر کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

وہ اس کی باتوں کو سرے سے نظر انداز کرتے ہوئے روم کے دروازے کی طرف بڑھا تھا جب وہ بھی اس کے پیچھے خطرناک تیور لئے آگے بڑھی تھی۔۔ لیکن اس کا پیر لڑکھڑایا تھا

وہ گرنے کے قریب تھی جب وہ پیچھے مڑتے اسے اپنے حصار میں سمیٹ کر گرنے سے بچا گیا تھا۔

سردارنی سائیں صرف اتنا ہی بولیں جتنا آپ بعد میں اس کی بھرپائی کر سکیں، کیونکہ "عون عباس جعفری معاف نہیں کرتا ہے چاہے اس کے سامنے غلطی کرنے والی ماہم عون عباس جعفری ہی کیوں نہ ہو۔!!" وہ اس کے کمر کے گرد سے لپٹے اپنے بازؤں کو ہٹاتے اپنے کاندھوں پر پڑی شال کو اتار کر اس کے گرد نرمی سے لپیٹ کر ساکت کھڑی اپنی سردارنی سائیں کے چہرے پر جھک کر اس کی نم گھنیری پلکوں پر اپنا پہلا لمس چھوڑا تھا۔ وہ اس کا درد اور تکلیف خود پر محسوس کر رہا تھا۔

ماہم اس کے لمس سے ساکت ہوئی حونقوں کی طرح اسے دروازہ بند کر کے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

www.novelsclubb.com

دروازہ بند کرنے کی آواز پر وہ حواس میں لوٹے اپنے گرد لپیٹی شال کو دیکھا تھا اسے سمجھتے دیر نہیں لگی تھی کہ وہ غصے سے اس کے سامنے بنا دوپٹے کے کھڑی ہو گئی تھی۔

بناد و پٹہ کے خود کو اس کے سامنے سوچ کر وہ شرمندہ ہوئی تھی، پھر اپنے گرد لپٹی اس کی شال کو اپنے مٹھیوں میں جکڑتے اسے اپنے چہرے کے پاس کرتے اس میں سے آتی اس کی خوشبو کو اپنے نتھنوں کے ذریعے اپنی سانسوں میں اتارتی بے تہا اشاروتے ہوئے وہیں فرش پر گرتے ہوئے بیٹھ گئی تھی۔۔

معاف نہیں کرونگی آپ کو، ناک رگڑیں گے تب بھی معاف نہیں کرونگی۔۔! "وہ" گھٹنوں میں منہ دیے روتے ہوئے بڑ بڑا رہی تھی۔۔ تکلیف اس کے لہجے سے ظاہر تھی۔۔

وہ لاؤنج میں آکر صوفے پر بیٹھ گیا تھا، چہرہ بالکل سپاٹ تھا، مٹھیوں کو بھینچے وہ اپنے آپ کو روک رہا تھا۔۔

کیا ہوا عمون۔۔؟ وہ ناراض ہے نا تم سے۔۔؟ "انابی اس کے پاس آکر بیٹھی تھیں۔۔"

انابی آپ کو معلوم ہے، ان کی تکلیف مجھے یہاں محسوس ہو رہی ہے۔۔!" اس نے اپنے " دل پر انگلی رکھتے انہیں اپنے درد کا احساس دلایا تھا۔۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔!" انہوں نے اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے اسے تسلی دے " رہیں تمہیں۔۔

انابی مجھے معلوم ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے، لیکن میں آپ کو آغا جان سے ضرور ملواؤں " گا۔۔ انابی ناراضگی، غصہ اور پرانی باتوں کو دور پھینک دیتے ہیں، اور ایک خوشحال زندگی کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔۔!!" وہ انابی کو منانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

میری جان میں تو کبھی ناراض نہیں تھی، حالات کے تحت مجھے اپنا آشیانہ چھوڑ کر دردر کی " ٹھو کریں کھانے پر مجبور کر دیا۔۔ مجھے آج بھی ڈر لگ رہا ہے کہ اگر اسے معلوم ہو گیا تو کہیں وہ پھر سے میری بچی پر حملہ نہ کر وادے۔۔؟" وہ پریشانی سے اپنے خدشات ظاہر کر رہیں تمہیں۔۔

انابی آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، جب تک آپ یہاں ہیں میں حویلی کی " طرح ہی یہاں سیکیورٹی سخت رکھوں گا، میں اب کوئی چانس نہیں لینا چاہتا۔۔ بالکل بھی

نہیں۔۔ وہ جب تک خود سے راضی نہیں ہوتیں ہمارے ساتھ رہنے پر تب تک ہم یہاں سیکیورٹی سخت رکھیں گے۔۔!!" وہ حمزہ کو اپنے کندھے پر لیے اب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

اس کی بات سن کر انابی پر سکون انداز میں مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوئیں تھیں۔۔

چلتا ہوں انابی، باہر گاڑ کھڑے ہیں آپ کو کوئی بھی مسئلہ ہو آپ انہیں بتا سکتی ہیں، یہ " سبھی لوگ میرے وفادار ہیں۔۔ آپ اپنا اور ان کا خیال رکھیے گا۔۔!" وہ ان کے سامنے جھک کر محبت وصولتے باہر نکل گیا تھا۔۔

سردار سائیں آپ چھوٹے سائیں کو مجھے دیں۔۔!" دین محمد اس کے ساتھ چلتے ہوئے " حمزہ کو اس سے لینے کی تگ و دو میں تھا۔۔

دین محمد یہاں سیکیورٹی سخت رکھو، مجھے کوئی بھی بھول چوک نہیں چاہیے۔۔!" وہ حمزہ " کو گاڑی میں لٹاتے ہوئے دین محمد کو سمجھا رہا تھا۔۔

جی سردار سائیں آپ پریشان نہ ہوں میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔۔!" وہ اثبات میں سر " ہلاتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا اور وہاں سے وہ لوگ حویلی کے لئے نکل گئے تھے۔۔

وہ روتے روتے فرش پر ہی نجانے کب سو گئی تھی۔ جسم کے ہر حصے میں درد محسوس ہو رہا تھا، آنکھیں کھلنے سے انکاری ہوئیں تھیں۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے کوئی پکار رہا ہو، لیکن وہ آنکھیں کھول کر دیکھ نہیں پارہی تھی۔۔

ماہم بچے آنکھیں کھولو۔۔ یا اللہ یہ تو بخار میں مبتلا ہے۔۔ اب کیا کروں۔۔؟ عون کو بلاتی "!" ہوں۔۔

انابی دو بجے تہجد کے لئے اٹھیں تھیں تو ماہم کو دیکھنے کے لئے روم میں داخل ہوئیں کیونکہ وہ رات والے واقعے کے بعد بھوکی سو گئی تھی۔۔

وہ جلدی سے عون کو فون کرنے لگیں تھیں۔۔ دس منٹ بعد گھر کی بیل بجی تھی وہ سمجھ گئیں تھیں کہ وہ آچکا ہے۔۔ اس کی جلد بازی پر وہ دل سے مسکرائی تھیں۔۔

اسلام و علیکم انابی۔۔! کیا ہوا ہے۔۔؟ کیسی ہیں وہ۔۔؟ "وہ مین دروازہ بند کرتے ہوئے" اس کے روم کی طرف بے تابی سے بڑھا تھا، نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے آنکھیں لال سرخ تھیں، بال ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔۔

بہت حساس ہے اور جزباتی بھی۔۔ اس نے یہ سب کچھ اپنے سر پر لے لیا ہے تبھی تو بیمار" ہو گئی میری بچی۔۔ یا پھر کل حمزہ کے ساتھ بھاگتے ہوئے چوٹیں بھی تو لگی تھی۔۔!! "وہ پریشانی سے بڑ بڑا ہٹ کے انداز میں کہتے ہوئے چکن کی طرف مڑ گئی تھیں۔۔

ان کی بات سن کر عون کے قدم کچھ پل کے لئے تھمے تھے پھر وہ سر جھٹک کر روم کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔۔

انابی آپ برف اور رومال دے جائیں، میں دیکھتا ہوں آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت" نہیں ہے۔۔!! "وہ انہیں تسلی دے کر روم میں داخل ہوا تھا۔۔

اس کی نظریں اپنی دشمن جاں کو بے قراری سے ڈھونڈ رہی تھیں۔ جو کہ وہی دروازے کے قریب ہی فرش پر منہ کے بل لیٹی تھی۔۔ وہ اس کے قریب جھکتے کندھے سے پکڑ کر سیدھے کیا تھا۔۔

وہ جو شال اسے لپیٹ کر گیا تھا وہی شال اس کے وجود سے لپٹی ہوئی تھی۔ گالوں پر آنسوؤں کے نشان تھے جیسے وہ روتے روتے سو گئی ہو۔۔ وہ کتنے ہی پل اس چہرے سے نظریں ہٹا ہی نہیں پایا تھا۔ دل بے تہاشا درد لئے بے قرار تھا۔۔ وہ اسے اپنے بازوؤں میں نرمی سے اٹھائے بیڈ پر لٹا کر چادر ڈالتے ہوئے اس کے قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔۔ اس کا پورا وجود ہی آگ میں جل رہا تھا۔۔

یہ لو بیٹا۔۔ میں زرا تہجد پڑھ لوں۔۔!! "وہ اسے باؤل میں برف کے ٹکڑے ڈال کر" دے گئیں تھیں۔۔

وہ اس کے پیشانی سے بے ترتیب بالوں کو سمیٹ کر انہیں ہٹاتے ہوئے پٹی رکھنے لگا تھا۔۔ اس کا چہرہ بخار کی شدت سے لال سرخ انگارہ ہوا تھا۔۔

آپ۔۔ آپ اچھے نہیں ہیں۔۔ آپ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں۔۔!! "وہ بخار میں ہی" سرگوشی نما آواز میں بڑبڑارہی تھی۔۔ اس کے ہلتے ہونٹ دیکھ کر وہ حیرانگی سے اس کے قریب جھکا تھا۔۔

اس کی صاف شکوے سے پُر آواز عون کے کانوں تک پہنچ کر اسے ایک بار پھر درد اور ازیت میں مبتلا کر گئی تھی۔۔

ہاں میری سردارنی سائیں میں بالکل بھی اچھا نہیں ہوں، لیکن میں کیسے بتاؤ کہ میں آپ " دونوں کے بغیر ادھورا تھا، کیسے بتاؤں کہ آپ اس دل میں بستیں ہیں اور دل کے مکینوں کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔۔!! "وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھینچے اس پر محبت سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔ جیسے اس کے ہر لمحے کی ازیت کا مداوا کر رہا ہو۔۔

ایک گھنٹے کی محنت پر کہیں جا کر اس کے بخار کا زور ٹوٹا تھا۔۔ لیکن اس کی بڑبڑاہٹ میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔۔

بخار کچھ کم ہوا۔۔؟ "تین بجے کے قریب انابی اندر داخل ہوتے پوچھ رہیں تھیں۔۔"

پہلے سے کچھ کم ہے۔۔ لیکن اگر کم نہیں ہو تو ہاسپٹل لے کر جاؤں گا۔ انابی مانو بخار " میں بڑبڑاتی بھی ہیں کیا۔۔؟ "وہ ان کے قریب آکر اس کا احوال بتانے کے ساتھ ہی کافی سنجیدگی سے سوال پوچھا تھا۔۔

ہاں اور ہمیشہ۔۔ اور ایک راز کی بات بتاؤں۔۔؟ ایسے میں وہ سب کچھ سچ بولتی ہے " مطلب جو دل میں ہوتا ہے وہی۔۔ تم شوہر ہو اس کے چاہو تو آج اس سے کچھ بھی پوچھ لو۔۔!! "وہ مسکراتے ہوئے عون کی پیشانی چومتے ہوئے اس کو راز کی بات بتا کر باہر نکل گئیں تھیں۔۔

وہ ایک بار پھر اس کی بولنے کی آواز سن کر اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا سنگل بیڈ تھا جس پر پتلا سا میٹرس بچھا کر اس پر چادر لگی تھی۔۔

وہ اپنے سر کو ادھر ادھر پٹک رہی تھی شاید سر میں درد بھی تھا۔ وہ اس کے سر کو تکیے سے اٹھا کر اپنے گود میں رکھ کر ہلکے ہاتھوں سے مساج کرنے لگا تھا۔۔

وہ۔۔ وہ مل گئے مجھے، لیکن بات نہیں کرونگی۔۔! "وہ اس کی سرگوشی نما آواز سن کر " اپنے ہاتھ روکے تھے۔۔

کیوں بات نہیں کرینگی۔۔؟" اس نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے سوال " پوچھا تھا۔۔

کیونکہ ناراض ہوں۔۔!" وہ اس کے سوال پر تھوڑی دیر بعد بولی تھی۔۔ عون بہت " گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

کیوں ناراض ہیں۔۔؟" وہ نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہا تھا۔۔"

میں ان کا ہمیشہ انتظار کرتی رہتی تھی کہ وہ مجھے ڈھونڈتے ہوئے آئینگے۔۔ لیکن وہ نہیں " آئے، شاید ماہم سکندر کسی کے لئے ضروری نہیں ہے، عون عباس جعفری کے لئے تو بالکل بھی نہیں۔۔!!" وہ اس کی نم غمزہ آواز سن کر ساکت ہوا تھا۔۔ اب اسے سمجھ آ رہا تھا کہ اس کی ناراضگی اور غصے کے پیچھے کیا وجہ ہے۔۔

کیا عون عباس جعفری۔۔! ماہم سکندر کے لئے ضروری ہے۔۔؟" وہ اس کی پیشانی پر " انگلیاں پھیرتے ہوئے بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔

یہ سکریٹ ہے میرا۔ آپ انہیں نہیں بتانا ورنہ وہ سرچڑھ جائیں گے۔۔!" وہ چھوٹے " بچوں کی طرح منہ بگاڑتی بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔ عون اس کی اس ادا پر بے ساختہ مسکرایا تھا۔۔ اسی سے چھپانے والی بات وہ اب اسی سے کرنے جا رہی تھی۔۔ بالکل سیکرٹ ہے۔ میں نہیں بتاؤں گا۔۔!" وہ اسے یقین دہانی کرواتے ہوئے اسے " بولنے پر اکسارہا تھا۔۔

مجھے ان سے تو معلوم نہیں لیکن اپنے نام کے ساتھ لگے ان کے نام سے بے تہاشا محبت " ہے۔۔ ماہم عون جعفری۔۔! یہ نام میرے جینے کی وجہ ہے۔۔ میں اس نام کو کبھی بٹنے نہیں دوں گی۔۔!!" اس کے لفظ عون عباس جعفری کے دل پر ٹھاہ کر کے لگے تھے وہ کتنے ہی پل اس کے چہرے سے نظریں ہٹا نہیں پایا تھا۔۔ وہ اب پر سکون سی آنکھیں بند کر کے سو گئی تھی۔۔

میں آپ کے ان سارے سوالوں کے جواب آپ حوش و حواس میں ہونگی تب دوں گا۔۔" اور ہاں آپ نے مجھ تک پہنچنے کا راستہ خود بتایا ہے میری دھڑکن سائیں۔۔ اب آپ بس دیکھنا، کیسے کھڑوس، ظالم سردار عون عباس جعفری تک آپ کو پہنچنے پر مجبور کرتا

ہوں۔۔!!" وہ اپنے ہونٹوں کو مسکراہٹ کے انداز میں ڈھلنے سے روک نہیں پایا تھا۔۔
وہ اس کے سر کو تکیے پر رکھتے جھک کر عقیدت سے اس کی پیشانی پر مہر ثبت کی تھی۔۔ پھر
وہاں سے نکل کر وضو کر کے لاؤنج میں آ کر تہجد پڑھنے کے ساتھ ہی شکرانے کے نوافل ادا
کئے تھے۔۔ پھر فجر پڑھ کر وہیں سو گیا تھا۔۔

صبح جب اس کی آنکھیں کھولیں تو انابی اس کے ساتھ بیٹھی ہوئیں تھیں۔۔ اس نے اپنے
بھاری ہوتے سر کے ساتھ آنکھیں بمشکل کھولنے کی کوشش کی تھی۔۔

دھی کیسا محسوس کر رہی اب۔۔؟ اٹھو منہ دھول کر پہلے کچھ کھا لو پھر دو لینا ہوگا۔۔!!" "
وہ اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بخار کی شدت محسوس کرنے کی کوشش کر رہی تھیں جو کہ
اب پھر سے بڑھنے لگا تھا۔۔

انابی میں ٹھیک ہوں۔۔ دوا کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں ہے بلکہ ابھی آپ دیکھنا میں کیسے " اٹھ کر بیٹھتی ہوں۔۔!!" وہ جبراً مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے انہیں اپنے ٹھیک ہونے کی تسلی دے رہی تھی۔۔

وہ اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کمزوری کی وجہ سے اٹھ نہیں پارہی تھی۔۔

انابی میں انہیں دیکھ لو نگا۔۔ آپ دین محمد کے ساتھ آج اور ابھی شہر جا رہی ہیں اپنا مکمل " چیک اپ کروانے کے لئے، میں کوئی انکار اس معاملے میں نہیں سنوں گا۔ اور جہاں تک رہی آپ کی بچی کے خیال کی بات تو آپ کو مجھ پر یقین ہے نا۔ شام تک ان شاء اللہ یہ لڑتی جھگڑتی نظر آئیں گی آپ کو۔۔!!" وہ روم میں داخل ہوتے انابی کے کندھے پر ہاتھ رکھے تسلی دی تھی اور اپنی طرف حیرت انگیز نظروں سے دیکھتی اپنی دشمن جاں کو نظر انداز کیا تھا۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ابھی اس نے تیسری جنگ عظیم شروع کر دینی ہے اس لیے وہ انابی کو ان کے روم کی طرف روانہ کر کے واپس مڑا تھا۔۔

آپ۔۔ آپ کی ہمت کیسے ہوئی میرے روم میں داخل ہونے کے۔۔؟ اور یہ صبح صبح " یہاں کے سردار نے ٹھیکہ لیا ہوا کہ منہ اٹھا کر کسی کے بھی گھر میں داخل ہونے کا۔۔؟ " وہ ماتھے پر بل ڈال کر اسے گھورنے کے ساتھ ہی پھنکاری تھی۔۔

ہو سکتا ہے کہ میں صبح کے بجائے رات میں ہی آیا ہوں۔۔؟ " وہ ایک ایبر واٹھا کر اسے " دیکھتے ہوئے وہیں دیوار سے ٹیک لگائے شاہانہ انداز میں کھڑا ہوا تھا۔۔

ماہم اسے دیکھنے سے گریز کر رہی تھی وہ جانتی تھی کہ وہ ایک ساحر ہے اگر وہ اسے دیکھے گی تو اس کے سحر میں جکڑ لی جائے گی۔۔

سردار عون عباس جعفری اس کے گریز کو دیکھ کر اپنی بے ساختہ آنے والی مسکراہٹ کو اپنے ہونٹوں کو بھینچے دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ لیکن اپنی آنکھوں کو مسکرانے سے وہ روک نہیں پایا تھا۔۔

کیا۔۔؟ " وہ صدمے سے آنکھیں پھاڑے اس کی بات سن کر جیسے ہی اس کی طرف " دیکھا تھا۔۔ اس کے آنکھوں کی مسکراہٹ دیکھ کر وہ اس کے سحر میں جکڑی گئی تھی۔۔ نظریں اس کے چہرے کا طواف کرتے ہوئے پلٹنے سے انکاری ہوئیں تھیں۔۔

سردار عون عباس جعفری اس کی نظروں کے ارتکاز کو خود پر مرکوز دیکھ کر مسکراتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔

اس طرح مجھے آنکھیں پھاڑ کر دیکھیں گی تو بقول آپ کے ظالم، کھڑوس سردار عون "عباس جعفری سے آپ کو محبت کے بجائے عشق ہو جائے گا۔ جس سے مجھے تو کوئی نقصان ہو یا نہ ہو لیکن آپ کو بہت نقصان ہو گا۔!!" وہ بیڈ پر لیٹی ماہم سکندر کے قریب جھک کر مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پر ہلکی سی پھونک مارتے اسے اٹھا کر بیٹھا دیا تھا۔ وہ اس کے سحر سے آزاد ہوتے ہو اس میں لوٹتے ہی اس پر چیخ اٹھی تھی۔

آپ دور رہیں مجھ سے۔ اور خبردار کہ میرے کمزور ہونے کا فائدہ اٹھانے کی کوشش "بھی کہ آپ نے تو۔۔؟" وہ انگلی اٹھا کر اس پر دھاڑا اٹھی تھی۔

www.novelsclubb.com

تو۔۔؟ تو کیا سردار نی سائیں۔۔؟ "وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کی "بے خبری کا فائدہ اٹھاتے جھک کر اس کے پیروں میں چپل پہنائی تھی۔

تو آپ مجھے جانتے نہیں ہیں۔۔ مجھے کشتی آتی ہے، میں آپ کو دھوبی کے کپڑوں کی طرح " پچھاڑ سکتی ہوں۔۔!" وہ اسے جھک کر چیل پہناتے دیکھ کر ساکت ہوئی تھی۔۔ اس کی نظریں اپنے سامنے بیٹھے اس خوب روچہرے کا طواف کر رہی تھی۔۔

آپ فائدہ اٹھانے کی بات کر رہیں تھیں تو سن لیں آپ، کہ عزت کے محافظ کبھی گندی " نظر نہیں ڈالتے۔۔ اور سردار عون عباس جعفری جس دن اپنے حصے پر ایسی نظر اٹھا گیا اسی دن وہ مر جائے گا، نہیں جی پائیگا وہ۔۔!!" اس کی بھاری گمبھیر آواز سن کر ماہم کا دل زور سے دھڑکا تھا۔۔ وہ اپنے دل کی اس دغا بازی پر ڈپٹتے ہوئے اس سے نظریں چراتے اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی۔۔ لیکن کمزوری کی وجہ سے وہ لڑکھڑا کر زمین بوس ہوتی کو اپنے سامنے کھڑے سردار عون عباس جعفری کے کندھے کو دبوچتے خود کو گرنے سے بچا تو گئی تھی لیکن اس کی نظروں سے خود کو نہیں بچا پائی تھی۔۔

میں نے تو اب کچھ نہیں کیا لیکن لگتا ہے کہ سردار عون عباس جعفری کا فائدہ اٹھانے کی " کوشش آپ ضرور کر رہی ہیں۔۔؟" وہ اسے سہارا دیتے واشروم میں لے جا کر اسٹول پر بیٹھایا تھا۔۔

وہ اس سے شرمندگی کی وجہ سے نظریں چراتے ہوئے فرش پر نظریں مرکوز کر دی تھی۔۔

عون اسے اپنی حرکت پر شرمندہ ہوتے دیکھ، اپنے ہونٹوں کو بھینچے واشروم سے باہر نکل کر کھڑا ہوا تھا۔۔

دس منٹ بعد وہ فریش ہو کر باہر نکلی تھی، اس کی نظریں ابھی بھی جھکی ہوئی تھیں۔۔ عون اسے بازوؤں سے پکڑ کر سہارا دیتے بیڈ پر لا کر بیٹھا یا تھا اور خود نکل کر باہر چلا گیا تھا۔۔ ماہم اپنی حرکت پر اپنے آپ کو ابھی تک کوس رہی تھی۔۔ پانچ منٹ بعد وہ ہاتھوں میں ناشتہ کی ٹرے لے کر روم میں داخل ہوتے اس کے سامنے بیٹھا تھا۔۔ ماہم کو اس کا اس طرح اپنی تیمارداری کرتے ہوئے دیکھ کر عجیب لگا تھا۔۔

آپ یہ سب کیوں کر رہے ہیں۔۔؟ میں جانتی ہوں کہ آپ اپنے گاؤں کے لوگوں کے " لئے ایک اچھے بلکہ بہت زیادہ اچھے سردار سائیں ہیں، لیکن مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ آپ کیا ہیں۔۔؟ میں یہاں سے چلی جاؤنگی، نہیں رہنا مجھے یہاں، میں شہر جا کر کوئی اور جاب ڈھونڈ لونگی، میں آپ سے اور آپ سے جڑے لوگوں سے بہت دور جانا چاہتی

ہوں۔۔!!" وہ اس کی لائی گئی ٹرے پر نظریں مرکوز کیے اسے اپنے ارادے سے آگاہ کر رہی تھی۔۔ وہ بے بس سی اپنے دل پر پتھر رکھ کر دور ہونے کی بات کہہ رہی تھی۔۔

لیکن وہ یہ سب کس دل سے کہہ رہی تھی اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا۔۔

آپ یہاں آئیں اپنی مرضی سے تھیں لیکن جائینگے سردار عون عباس جعفری کی مرضی " سے۔۔ آپ ایک قدم اس گاؤں سے باہر نکال کر دیکھنا سردار فی سائیں پھر دیکھنا میں کیا کرتا ہوں۔۔!!" وہ دھمکی آمیز آواز میں اسے اپنی غصے سے بے تہاشا سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے اسے باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اب وہ اس کی دسترس سے کبھی نکل نہیں سکتیں ہیں۔۔۔

آ۔۔ آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں۔۔؟" وہ اس کے شعلے نکلتے آنکھوں کو دیکھ کر "

خوفزدہ ہوئی تھی۔۔ www.novelsclubb.com

میں دھمکی دینے کے ساتھ بہت کچھ کر بھی سکتا ہوں۔۔!!" اس کی معنی خیز آواز میں "

کہا گیا جملہ ماہم سکندر کی دنیا کو تہہ و بالا کر گیا تھا۔۔

جو کرنا ہے کر لیں، میں آپ سے نہیں ڈرتی۔!!" وہ دو بدو اس سے مقابلہ کرتے " ہوئے اپنے خوف پر قابو پا چکی تھی۔۔

آپ پہلے مقابلہ کی ہمت تو لائیں پھر مقابلہ بھی کر لیں گے۔۔ سردار عون عباس جعفری " بیمار اور کمزوروں سے مقابلہ نہیں کرتا ہے۔۔!!" وہ اس کی بیماری حالت پر چوٹ کرتے ہوئے ٹرے اس کے پاس کھسکاتے ہوئے وہ اٹھ کر دو الے کر آیا تھا۔۔

وہ غصے سے ہانپنے لگی تھی، آنکھیں اس کی بات اور تاثرات دیکھ کر بے اختیار نم ہوئیں تھیں۔۔ وہ اپنے آنسوؤں کو اپنے اندر اتارتے ہوئے اس کی طنزیہ آواز برداشت کی تھی۔۔ وہ ہاتھ بڑھا کر پراٹھا توڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن شاید کمزوری کی وجہ سے مشکل ہو رہا تھا۔۔ جب وہ اسے دیکھتے پراٹھے کو حصہ میں تقسیم کرتے ہوئے پلیٹ میں رکھا تھا۔۔ وہ بنا کچھ بولے دو چار لقمے زہر مار کر ہلک کے اندر اتارتے اسے دو اور پیر سے نکالتے دیکھ کر حواس باختہ ہوئی تھی۔۔ چہرے کا رنگ متغیر ہوا تھا۔۔

م۔۔ مجھے چائے پینی ہے۔۔!!" وہ دو اپر نظریں جمائے ہوئے زرد چہرے کے ساتھ ہی " اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔۔

وہ اس کے اچانک بدلے تاثرات دیکھ کر اندر سے پریشان ہوا تھا۔

آپ بیٹھیں میں لے کر آتا ہوں۔۔!" وہ اسے بیٹھا کر خود باہر نکل گیا تھا۔۔ وہ جو "نو کروں کی فوج میں رہتے ہوئے رشک بھری نظروں سے دیکھا جاتا تھا وہ آج کسی کے لئے بھاگ بھاگ کر کام کر رہا تھا۔ اگر کوئی اسے دیکھ لیتا تو یقین کرنا مشکل ہو جاتا اس کے لئے۔۔

اس کے باہر جاتے ہی وہ خود کو گھسیٹتے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی اور ادھر ادھر نظر دوڑانے لگی تھی۔۔

یا اللہ کہاں جاؤں میں۔۔؟ کہاں چھپوں۔۔؟" وہ پسینے سے ترپیشانی کو مسلتے ہوئے چھپنے کی جگہ تلاش کرنے لگی تھی۔۔ پھر اچانک زہن میں ایک جگہ سمجھ آئی تھی وہ جا کر اس کے پیچھے چھپ گئی تھی۔۔

وہ کچن میں داخل ہوا تھا جب انابی ہاسپٹل جانے کے لئے تیار ہو کر کچن میں ہوتی کھٹ پیٹ کی آواز سے کچن میں داخل ہوئیں تھیں۔۔

انابی دین محمد باہر ہی ہے، وہ آپ کا انتظار کر رہا ہے۔۔!! "وہ انہیں باہر کی طرف اشارہ" دیتے ہوئے خود پانی گیس کے برنر پر رکھ رہا تھا۔۔

اسلام و علیکم انابی۔۔! "حمزہ کچن کے دروازے پر آتا انابی کو کمر سے پکڑ کر لپٹتے ہوئے" سلام کیا تھا۔۔

اسے یہاں دیکھ کر دونوں ہی حیران ہو گئے تھے۔۔

و علیکم السلام۔۔! جیتے رہو، خوش رہو۔۔! "انابی اس کی پیشانی چومتے ہوئے اٹھیں" تھیں جب بے ساختہ مسکراتے ہوئے عون کو حمزہ کی طرف بڑھتے دیکھا۔۔

گڈ مارنگ میرے پاؤں کے ٹکڑے۔۔! "وہ ہاتھوں کو تیج بنا کر اس کے سامنے پنوں کے" بل بیٹھا تھا۔۔

گڈ مارنگ۔۔! لیکن میں اس وقت لالہ کے پاؤں کا ٹکڑا نہیں بلکہ کیوٹ سی اپیا کالالی پاپ" ہوں۔۔!! "وہ ناراض ناراض سا بہت کیوٹ لگا تھا۔۔

وہ عون کے بڑھے ہاتھوں کے پنج پر اپنی چھوٹی سی مٹھی سے ٹچ کیا تھا۔

"اوہ لالہ پر بھلا یہ ظلم کیوں۔۔؟"

وہ مصنوعی فکر مندی سے اپنی شیو کو انگلیوں سے سہلاتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

کیونکہ آج صبح آپ مجھے مارننگ وش کر کے اٹھانے نہیں آئے تھے اور مجھے ناشتہ بھی نہیں دیا۔ اس لئے میں آج آپ سے ناراض ہوں۔۔!!" وہ اس سے اپنی ناراضگی بتاتے آنکھوں میں آنسوؤں بھر لایا تھا۔ اس کے آنسوؤں کو دیکھ کر وہاں دونوں ہی فرد کا دل کر لایا تھا۔

آئیم ریلی سوری گڈو۔۔ میں صبح میں گھر نہیں تھا اس لیے مارننگ وش نہیں کر پایا لیکن اب آپ کو مزید ارسانا ناشتہ ضرور کرواؤنگا۔۔!!" وہ اس سے معافی مانگتے اسے اپنے بازوؤں میں لیے خود میں بھینچ چکا تھا۔

گڈو ابھی بھی لالہ سے ناراض ہو۔۔!!" وہ اسے خود میں بھینچے اس کے بالوں کو بگاڑ کر "سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

میں کبھی اپنے لالہ سے ناراض نہیں ہو سکتا کیونکہ لالہ سے بہت زیادہ والا پیار کرتا" ہوں۔!!" وہ اس کے خوب روچہرے کو اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں تھامے اس کے گالوں کو محبت سے چومتے اسے سرشار کیا تھا۔

اچھا اپنی کیوٹ ایسا سے بھی زیادہ پیار کرتے ہو۔؟" وہ شرارت سے اپنی مسکراہٹ کو روکنے کے لئے اپنے نچلے ہونٹ کو دبایا تھا۔

وہ ان دونوں میں ہی جان گیا تھا وہ اپنی ایسا کا مرید بن گیا ہے۔

اُمم۔۔ دونوں سے برابر پیار کرتا ہوں۔!!" وہ سوچنے کے انداز میں تھوڑی پرانگی رکھتے ڈوپلیمٹک بات کر گیا تھا جسے سنتے اس کی چالاکی پر انابی اور عون دونوں کا ہتھہ بے ساختہ تھا۔

اچھا آپ ٹیبل پر بیٹھیں میں آپ کو ناشتہ دیتا ہوں۔!!" وہ اسے ٹیبل پر بیٹھاتے ہوئے انابی کی طرف گھوما تھا۔

انابی مانو عجیب سا کر رہی ہیں مطلب گھبرائی ہوئی سی لگ رہی تھیں۔۔ ایسا کیوں۔۔؟" وہ اپنے زہن میں کلبلا تے سوال کو انابی کے سامنے پیش کیا تھا۔

کیا دوا دینے کہ بات کی بیٹا آپ نے۔۔؟" وہ پر سوچ انداز میں پوچھ رہیں تھیں۔۔"

جی۔۔! بخار پھر محسوس ہو رہا ہے تو سوچا دوا دے دوں۔۔!!" وہ حیرانگی ظاہر کر رہا تھا۔۔

بیٹا وہ دوا نہیں لے پاتی ہے، بہت مشکل ہوگی تمہارے لئے۔۔!!" وہ اسے بتاتے " ہوئے دین محمد کے بلانے پر باہر کی طرف بڑھ گئیں تھیں۔۔

اور وہ آنکھوں میں بے یقینی سمو کر ماہم کے روم کی طرف دیوانہ وار بڑھا تھا۔۔

سردارنی سائیں۔۔! کدھر ہیں آپ۔۔؟ باہر نکلیں فوراً۔۔!!" وہ روم کے وسط میں " کھڑے ہو کر چاروں طرف اسے ڈھونڈنے کے لئے نظریں دوڑا رہا تھا۔۔ لیکن وہ اسے کہیں نہیں دکھی تھی۔۔

دشمن کو اپنی زیرک نگاہوں سے دیکھ کر مات دینے والا بھلا اپنی سردارنی سائیں کو نہیں ڈھونڈ پاتا۔۔؟ وہ بیڈ کے پاس ہلچل محسوس کرتا اس طرف بڑھا تھا۔۔

فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بیڈ کے نیچے جھانکتے وہ ساکت ہوا تھا۔۔

وہ بیڈ کے نیچے فرش پر منہ کے بل لیٹی ہوئی تھی، چہرہ بازوؤں میں چھپائے شاید رونے کا شغل پورا کر رہی تھی۔۔

عمون نے بنا کچھ بولے ہاتھ بڑھا کر اسے نرمی سے گھسیٹ کر باہر نکالا تھا۔۔ وہ وہیں اب فرش پر ہی بیٹھی ہوئی تھی۔۔ آنکھیں رونے اور کچھ بخار کی وجہ سے لال سرخ سی تھی، پلکیں جھپک کر آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے وہ اسے بہت کیوٹ لگی تھی۔۔ اس کے نیچے کون سے خزانہ ڈھونڈ رہی تھیں آپ۔۔؟ "وہ جان بوجھ کر اس سے نارمل" بات کر رہا تھا۔۔

میں سو جاؤں۔۔! "وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے جلدی سے اٹھ کر بیڈ پر بیٹھ گئی" تھی۔۔ اس کی جلدی دیکھ کر وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچ گیا تھا۔۔

وہ اس سے اپنا ڈر، خوف کچھ بھی شیر نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔۔ لیکن سردار عمون عباس جعفری کو اپنی سردارنی سائیں اس طرح ایک دوا سے ڈرتی ہوئی بے چین کر گئی تھی۔۔ کیا ہوا۔۔؟ "وہ اب اس کے سامنے بیٹھتے ایک لمبی سانس ہوا کے سپرد کرتے ہوئے" اس سے نرمی سے مخاطب ہوا تھا۔۔

ڈر لگ رہا ہے۔۔!" وہ کانپتے ہاتھوں کو آپس میں رگڑتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی "تھی۔۔"

کس سے۔۔؟" ایک لفظی سوال مقابل کی طرف سے پھر آیا تھا۔۔"

دوا سے۔۔!" وہ اپنے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلیوں سے صاف کرتے ہوئے بولی تھی۔۔"

ڈرنا تو آپ کو کسی سے بھی نہیں چاہیے۔۔ لیکن ڈر کیوں لگ رہا دوا سے۔۔؟" وہ گلاس "میں پانی ڈال کر اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔۔"

دوا اندر نہیں جاتی، اٹک جاتی ہے۔۔ پھر ویٹیکنگ ہونے لگتی ہے۔۔!" وہ بنا پانی پکڑے "تفصیل سے اسے سو سو کرتے ہوئے بتا رہی تھی۔۔"

میں دوا اٹھا رہا ہوں آپ کو۔۔ آئی پر اس بلکل بھی نہیں اٹکے گی۔۔!!" وہ جس یقین "

سے کہہ رہا تھا وہ ماہم کو اس کی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ وہ اسے نظروں سے تسلی دیتے ہوئے دوا اندر رکھتے اسے اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا تھا۔۔"

وہ خوب و شخص اس کے ہاتھوں میں یقین کی پہلی ڈوری تھما کر پر سکون ہوا تھا۔۔"

کیا دو اتنی آسانی سے کیسے کھالی میں نے۔۔؟ "وہ بے یقینی سے بڑبڑاہٹ کے انداز میں " کہتے ہوئے اپنا گلاسہلار ہی تھی۔۔

وہ اس کے انداز کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔۔

اب سو جائیں آپ۔۔ اٹھنے کے بعد یقین کر لیجیے گا۔۔!! "وہ اس پر مسکراہٹ اچھال کر " باہر نکل گیا تھا۔۔

مغرور، کھڑوس، ظالم سردار۔۔! اگر میرا اس کے لئے مزاق اڑایا ناں تو پھر سارے " کھانے میں پتھر ڈال دوں گی سارے دانت جھڑ جائینگے۔۔!! "وہ اپنی حرکت پر شرمندہ ہوتے اس پر دانت کچکچاتے دھمکی دے رہی تھی۔۔

وہ باہر دروازے پر کھڑا اس کی دھمکی ملاحظہ کرتے بے اختیار قہقہہ لگا اٹھا تھا۔۔

میری معصوم سردارنی سائیں۔۔!! "وہ مسکراتے کچن کی طرف روانہ ہوا تھا جہاں حمزہ " اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔

لالہ کیوٹ اپیا کو کیا ہوا ہے۔۔ دین محمد بھائی مجھے بتا رہے تھے کہ اپیا بیمار ہیں۔۔؟ "وہ کافی سنجیدہ انداز میں عوں کو دیکھتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔۔

ہمم۔۔ بیمار ہیں لیکن آپ پہلے ناشتہ کریں پھر میں آپ کو دکھاتا ہوں۔۔ او کے میرے " پاپڑ کے ٹکڑے۔۔!" وہ اس کے سنجیدگی دیکھ کر مسکراتے ہوئے اس کے بالوں کو بگاڑ کر فریج کی طرف بڑھاتا تھا۔۔

جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے اسے ناشتہ بنا کر اسے روز کی طرح اپنے ہاتھوں سے کھلایا تھا۔۔

کوئی اسے اس طرح ناشتہ بناتے دیکھتا تو بے ہوش ہو جاتا کیونکہ وہ بڑی صفائی سے سارے کام کرتا اپنے لیے کافی بنا کر لاؤنج میں آکر بیٹھا تھا۔۔

شام ہونے والی تھی۔۔ ہر طرف سنہری کرنیں مدھم مدھم روشنی بکھیرتے ہوئے سورج کے ساتھ ہی الویدع کرنے کو تیار تھی۔۔ کسان اپنے اپنے کھیتوں سے نکل کر اب گھروں کو لوٹ رہے تھے۔۔ وہ سوتے میں ہی اسے حمزہ کو دیکھا کر گھر بھیجنے میں کامیاب ہوا تھا۔۔

وہ دوالے کرا بھی تک سوئی ہوئی تھی۔۔ وہ دو تین بار اسے دیکھ کر واپس لوٹ گیا تھا۔۔ لیکن اب شام ہوتے دیکھ کر اسے فکر لاحق ہوئی تھی۔۔

وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھ کر نرمی سے اس کے بالوں کو پیشانی سے ہٹاتے ہوئے اس کی لمبی گھنی پلکوں کو بے خودی میں انگلیوں سے سہلاتے ہوئے دلفریب انداز میں مسکرایا تھا۔۔

سردارنی سائیں اٹھیں۔۔ آنکھیں کھولیں۔۔! "وہ اس کے گالوں کو نرمی سے تھپتھپاتے" ہوئے اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ تھوڑی تگ و دو کے بعد وہ پلکیں واں کرتی اسے حیرت انگیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

آپ۔۔ آپ ابھی تک یہاں ہیں۔۔ جاتے کیوں نہیں۔۔؟ کوئی کام وام نہیں ہے" کیا۔۔؟ "وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتی سوال پر سوال داغ رہی تھی۔۔

اٹھتے ہی یہ جھپٹا مارنے والے انداز پر وہ ایک ایبر واچکا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

کام تو بہت ہیں۔۔ لیکن انابی کی وجہ سے یہاں رہنے پر مجبور تھا۔۔! "وہ جلتی پر پیٹرول" چھڑک کر اسے دیکھتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔

میں اپنا خیال خود رکھ سکتی ہوں۔۔ بلکہ آج تک رکھتی آئی ہوں۔۔ اس لئے آپ محرابانی" کریں اور یہاں سے جائیں اور اپنے بہت سے کام کریں۔۔! "وہ بہت پر زور ڈال کر کہتے ہوئے دانت پیستی اسے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

اس کے نڈر انداز کو دیکھ کر وہ مسکراہٹ دبا گیا تھا۔۔ پھر بھی چہرے پر دبی دبی مسکراہٹ اپنی چھب دکھلا کر معدوم ہوئی تھی۔۔ وہ اپنے کندھے پر پڑی چادر درست کرتے ہوئے اسے بے انتہا مغرور لگا تھا۔۔

وہ اٹھ کر واٹر روم جا رہی تھی، اب پہلے سے اس کی طبیعت کچھ بہتر لگ رہی تھی۔۔ وہ اسے ٹھیک دیکھ کر پر سکون ہوا تھا۔۔

میرے ہونے یا نہ ہونے سے آپ کو فرق نہیں پڑتا۔۔؟ "وہ وہی اپنے ہاتھ باندھ کر" کھڑے ہوتے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

اس کے سوال پر الماری سے کپڑے نکالتے اس کے ہاتھ وہیں ساکت ہوئے تھے۔۔
آنکھوں میں ایک پل کے لئے نمی چھلکی تھی، وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچے کچھ پل بعد اس کی
طرف مڑی تھی۔۔

جیسے اتنے سال میرے ہونے نہ ہونے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا تو میں تو احساس اور "
جزبات سے آری ہوں۔۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ اور سو کالڈ سردار سائیں آپ کو
معلوم ہے کسی کے اتنا قریب ترین نہیں ہونا چاہیے کہ کبھی اس کی حرکت آپ کے لئے
تکلیف کا باعث بنے۔۔!!" وہ اپنے آپ کو مضبوط ظاہر کرتے ہوئے اپنے نم لہجے پر قابو
پاتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے مخاطب تھی۔۔

ہو سکتا ہے جس قربت کو آپ تکلیف سمجھ رہے ہوں وہ آپ کی زندگی کا سب سے خوشنما "
احساس ہو۔۔ چلیں آپ نے میری مشکل آسان کر دی۔۔!!" وہ سنجیدگی سے کہتے کہتے
فوراً اپنی آخری بات پر کندھے اچکاتے باہر نکلنے لگا تھا۔۔ وہ اس کے پر سکون انداز کو دیکھ کر
اپنی شعلہ بارنگاہیں اس کی پشت پر گاڑی تھیں۔۔ اچانک زہن میں اس کی آخری بات
گو نجی تھی، وہ ششدر سی کچھ پل کھڑی رہی تھی پھر بات سمجھتے وہ اپنے روم سے دیوانہ وار
دوڑتے ہوئے باہری دروازہ کے قریب پہنچی تھی۔۔ بخار نے ایسا توڑ دیا تھا کہ اس سے بھاگا

بھی نہیں جا رہا تھا۔ اتنے کم فاصلے طے کرتے ہوئے بھی اس کا دو تین دفعہ پیر لڑ کھڑا یا تھا۔ اس کے قدم دروازہ کے قریب انابی کو دیکھ کر تھمے تھے۔ لیکن سردار عون عباس جعفری کی باتیں سن کر تو اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی تھی۔

وہ اس کے کمرے سے نکل کر مغرور چال چلتے ہوئے دروازہ کی سمت بڑھا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک پراسرار سی مسکراہٹ تھی۔ وہ اپنے پیچھے بھاگتے قدموں کی آہٹ صاف محسوس کر سکتا تھا۔ اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوتی چلی گئی تھی۔ جی انابی دروازہ سے اندر داخل ہوئیں تھیں۔

انابی کیسی ہیں آپ۔۔؟ تھکان تو محسوس نہیں ہو رہی۔۔؟ چلیں آپ آرام کریں۔۔!! وہ ان کی فکر میں مبتلا ہوا تھا۔

بیٹا میں ٹھیک ہوں، آؤ بیٹھو، جا کہاں رہے ہو۔۔؟" وہ اسے دروازے کے قریب دیکھ کر " روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔

انابی مجھے کام بہت ہیں لیکن ہاں ایک منٹ۔۔ میں جاتے جاتے آپ کو کچھ بتانا چاہتا " ہوں۔۔ آئیں یہاں بیٹھیں۔۔!" وہ انہیں لیے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے ہلکے سے گردن ٹیڑی کر کے لاؤنج کے ستون کے پیچھے چھپے وجود پر ایک نظر ڈال کر انابی سے مخاطب ہوا تھا۔۔

انابی اب سے تین دن بعد آپ کے ہر دلعزیز پوتے کا دوسرا نکاح بڑے خوشی کے ساتھ " رکھا گیا ہے۔۔ آپ تو جانتی ہے کہ یہ ہمارے خاندان کی روایت ہے جسے میں کیسے بھول سکتا ہوں۔۔ اور اب تو مجھے ضرور کرنا ہے یہ نکاح کیونکہ کسی نے مجھے کہا ہے کہ مجھ سے "!!" اسے کوئی فرق نہیں پڑتا پھر تو یہ بات بہت اچھی ثابت ہونے والی ہے۔۔۔

وہ پرسکون سے انداز میں ماہم سکندر کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لی تھی۔۔ وہ کتنے ہی بل ستون سے ٹیک لگائے کھڑی اپنے بے جان وجود کو اپنی کپکپاتی ٹانگوں پر سہارنے کی

کوشش کر رہی تھی۔۔ درد اس کے وجود کے ایک ایک نس میں سرایت کر گیا تھا۔۔
آنکھیں شدتِ غم سے بے اختیار لال سرخ انگارہ ہوئیں تھیں۔۔

انابی آپ نے شرکت کرنی ہے چاہے کوئی اور بھلے سے نہ آئے۔۔ تقریبِ حویلی میں ہی"
ہوگی، دلہن بھی حویلی میں ہوگی اس لئے نکاح وہیں رکھا گیا ہے۔۔!" وہ کسی کے دل پر
بجلیاں گراتے ہوئے خود انابی سے باتیں کرتے باہری دروازہ کی طرف بڑھا تھا۔۔ ماہم
وہاں سے پھر اپنے روم میں آتے بیڈ پر اوندھے منہ گر پڑی تھی۔۔

میری جان یہ کیا نیا تماشا ہے۔۔؟ اور کس روایت کی آپ بات کر رہے ہیں۔۔؟" ماہم"
کے روم تک جانے کا ان دونوں کی نظروں نے پیچھا کیا تھا۔۔ انابی نا سمجھ انداز میں عون کو
دیکھ رہی تھیں۔۔

انابی آپ بس دیکھتیں جائیں، اور ہاں میں آپ کو تفصیل بعد میں بتاتا ہوں بس اتنا جان"
لیں آپ کہ خوشیوں کے بادل حویلی پر بھی منڈلانے والے ہیں۔۔!" وہ زومعنی بات کر
کے ان سے ملتے ہوئے باہر نکل گیا تھا اور وہ اس کی بات سمجھ کر بے اختیار مسکرا اٹھیں
تھیں۔۔۔

وہ بیڈپر لیٹ کر پنکھے کو گھورے جا رہی تھی، گاؤں میں بجلی کم آنے کی وجہ سے اس وقت پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ابھی عصر کا وقت تھا لیکن کمرے کی کھڑکی دروازے بند ہونے کی وجہ سے اندھیرے کے ساتھ اب گھٹن بھی محسوس ہو رہی تھی۔ آج دو دن ہو گئے تھے اسے گھر میں رہتے ہوئے۔ اسے سردار عون عباس جعفری کے لفظ ابھی تک کانوں میں گونجتے ہوئے لگے تھے۔

دل کی دنیا اٹھل پھل ہوئی پڑی تھی۔ ایک درد سا وجود میں پھیلتا محسوس ہو رہا تھا۔ کیا اتنا آسان ہوتا ہے اپنوں کو بھول جانا۔؟ جب زخم دل پر لگتا ہے تو وہ ناسور بن جاتا ہے اسے کسی مرحم کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ جذبات اور محبت کی چند بوندیں ہی کافی ہوتی ہیں۔!! "وہ اپنی تنہائی کو آج شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ دل آج غموں سے چور تھا لیکن چہرہ اس وقت ہر احساس سے آری تھا۔

سردار عون عباس جعفری آپ کھڑوس، مغرور اور ظالم کے ساتھ ساتھ بے وفا بھی " ہیں۔۔ دوسری شادی کرنی ہے، روایت قائم رکھنی ہے نا۔۔؟ پھر ٹھیک ہے آپ کی دوسری شادی میں ماہم سکندر ایسا رایتہ پھیلا کر پیش کریگی کہ سارا علاقہ دیکھے گا۔۔!! " وہ خود سے باتیں کرتی ہوئی اٹھ کر بیٹھی تھی۔۔ جو چہرہ ابھی تک بے تاثر تھا اس وقت اس پر زہر خند مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی جس سے اس کے چہرے پر اس کا پیارا سا گڈھا اپنی چھب دکھلا کر معدوم ہوا تھا۔۔

وہ اٹھ کر فریش ہو کر کاٹن کابلیک سوٹ پہنے اس پر میرون چادر لے کر اپنے روم سے نکلتی باہر کی طرف بڑھی تھی۔۔

ماہم بیٹا کہاں جا رہی ہو۔۔؟ طبیعت تمہاری ٹھیک نہیں ہے، اور پھر اندھیرا ہونے والا " ہے۔۔!! " وہ اسے باہر نکلتے دیکھ کر اس کے قریب آ کر کھڑیں ہوئیں تھیں۔۔

میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے، بڑی سخت جان ہوں اتنی جلدی آپ کی جان نہیں " چھوڑوں گی۔۔!! " وہ اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلاتے ہوئے قدم آگے بڑھایا تھا۔۔

بیٹا کیسی باتیں کر رہی ہوں۔۔ ناراض ہو مجھ سے۔۔؟" وہ اس کے چہرے کا رخ اپنی طرف موڑتے اس کی لال سرخ آنکھوں کو دیکھتے پریشان ہو گئیں تھیں۔۔

انابی آپ اپنے لاڈلے پوتے کا نکاح کا فنکشن اٹینڈ کرنے جا رہی ہیں ناں تو خوشی سے " جائیں کیونکہ آپ پر ان کا بھی پورا حق ہے۔۔ آپ اب تک میری حفاظت کے لئے میرے ساتھ درد ر کی ٹھو کریں کھائیں ہیں۔۔ لیکن اب نہیں۔۔ میں چاہتی ہوں خوشیاں آپ بھی دیکھیں۔۔ لیکن اپنے زہن سے یہ خیال نکال دیجیے کہ ماہم سکندر کمزور ہے۔۔!!" وہ زہر خند مسکراہٹ اپنے چہرے پر لیے انہیں حیران کر دیا تھا۔۔

ماہم سکندر اتنی آسانی سے نہ ہار مانتی ہے اور نہ ہی اتنی کمزور ہے کہ جیت اور ہار کے فیصلے " سے پہلے ہی میدان چھوڑ کر بھاگ جائے۔۔ اب تک اپنا حق چھوڑتی آئی ہوں لیکن اب نہیں۔۔ پتہ ہے انابی اگر اپنے حقوق کے لیے خود آواز نہیں بلند کرو تو دوسرا آپ کو کمزور سمجھنے کی غلطی کر جاتے ہیں اور یہی ان کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے۔۔!!" وہ ان کے سامنے جھک کر ان سے پیار لینے کے بعد بنا ان کی سنے باہر نکل گئی تھی۔۔

وہ حیرت زدہ سی موبائل سے آتی آواز کی طرف متوجہ ہوئیں تھیں۔۔

سنایٹا۔۔ یہ تو ناراض نہیں لگی۔۔ مجھے لگا کہ معلوم نہیں کیسی ہوگی۔۔!! "وہ ابھی تک"
اسی احساس سے گھری ہوئی گفتگو کر رہی تھیں۔۔

ہاہاہاہا۔۔ انابی بھلا سردار عون عباس جعفری کی سردارنی سائیں کو کیسا ہونا چاہئے۔۔؟"
ہم۔۔ بہادر اور نڈر۔۔ جوہر طرح کی مشکلات کا سامنا آسانی سے کر لے۔۔ مجھے آج
سردارنی سائیں کا انداز بہت پسند آیا۔۔!! "وہ ان کی بات پر بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑا
تھا۔ اس کی خوبصورت آواز اور اس کا خوشیوں بھرا انداز انہیں بھی مسکرانے پر مجبور کر
دیا تھا۔۔

عون آپ کو لگتا ہے کہ جیسا آپ نے سوچا ہے بالکل ویسا ہی ہوگا۔۔؟ "وہ فکر مند انداز"
میں پوچھ رہیں تھیں۔۔

انابی پہلے مجھے صرف ایک امید تھی لیکن آج کی بات سن کر پورا یقین ہو چکا ہے ہم"
کامیاب ہونگے۔۔ یہ حویلی اپنے سردارنی سائیں کے آنے کی آہٹ محسوس کر رہی ہے۔۔
میرے دل کی دھڑکن گواہی دے رہی ہے کہ میری سردارنی سائیں بس کچھ پل مجھ سے

دور ہیں۔۔!!" جزیبوں سے چور آواز سن کر انابی مسکراتے ہوئے ان کی خوشیوں کی دعا کی تھی۔۔

آج وہ مہینوں بعد گھر میں داخل ہوا تھا۔ چھوٹا سا گھرانہ دھیرے میں ڈوبا ہوا تھا کبھی اس گھر میں بھی رونق ہوا کرتی تھی۔۔ لیکن آج ایسا سیاہ اور ہولناک سناٹا پھیلا ہوا تھا جیسے کسی زیروح نے کبھی یہاں قدم تک نہیں ڈالا ہوگا۔۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے لکڑی کے دروازے کو پار کر کے اندرونی حصے میں داخل ہوا تھا۔۔

وہ ہاتھ بڑھا کر بٹن دبایا تھا اور اس کے ساتھ ہی چھوٹے سے گھر میں پیلے بلب کی روشنی پھیل گئی تھی۔۔ دھیرے دھیرے چلتے ہوئے ایک روم کی طرف بڑھا تھا اور اس میں پہنچتے ہی وہ اندھیرے میں ہی ایک لکڑی کی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔۔ یہ کرسی ہمیشہ کمرے کی

اسی دیوار کے ساتھ رکھی رہتی تھی جہاں ایک کھڑکی تھی جس سے چاند کی روشنی چھن کر آتی اس خوب روچہرے کو منور کر رہی تھی۔۔

وہ کتنے ہی پل وہیں بیٹھ کر اس خاموشی کو محسوس کر رہا تھا۔۔ اسے اس گھر کے ان خاموش حصوں سے محبت تھی۔۔ محبت کے نام پر اس کا دل بے اختیار دھڑک کر خود کے ہونے کی گواہی دی تھی۔۔ وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی دھڑکنیں خود محسوس کر رہا تھا۔۔ وہ ان بے قرار دھڑکنوں کی وجہ سے ہی اپنی اس خاموش محبت کا سا تھی بنا تھا۔۔ جو صرف اور صرف اس کے دل کے دروازے کے اندر بند تھی۔۔

کبھی نہیں سوچا تھا کہ ایک چہرہ حواسوں پر سوار ہو کر اس دل کو دھڑکنے کا سبب بن جائے گا۔۔ میں آپ کو ہر پل اس دل میں محسوس کرتا ہوں چاہے آپ کہیں بھی رہیں۔۔!!" وہ اپنی دھڑکنوں کو سنتے تصور میں اس سے مخاطب ہوا تھا جو اچانک سے اس کے دل کی ملکہ بن گئی تھی۔۔ لیکن وہ ملکہ تو کیا ایک شہزادی بھی نہیں تھی۔۔ کیونکہ شہزادیاں ویسے تو نہیں ہوتی جیسی اس نے دیکھ رکھی تھی۔۔ چھپ کر زندگی جی نہیں جاتی بلکہ کاٹی جاتی ہے اور اس کی شہزادی زندگی کاٹنے پر مجبور تھی۔۔

آپ چاہے کہیں کہ شہزادی بھلے سے نہ ہوں پر آپ میرے دل کی ملکہ ہیں۔۔ لیکن یہ " آپ کبھی جان نہیں سکتی۔۔ کیونکہ میں کبھی آپ سے یہ اعتراف نہیں کروں گا، کبھی نہیں بتاؤں گا کہ آپ میرے لئے کیا ہیں۔۔ کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ اگر میں نے ایسا کچھ بھی کیا تو آپ پر انگلیاں اٹھیں گی جو مجھے گوارہ نہیں۔۔ جب پہلے نہیں کہا تو اب تو بالکل بھی نہیں، لیکن آپ کو اپنا ضرور بناؤ گا، کیونکہ آپ مسز شانزل زاویار ہیں، شانزل کے دل کی ملکہ۔۔!! " وہ اس پیارے سے چہرے سے تصور میں مخاطب ہوا تھا۔۔ لیکن لہجہ بالکل نم تھا جیسے کچھ بہت شدت سے محسوس کر رہا ہو۔۔

آپ جب جب تکلیف میں مبتلا ہوتیں ہیں تو یہ دل درد کی انتہاؤں پر ہوتا ہے۔۔ اس " وقت مجھے اپنے دل کو سمجھانا دینا کاسب سے مشکل ترین کام لگتا ہے۔۔!! " وہ اس کے درد اور تکلیف کو سوچتے ہوئے ازیت میں مبتلا ہوا تھا۔۔ وہ نجانے کتنے دیر اسی طرح بیٹھا رہتا جب اس کا موبائل بجاتا اور اسے اس گھر سے، اس گھر کی یادوں سے، اپنے دل کی ملکہ کی تکلیف دہ سوچوں سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

وہ گاؤں کے اندرونی راستے پر گامزن تھی۔ زہن الجھن کا شکار تھا، آنکھیں غم و غصہ سے لال سرخ تھیں اور دل درد کی انتہاؤں پر تھا۔ اسے اپنا ہر اٹھتا قدم ٹھیک لگ رہا تھا۔

آپ کو لگتا ہے کہ ماہم سکندر یونیورسٹی بنا لڑے ہار مان کر آپ کو خوش ہونے کا موقع " دیگی۔ بالکل نہیں۔ اگر آپ کا جینا حرام نہ کر دیا تو میرا نام بھی ماہم عون عباس جعفری نہیں۔!!" وہ ایک عظیم لئے گاؤں کی ایک گلی مڑتی ہوئی ایک چھوٹے سے دروازہ کے سامنے کھڑی ہوتی دروازہ انگلیوں سے بجایا تھا۔ چند سیکنڈ بعد دروازہ کھلا تھا اور ایک عورت کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔

حناکا گھر یہی ہے۔!!" وہ پہلی بار آنے کی وجہ سے جھجک کا شکار تھی۔"

جی استانی سائیں آپ اندر آجائیں۔!!" وہ خوش اخلاقی سے اسے لیے اندر بڑھیں تھیں " جب حنا بھی وہیں اسے دیکھتی مسکراتے ہوئے اس کو اپنے کمرے میں لے گئی تھی۔

پھر کیا سوچا ہے آپ نے سردار نی سائیں۔؟" وہ اسے کمرے میں رکھی کرسی پر " بیٹھتے عقیدت سے اس سے مخاطب ہو کر اسے حیران کر گئی تھی۔

حناتم یہ لفظ میرے نام کے پیچھے سے ہٹاؤ۔۔ زہر لگتا ہے مجھے۔۔!! "وہ اس کے " سردارنی سائیں کہنے پر تپ اٹھی تھی۔۔

مجھے پہلے نہیں معلوم تھا کہ لیکن اب میں آپ کو صرف نام سے کیسے بلا سکتی ہوں۔۔ " آپ ہمارے سردار سائیں کے حوالے سے کیا ہیں ہم آپ کو بتانے سے قاصر ہیں۔۔!! " وہ اپنی نظریں جھکائے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

زندگی میں پہلی بار کسی کو دوست بنایا وہ بھی اس سو کالڈ سردار کی وجہ سے کھو " دو گئی۔۔!! " وہ غصے سے اپنی مٹھیوں کو بھینچتے کھڑی ہوئی تھی۔۔

نہیں۔۔! آپ نے مجھے اتنے بڑے شرف سے نواز کر مجھے سر خرد کر دیا ہے۔ میں آپ " کی دوست ہوں یہ میرے لئے اعزاز کی بات ہے، لیکن میں آپ کو اب سے سردارنی سائیں ہی کہوں گی۔۔!! " وہ اسے ٹھنڈا کرتے ہوئے پھر بیٹھایا تھا۔۔

اب آگے کیا کرنا ہے۔۔؟ کچھ سوچا ہے آپ نے کہ اندر جانے کے بعد کیا کریں " گے۔۔!! " وہ اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے اسے اصل مسئلہ کی طرف سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔۔

وہ سب میں دیکھ لوں گی، بس حویلی کے اندر داخل ہو جاؤں ایک بار اور وہ میری دشمن مل جائے پھر تو سب سے پہلے میں اس کی گردن اپنے ہاتھوں سے مروڑوں گی۔!!" وہ دانت کچکچاتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو مروڑنے کے انداز میں گھمایا تھا جیسے سچ میں اس کے ہاتھوں کسی کی گردن لگی ہو۔ حنا اس کے انداز دیکھ اپنی مسکراہٹ دباتے فوراً مڑی تھی کہ کہیں وہ اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ لیتی تو خیر نہیں تھی۔۔

وہ حنا کو سب کچھ بتا کر مدد مانگی تھی، اس لئے وہ اس وقت اس کے بلانے پر یہاں موجود تھی۔۔

اچھا دیکھیں مجھے سردار سائیں نے خود بلایا ہے اس لیے جانا تو طے ہے۔۔ میں نے پہلے ہی "کہا ہوا ہے کہ میری دوست بھی میرے ساتھ حویلی آنا چاہتی ہے۔۔ تو سردار سائیں نے کہا ہے کہ وہ آسکتی ہیں کیونکہ ہم گاؤں کے لوگ بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں اس لئے منع کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔!!" وہ اسے تفصیل سے بتاتی ہوئی اپنی الماری سے ایک بڑا سا شاپر نکال کر اس کے پاس بیٹھی تھی۔۔

حناصاف الفاظ میں کہو۔۔ یہ گھما پھرا کر بات نہیں کرو۔۔ کیونکہ اس وقت ویسے ہی میرا " دماغ گھوما ہوا ہے۔۔!! " وہ بیزار سے انداز میں شاپر کی طرف دیکھتے حنا کو جھڑکا تھا۔۔

دیکھیں آپ میری دوست بن کر حویلی جا رہی ہیں ناں تو بس پھر آپ کو بھرپور تیار ہونا " ہوگا۔۔ جس سے آپ پر کسی کا شک نہ جائے۔۔ آپ کو دیکھ کر ایسا لگنا چاہیے کہ آپ سچ میں شادی اٹینڈ کرنے کے لئے آئی ہیں۔۔!! " حنا تفصیل سے اسے بتاتے ایک مہندی والا اسٹیکر نکال کر اس کے ہاتھوں پر چپکایا تھا۔۔

یہ سب کرنا ضروری تو نہیں ہے۔۔؟ " وہ بے بسی سے اسٹیکر کو گھور رہی تھی۔۔ "۔

بالکل ضروری ہے۔۔ بھلا اس کے بنا شادی ہوتی۔۔! میرا مطلب ہے کہ اس کے بنا "۔

شادی اٹینڈ ہوتی ہے۔۔؟ " وہ بے خبری میں کچھ کہتے کہتے فوراً بات بدل دی تھی۔۔

حنا سے سوچوں میں گم دیکھ کر اپنے کام بڑی صفائی سے کرنے لگی تھی۔۔ چالیس منٹ بعد وہ اسے تیار کرنے کے بعد خود بھی تیار ہو کر دونوں اپنی اپنی چادریں لے کر اندھیرے میں گھر سے نکل کر حویلی کے راستے پر گامزن تھیں۔۔

دس منٹ بعد وہ حویلی کے پیچھے بنے ایک چھوٹے سے دروازہ کے سامنے تھیں۔۔

چلیں اندر۔۔!! "حناس سے پوچھتے دروازہ کھول کر اندر قدم رکھ چکی تھی۔۔ ماہم"

حویلی کو دیکھ رہی تھی جو برقی قمتوں سے سجائی گئی تھی۔۔

آج اتنے سالوں بعد حویلی کو دیکھ کر اس کی آنکھیں بے اختیار نم ہوئی تھیں، وہ دروازے کو انگلیوں سے چھو کر محسوس کرتے ہوئے اندر قدم رکھا تھا۔۔ وہاں سے ہوتے ہوئے ہی پچھلی سیڑھیوں سے لے کر وہ ایک روم کے دروازے پر کھڑی ہوئیں تھیں۔۔

حناس تمہیں کچھ عجیب نہیں لگا۔۔؟ یہاں اتنے بڑے پیمانے پر سب کچھ ہو رہا ہے اتنے"

لوگ اکٹھا ہیں، لیکن ہمیں گیٹ سے لیکر اس روم تک آنے میں نہ ہی کسی کا سامنا ہوا ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔۔ جیسے یہ سارا انتظام تو بس ہمارے لئے ہی ہوا ہو۔۔!! "اس کی سوچ پر حنادل ہی دل میں عیش عیش کراٹھی تھی۔۔ اس کو حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس کے سردار سائیں کی سردارنی سائیں کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔۔

نہیں آپ کو ایسا اس لئے محسوس ہوا ہے کہ میں آپ کو پچھلے دروازے سے لے کر"

داخل ہوئی ہوں۔۔ اس طرف جلدی کوئی نہیں آتا ہے اور سوال جواب کرنا بند کریں اور

اندر جائیں، وقت نہیں ہے زیادہ۔!!" وہ اسے خود کو دیکھتے پا کر اندر سے پریشان ہوتے
اسے اس کے کام کی طرف متوجہ کرواتے اندر بھیج کر خود دعائیں مانگنے لگی تھی۔۔

یا اللہ اس سارے کارنامے کے بعد مجھے انجام سے بچالینا۔!!" وہ ہاتھوں کو منہ پر پھیر "
کر اندرونی حصے کی طرف روانہ ہوئی تھی۔۔

وہ اندر جیسے ہی داخل ہوئی دروازہ آٹومیٹک لاک ہوا تھا وہ پلٹ کر دروازہ دیکھنے کے بعد
قدم بڑھاتے لائٹ آن کی تھی۔۔ لائٹ آن کرتے ہر طرف روشنی بکھر گئی تھی۔۔ ماہم
نظریں چاروں طرف دوڑانے کے بعد ساکت ہوئی تھی۔۔

یا اللہ اتنا بڑا روم۔۔؟ یہ تو ہمارے ایک گھر کے برابر بھی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی کہیں "
بڑا ہے۔۔!!" وہ بڑبڑاہٹ کے انداز میں بولتے ہوئے دو قدم آگے بڑھی تھی۔۔

روم کے بچوں بیچ میں ایک بڑا سا بیڈ پڑا تھا اور اس کے ٹھیک اوپر بہت نفیس سا فانوس اپنی روشنیاں بکھیرتے اسے مہوت کیا تھا، بیڈ سے تھوڑی دور صوفہ سیٹ اور ایک ٹیبل پڑا ہوا تھا۔

داہنے دیوار پر تین دروازے نسب تھے۔ اس کی نظریں ایک جگہ ٹھہری تھی۔ وہ بے حد خوبصورت تصویر تھی، جس میں وہ شہزادوں جیسا شخص اپنے چہرے پر ایک پر اسرار مسکراہٹ لئے کھڑا تھا، ماہم کی نظریں ہٹنے سے انکاری ہوئیں تھیں۔

اتنا اچھا لگ رہا ہوں تو تصویر میں دیکھنے کی کیا ضرورت ہے میں آپ کے سامنے بنفس "نفیس کھڑا ہوں۔ مجھے دیکھیے۔!!" اس کے کانوں میں یہ سرگوشی نما آواز پہنچتے ہی اسے پیچھے مڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ آواز اور یہ خوشبو وہ ہزاروں میں پہچان سکتی تھی۔ وہ حیران کن انداز میں پلٹی تھی اور کسی وجود سے ٹکرا کر زمین بوس ہوتی کہ اس سے پہلے ہی وہ اسے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

آپ۔۔! "وہ ایک لفظی الفاظ ادا کرتے اسے دیکھ رہی تھی جو خود بھی اس کا معاینہ کرنے میں مصروف تھا۔

کاٹن کا سفید کرتا پہنے اس پر میرون رنگ کی واسکٹ پہنے، بالوں کو خوبصورتی سے بنائے، ہلکی سی داڑھی میں کوئی شہزادہ ہی لگ رہا تھا۔

ہاں میں۔۔! کیوں یقین نہیں آرہا ہے کیا۔۔؟ "وہ ایک ایبر و اچکا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس کے آنکھوں میں آج ایسی روشنی تھی جو اسے نظریں جھکانے پر مجبور کر رہی تھی۔۔

سفید فراق اس پر میرون موتیوں سے خوبصورت کام بنا تھا؛ زیب تن کیے، چہرے پر لائٹ سامیکپ کیے بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔ سر پر میرون شال لئے وہ ابھی تک اس کے حصار میں نظریں جھکائے کھڑی تھی۔۔

یقین کر لیں سردار نی سائیں کہ آپ اپنے سردار سائیں کے پاس ہیں۔۔!! "وہ زیر لب " مسکراتے ہوئے اس کو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس لے جا کر اسٹول پر بیٹھایا تھا۔۔

ماہم کو اس وقت کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔۔

آپ کی دلہن کہاں ہے۔۔؟" بے اختیار اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے تھے۔۔ وہ " اس کے سوالوں کے بنا جواب دیے ٹیبل پر رکھے نفیس سے زیور اس کی طرف بڑھایا تھا۔۔

آپ اسے پہننا پسند کریں گی یا یہ کام میں اپنے ہاتھوں سے کروں۔۔؟" وہ اس کے پیچھے " کھڑے ہو کر اسے دھمکی کے انداز میں زیورات پہننے پر مجبور کر رہا تھا۔۔

نہیں پہنوں گی۔۔! پہلے جو پوچھا ہے اس کا جواب دیں۔۔!!" وہ غصے سے لال ہوتی اٹھ " کر کھڑی ہوئی تھی جب وہ اس کے کندھے پر اپنے ہاتھوں کا داؤڈا لیتے بٹھایا تھا۔۔

ہم۔۔! میں آپ کو اس طرح سامنے لے کر گیا تو آپ کی انسلٹ ہوگی جو مجھے گوارہ " نہیں۔۔ کم از کم اپنے شایان شان تیار تو ہو جائیں پھر ملو ادینگے آپ کو۔۔!!" وہ پرسکون انداز میں اس کے پیچھے کھڑا تھا۔۔ ماہم اس کے تیور دیکھ کر زیورات پہننے لگی تھی۔۔ لیکن وہ اب اپنے پلان پر پچھتاؤ کا شکار ہوئی تھی۔۔ زیورات پہننے کے بعد وہ ایک میروں زرتار دوپٹے لئے اس کی طرف بڑھا تھا اور اس کے گرد پھیلی چادر کو نرمی سے ہٹاتے ہوئے دوپٹے اڑھانے لگا تھا۔۔

ماہم اس کی انگلیوں کے لمس پر ساکت ہوئی تھی۔۔ لیکن وہ سکون سے بیٹھی تھی۔۔ شیشے کے سامنے دونوں کا عکس ایک ساتھ جھلملاتے ہوئے دونوں کو مبہوت کر دیا تھا۔۔ کتنے ہی پل دونوں نظریں ہٹانے سے قاصر ہوئے تھے۔۔ کچھ پل بعد سردار عون عباس جعفری صوفے کی طرف بڑھتے میرون رنگ کے مردانہ شمال اٹھا کر اس کے زرتار دوپٹے پر ڈالتے ہوئے اس کے رعنائیاں بکھیرتے وجود کو چھپا گیا تھا۔۔

ملیے سردار عون عباس جعفری کی دلہن سے۔۔!! "وہ اپنے ہونٹوں کو دباتے ہوئے" اس کو اٹھا کر اپنے قریب ترین کرتے شیشے کی طرف متوجہ کیا تھا جہاں ماہم سکندر کا عکس جھلملا رہا تھا۔۔ وہ ہونٹوں کو واں کیے ہونٹوں کی طرح سردار عون عباس جعفری کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

مطلب حنانے مجھے دھوکہ دیا ہے۔۔!! "وہ دانت پستے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔۔" نہیں بلکہ حنانے اپنے سردار سائیں سے وفاداری کی ہے۔۔!! "وہ دو قدم اس کے پاس" گیا تھا۔۔ نظریں اس سے ہٹنے سے انکاری ہوئیں تھیں۔۔

میں نے اپنا پہلا نکاح آپ سے کیا تھا اور اب دوسرا نکاح بھی آپ سے ہی کرونگا۔ اگر " آپ خود چل کر میرے پاس نہیں آتیں تو میں کسی سے کر لیتا لیکن آپ کو دیکھ کر ارادہ بدل لیا ہے۔۔ کیونکہ سردار عون عباس جعفری اپنے نام کے ساتھ بے وفا نہیں لگوانا چاہتا ہے۔۔!! " وہ تپانے کے بعد اس کے کہے لفظ اسے واپس لوٹاتے سکون سے اس کے چہرے کے تاثرات جانچ رہا تھا۔۔

وہ غصے سے خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے آنکھوں میں آنسو لیے سرفری سی سردار نی سائیں اپنے کھڑوس، ظالم پلس سٹریل سردار عون عباس جعفری کے دل میں ہلچل مچادی تھی۔۔۔

ابھی نکاح خواہاں آرہے ہیں، بلاچوں چرا کے اپنا فرض ادا کیجئے پھر آپ سے تفصیلی " ملاقات کرنے ضرور آؤں گا۔۔!! " وہ اس کے آنکھوں میں لہراتے شکوے سے نظریں چراتے ہوئے، اس کی بنا سنے روم سے نکلتے انابی کو اندر بھیجا تھا۔۔

وہ اپنے لفظوں کو اپنے سینے میں دبائے اپنے ہونٹوں کو بھینچے بنا کسی سے شکوہ شکایات کیے نکاح نامہ پر سگنچر کر دیا تھا۔۔

اس کی چچی پر سبھی کے دل ہول اٹھے تھے۔۔ لیکن وہ اپنے سردار سائیں پر کامل یقین کر کے اسے تنہا چھوڑ کر باہر نکل گئے تھے۔۔

! کچھ گھنٹے پہلے۔۔

دین محمد پیل پیل کی خبر مجھے دیتے رہو۔۔!! "وہ موبائل کان سے لگائے صوفے پر شان بے نیازی سے بیٹھاسی سی ٹی وی کیمرے کی لائیو فوٹیج دیکھ رہا تھا۔۔

سردار سائیں حنا کے گھر سے نکل کر وہ لوگ بس پچھلے گیٹ پر پہنچنے والیں ہیں۔۔!! "وہ" دین محمد کی بات سن کر بے اختیار مسکرا اٹھا تھا۔۔

سردار نی سائیں رُخ روشن کا دیدار کرانے آئیں ہیں۔۔ آپ کا انتظار بڑا جان لیوا ثابت ہوا" ہے، لیکن اس انتظار میں جو میٹھا میٹھا درد ہے اس کا ایک اپنا لگ مزا ہے۔۔ آپ کی دید کی

آس میں یہ حویلی اور اس کے مکین اپنی پلکیں بچھائے آپ کے منتظر ہیں۔۔!!" وہ نظریں اسکرین پر جما کر حویلی میں داخل ہو تیں اپنی سردارنی سائیں کو دیکھا تھا۔۔

چندپل بعد آمناسا منا ہونے والا تھا، وہ بے اختیار مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔ جب وہ اندر داخل ہوتے حیران کن نظروں سے ارد گرد نظریں دوڑا رہی تھی۔۔ لیکن اسے دیکھ کر وہ ساکت ہوئی تھی۔۔ شاید اسے اس ملاقات کی امید نہیں تھی۔۔ لیکن وہ اسے تنہا کیسے چھوڑ دیتا اس کے پانے کے حصول میں ہی تو وہ یہ سب کر گزرا تھا۔۔

اپنے کہے لفظوں پر اس کی آنکھوں میں بے یقینی اور شکوے کے ساتھ جو آنسوؤں نظر آئے تھے وہ اس کے دل کو چیر گئے تھے۔۔ وہ ضبط سے مٹھیوں کو بھینختے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔۔

ہر طرف ایک خوشی اور مسرت سے پر کیف سماں تھا۔۔ گاؤں کا بچہ بچہ مدعو تھا اپنے سردار سائیں کے نکاح میں۔۔ آج حویلی نے اتنے سالوں بعد خوشیاں دیکھیں تھیں۔۔

سب سے زیادہ خوش آغا جان اور حمزہ عباس جعفری تھے۔۔ آغا جان ماہم سے مل کر آئے تھے، وہ ان سے بہت اچھی طرح ملی تھی۔۔ ان کے دل پر رکھا بوجھ آج کم ہوا تھا، سالوں بعد خوشیوں نے اپنا ڈیرہ اس حویلی میں ڈالا تھا۔۔

وہ ابھی تک ویسے ہی صوفے پر بیٹھ کر نظریں فرش پر مرکوز کیے چہرہ جھکائے ہوئے اپنے اندر اٹھتے طوفان کو روکنے کی کوشش میں مصروف تھی۔۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ابھی اپنی کم مائیگی پر آنکھوں سے دریا بہہ جائے گا۔۔

اچھا نہیں کیا میرے ساتھ۔۔! بالکل بھی اچھا نہیں کیا؛ معاف نہیں کرونگی، آپ چاہے "میرے سامنے ناک رگڑیں گے تب بھی نہیں۔۔!!" وہ بے بسی سے آنکھیں اپنی ہتھیلی سے رگڑتے بڑبڑاتے ہوئے خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سکون تو جیسے کہیں کھوسا گیا تھا۔۔

وہ بے چینی سے اپنی مٹھیوں کو بھینچتے اٹھ کر ادھر ادھر چکر لگا رہی تھی۔۔ کسی طور سکون محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔ تبھی دروازہ پر کھٹکا ہوا تھا اور وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا۔۔

دونوں کی نظروں کا زور دار تصادم ہوا تھا، ایک کی آنکھوں میں بے یقینی، بے بسی، درد، کیا کچھ نہیں تھا جبکہ دوسرے کی آنکھوں میں اپنا کھویا وجود، اپنا آپ پالینے کی چمک تھی۔۔ وہ دو قدم آگے بڑھا تھا، نظریں اس پری پیکر پر ٹکی ہوئی تھیں، جو آج سچی سنوری اس کے دل کو ڈمگانے پر مجبور کر رہی تھی۔۔ لیکن جیسے ہی اس نے ماہم کے چہرے کو غور سے دیکھا تھا دل ایک پل کے لئے دھڑکنا بھول گیا تھا۔۔

وہ آنکھوں میں آنسو لیے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی، چہرہ غصہ سے خطرناک حد تک سرخ ہوا تھا۔۔ وہ خود کو ملامت کرتے ہوئے اس کی طرف بے ساختہ بڑھا تھا۔۔ لیکن وہ پیچھے ہٹنے کے بجائے ساکت سی کھڑی تھی چہرہ ہر احساس سے آری تھا۔۔

اس پورے علاقے کی آن، بان اور شان۔۔! دی گریٹ سردار عون عباس جعفری " ایک معمولی سی ماہم سکندر کو اپنی انگلیوں پر نچا کر اسے بیوقوف بنا کر اندر تک شاد و آباد ہو

گئے ہونگے۔۔ سردار سائیں جشن منائیں آج، کیونکہ جشن منانا بنتا ہے۔۔!!" وہ
خطرناک تیور لئے اسے گھورتے ہوئے پھنکاری تھی۔ بے بسی کے احساس سے ایک آنسو
ٹوٹ کر اس کے گالوں کی زینت بنا تھا۔۔

اس کا یہ انداز اور آنسو دیکھ کر سردار عون عباس جعفری کا دل تڑپتا ہوا قلابازی کھاتا باہر
نکلنے کو بے تاب ہوا تھا۔ وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھتا اس کی ہتھیلیوں کو اپنے مضبوط
ہاتھوں میں نرمی سے جکڑتے ہلکا سا جھٹکا دیا تھا۔ وہ کسی لچکدار ڈالی کی طرح اس کی بانہوں
میں آسمائی تھی۔۔

معمولی نہیں۔۔ بہت ہی خاص ہیں آپ ماہم عون عباس جعفری۔۔! آپ کو تکلیف "
پہنچانے کے بارے میں سوچتے ہی عون عباس جعفری مر جائے گا۔۔!!" وہ بے اختیار
اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے اس کے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی
پوروں سے صاف کیا تھا۔۔

آپ اس محبت کی ضمانت ہیں جسے محسوس کرتے ہی عون عباس جعفری جی اٹھتا ہے۔ " اس دل کی ایک ایک دھڑکن اپنی سردارنی سائیں سے محبت کی گواہ ہیں۔!! " وہ اسے اپنے حصار میں سمیٹ کر اس کی روشن پیشانی پر اپنے ہونٹوں کا مہکتا لمس چھوڑا تھا۔

جھوٹ ہے سب، کچھ بھی سچ نہیں ہے۔۔ چھوڑیں مجھے جانے دیں۔!! " اس کے کہے " ایک ایک لفظ ماہم کی دل میں ٹھنڈک بن کر اتر رہے تھے لیکن وہ پھر بھی ماننے سے انکاری ہوئی تھی۔۔ وہ روتے ہوئے اس کے حصار سے نکلنے کی تگ و دو میں مصروف تھی لیکن اس حصار سے نکلنا اتنا آسان بھی نہیں تھا۔۔

میرا مقصد آپ کو تکلیف پہنچانا ہر گز نہیں تھا بلکہ آپ کو خود سے قریب کرنا تھا۔۔ یہ " دل اب آپ سے دوری کے احساس سے ہی بے پناہ درد کا شکار تھا۔!! " وہ اسے خود میں بھینچ کر اپنی مخصوص گمبھیر آواز میں اس کے دل میں ہلچل مچا گیا تھا، وہ اس سے خود کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہلکان ہوئی تھی۔۔

نہیں یقین کرنا۔ بالکل بھی نہیں، آپ نے مجھے سب کے سامنے ڈیگریڈ کیا " ہے۔!! " وہ اپنے بہتے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلیوں کی پشت سے رگڑ کر صاف کرتے ہوئے شکایات کی پہلی کڑی جوڑی تھی۔

ڈیگریڈ۔! بالکل بھی نہیں سردار نی سائیں۔۔ ہاں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کے " قریب جتنے بھی شخص ہیں سب سردار عون عباس جعفری کے وفادار ہیں، اس لئے ان سے مدد لینے سے پہلے اپنے سردار سائیں سے مدد مانگ لیا کرنا۔!! " وہ اس کی شکایات پر پہلی بار ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا کیونکہ اسے اپنی سردار نی سائیں کو منانا تھا۔

آپ دوسری شادی کرنے والے تھے، اگر میں ادھر نہیں آتی تو آپ کسی چڑیل سے کر " لیتے۔!! " وہ اس کی ایک اور خطا بتاتی پیچھے جاتی واشروم کے دروازے تک پہنچی تھی۔ وہ اب سکون سے ہاتھ باندھے صوفے پر بیٹھا تھا۔ اس کے چڑیل کہنے پر وہ بھی دانت پیستے ہوئے خود کو خونخوار نظروں سے گھورتے دیکھ کر اپنے امڑتے قہقہے کو روکنے کے لئے لب بھینچ کر چہرہ موڑ گیا تھا۔

ہاں ارادہ تو تھا، لیکن اس سے آپ کو فرق پڑتا۔؟" وہ اپنے موبائل پر کال آتے دیکھ کر " موبائل ہاتھ میں اٹھاتے ہوئے نظریں ابھی ابھی اپنی بیوی پر ٹکار کھی تھیں۔۔

مجھے کبھی فرق نہیں پڑا اور نہ ہی پڑے گا اور مجھے سے بات کرنے کو شش بھی مت کریں " آپ۔۔!!" وہ غصہ سے خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے واشر روم میں بند ہو گئی تھی۔۔

عون اس کے چہرے کے تاثرات جانچتے ہوئے بے اختیار مسکراتے ہوئے کال اٹھاتے باہر نکل گیا تھا۔۔

وہ اسے اپنے ساتھ ہونے کا یقین دلانا چاہتا تھا اس لیے فل وقت اسے وقت دیتے ہوئے باہر چلا گیا تھا۔۔

ماہم اتنے جدید ترج سے بنے واشر روم کو دیکھتے ہوئے سٹیٹا گئی تھی۔۔ اس نے کبھی نہیں ایسا واشر روم دیکھا تھا۔۔ وہ وہاں سے نکل کر دوبارہ روم میں داخل ہونے کے ساتھ نظریں گھما کر بے اختیار کسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کہ تھی، لیکن وہ اسے کہیں نہیں دکھا تھا۔۔

وہ اتنے بھاری ڈریس میں سونا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کے پاس اس وقت کوئی اور کپڑے نہیں تھے۔۔ وہ الماری کھول کر عون کے کپڑے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی جب دروازہ پر دستک ہوئی تھی۔۔

آجائیں۔۔!! "وہ دوپٹہ سر پر لیتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی جب ایک ملازمہ اندر داخل ہوتے کھانے کی ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہاتھ باندھے کھڑی ہوئی تھی۔۔

سردارنی سائیں آپ کو کچھ چاہیے تو ہم کو کہیں۔۔؟" وہ نظریں فرش پر مرکوز کیے کھڑی تھی۔

نہیں۔۔! آپ جاسکتی ہیں۔۔!! "وہ ایک لفظی جواب دے کر اپنے زیورات نکالتے ہوئے دوبارہ واشروم کا رخ کیا تھا۔ اپنی جلتی آنکھوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کر کچھ سکون محسوس کرتے ہوئے شیشہ میں خود کو دیکھا تھا۔۔

وہ خود کو دیکھ کر بے چین ہوئی تھی، کسی پل دل کو قرار نہیں مل رہا تھا، چہرہ ہر احساس اور جذبات سے آری تھا، زہن میں سوالات کا انبار لگا ہوا تھا۔۔

وہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑتے ہوئے تولیہ سے منہ صاف کرتے باہر نکل کر صوفے پر بیٹھ کر ٹرے اپنے آگے کرتے خانہ کھانا شروع ہوئی تھی۔۔ بھر پیٹ کھانے کے بعد وہ اپنے بھاری دوپٹے کو سر سے اتار کر صوفے پر پھینکتے ہوئے عون کی دی شال اپنے گرد لپیٹتی ہوئی بیڈ پر لیٹنے کے انداز میں گری تھی۔۔ کچھ پل بعد اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کہیں دھنستی جا رہی ہے، اسے گھٹن کا احساس ہوا تھا وہ بے اختیار جھٹکے سے بیڈ سے اترتے اس نرم بستر کو گھور کر دیکھتے ہوئے بے بس سی ہوتی پیچھے ہٹی تھی۔۔ وہ الماری سے ایک میٹرس نکال کر فرش پر ایک طرف لگا کر اس پر چادر ڈالنے کے بعد بیڈ سے ایک تکیہ لے کر اس پر سکون سے لیٹتے ہوئے اسی شال کو منہ تک اوڑھتے زہن سے ہر سوچ نکال کر سو گئی تھی۔۔

وہ رات کو دو بجے حویلی میں داخل ہوا تھا، ہر طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا۔ وہ پہلے حمزہ کے روم میں داخل ہوتے بیڈ کے قریب پہنچ کر لیمپ کی مدھم روشنی میں اپنے پیارے سے گڈو کو دیکھتے بے اختیار مسکرایا تھا اور پھر اس پر کمفرٹ درست کرتے جھک کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے باہر نکل کر اپنے روم کا رخ کیا تھا۔

وہ دھیرے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا، ہر طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا، لیکن روم روشنیوں سے نہایا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ حیران کن انداز میں ادھر ادھر نظر میں گھما کر بے اختیار اس روم اور اپنے دل پر تنہا حکمرانی کرتی اپنی سردارنی سائیں کو ڈھونڈا تھا۔ بیڈ بالکل کھالی اور شکن سے پاک تھا۔ لیکن اس کی نظریں فرش کے اس حصے پر پڑی جہاں وہ سر سے پیر تک اس کی شمال اوڑھے بے خبر نیند کی آغوش میں اتری ہوئی تھی۔ وہ چند قدم چل کر اس کے قریب پہنچا تھا، کچھ پل اسے ایسے ہی دیکھنے کے بعد وہ فریش ہونے کے لئے واش روم گیا تھا پھر واپس آ کر بیڈ سے اپنے تکیہ کو اٹھاتے فرش پر لیٹے اس وجود کے قریب ہی تکیہ رکھ کر لیٹا تھا۔

وہ آج بے تہاشا خوش تھا اپنے پہلو میں لیٹے اس مہکتے وجود کو اپنے قریب ترین دیکھ کر۔

وہ اپنے ہاتھوں پر اپنے سر کو ٹکا کر تھوڑا سا اونچا ہوتے اس کے چہرے سے شال دھیرے سے سرکاتے اس من موہنے چہرے کا دیدار کیا تھا۔

معصوم چہرہ، چہرے کے گرد لپٹی بالوں کی لٹیں، بند مڑی ہوئی گھنیری پلکیں، تھوڑا سا کھولے ہوئے ہونٹ۔۔ وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اپنی انگلیوں کے پوروں سے اس کے بالوں کی لٹیں ہٹاتے ہوئے اس کی پیشانی پر جھک کر اپنا لمس چھوڑا تھا۔

آپ سردار عون عباس جعفری کے لئے بہت ضروری ہیں، اب تک آپ کے ملنے کی " آس نے مجھے مضبوط بنایا لیکن اب آپ کے ساتھ نے مجھے زندگی کے رنگ سے روشناس "!! کروانا شروع کر دیا ہے۔۔

آج اس دیدار سے آنکھوں کی پیاس بجھنے کے بجائے بڑھ رہی تھی، وہ چند پل اسے دیکھنے کے بعد شرافت سے لیٹے بازو آنکھوں پر رکھتے پر سکون سانیند کی وادیوں میں اترتا چلا گیا تھا۔

صبح فجر کے وقت جب ماہم کی آنکھ کھلی تو کتنے ہی پل وہ کسلمندی سے پڑی رہی تھی، پھر زہن میں جھماکے کے ساتھ ہی کل کا سارا واقعہ یاد آیا تھا۔۔

وہ ہونٹوں کو بھینچے جیسے ہی نظریں گھمائی تھی اس خوب روچہرے کو اپنے قریب ترین دیکھ کر دل بے اختیار دھڑکا تھا، وہ دھیرے سے اس سے دور کھسکتے ہوئے اس سے نظریں چراتے اٹھ کر واشروم میں بند ہو گئی تھی۔۔ فریش ہو کر وضو کرنے کے بعد وہ وہاں سے نکلتے روم میں ہی بنے اسٹڈی روم کا دروازہ کھول کر اس میں داخل ہوتے فجر پڑھ کر دے قدموں وہاں سے نکل کر حویلی کی راہداری میں بنے ہر روم کو چیک کرتے حمزہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی حمزہ کی اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔۔

سردارنی سائیں۔۔! آپ کو کچھ چاہیے۔۔؟ "ایک ملازمہ اس کے سامنے آتے نظریں " جھکائے اس سے پوچھ رہی تھی۔۔

نہیں۔۔! بس یہ بتادیں کہ حمزہ کا روم کون سا ہے۔۔؟ "وہ آگے بڑھتے ہوئے حمزہ کا " روم تلاشتے پوچھ رہی تھی۔۔

چلیں ہم آپ کو دیکھاتے ہیں۔۔!" وہ اسے اپنے ساتھ لے کر حمزہ کے روم تک چھوڑ " کر واپس چلی گئی تھی۔۔

وہ روم میں داخل ہوتے بیڈ کے قریب پہنچ گئی تھی، سامنے ہی اس کا لالی پاپ سر سے پیر تک بلینکٹ اوڑھے آڑھے ترچھے بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔۔ وہ اس کے قریب بیڈ پر بیٹھتے اس کے چہرے سے بلینکٹ ہٹاتے اس کے بالوں میں انگلیاں نرمی سے چلا کر مسکرانے لگی تھی۔۔ وہ بے خبر نیند میں سویا ہوا تھا۔۔

میرے لالی پاپ صبح ہو گئی ہے اٹھو۔۔ آج سے آپ کی کیوٹ اپنا آپ کے ساتھ ہمیشہ " رہے گی۔۔!!" وہ اس کے بال بگاڑ کر اس کے نرم پھولے پھولے گالوں کو کھینچتے ہوئے اسے آواز دی تھی۔۔

میری کیوٹ اپنا گڈ مارنگ۔۔!" وہ اپنی آنکھیں رگڑتے اس کی ایک آواز پر اٹھ کر بیٹھ " گیا تھا۔۔

گڈ مارنگ۔۔ چلو آپ فریش ہو کر نماز پڑھو پہلے ابھی نماز کا وقت ہے، باقی باتیں بعد " میں۔۔!!" وہ اس کا ہاتھ پکڑ مسکراتے ہوئے اسے اٹھنے میں مدد دیتی واشر روم میں بھیج کر اس کے کپڑے نکال کر پکڑا یا تھا۔۔

پانچ منٹ بعد وہ فریش ہو کر نکلتے نماز پڑھنے لگا تھا اور ماہم وہیں بیٹھ کر اس چھوٹے سے شہزادہ کو دعا مانگتے دیکھ رہی تھی۔۔

وہ دعا مانگ کر اٹھتے ہوئے اس کے قریب آ کر دونوں بازوؤں کیسے اس کے گلے میں ڈال کر خوشی سے کھلکھلایا تھا۔۔ اسے ہنستے دیکھ کر وہ بھی مسکرا اٹھی تھی۔۔

ایسا آپ کل مجھ سے نہیں ملیں تھیں تو میں آپ سے ناراض ہو گیا تھا پھر انابی نے کہا کہ " آپ دلہن ہیں اس لئے مجھ سے ملنے نہیں آسکیں۔۔ ایسا یہ دلہن کیا ہوتا ہے۔۔؟" وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ کیا سچ میں وہ کل دلہن تھی۔۔؟ اسے تو اپنے لباس سے لے کر احساسات تک میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی پھر کیسی اور کہاں کی دلہن۔۔

وہ کل کا سارا واقعہ سوچتے ہوئے ازیت سے حمزہ کا چہرہ دیکھتے اس کے سوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو پکڑتے روم سے باہر نکلی تھی۔۔

حمزہ میں کیا بناؤ تمہارے لئے۔۔؟ "وہ اسے لئے کچن میں داخل ہوئی تھی جہاں ملازمہ " ایک فوج لگی ہوئی تھی۔۔

حمزہ اس کے لہجے کے اتار چڑھاؤ کو بغور جائزہ لیتے ہوئے حیران ہوا تھا۔۔

سردارنی سائیں آپ کو اور چھوٹے سائیں کو کیا چاہیے۔۔؟ "ایک ملازمہ انہیں اندر " داخل ہوتے دیکھ ان کے پاس پہنچی تھی، وہ سب اپنی سردارنی سائیں کو دیکھ بہت خوش تھیں لیکن شادی کی پہلی صبح کچن میں دیکھ کر حیران بھی ہوئی تھیں۔۔

آپ لوگ اپنا کام جاری رکھیں بس مجھے ایک برز دیں کچھ بنانا ہے۔۔! "وہ حمزہ کو کرسی " پر بیٹھا کر اس کے لئے فٹاٹ ناشتہ تیار کرتے ہوئے ٹرے میں لے کر واپس حمزہ کے روم میں داخل ہو کر ٹیبل پر رکھتی اپنے پیچھے آتے حمزہ کو صوفے پر بیٹھایا تھا۔۔

ایسا آپ ادا اس ہیں۔۔؟ "وہ بغور اس کا ادا اس چہرہ دیکھتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو پکڑا " تھا۔۔ وہ حیران ہوئی تھی کہ اتنے چھوٹے سے بچے کو اس کے چہرے پر جھلکتا درد نظر آگیا

پھر اسے اب تک کیوں نظر نہیں آیا۔۔ لیکن وہ ٹھان چکی تھی کہ وہ اس پر اپنے کوئی بھی
جزبات ظاہر نہیں کریگی۔۔

میرے چھوٹے سے لالی پاپ آپ کو کیسے لگا کہ میں اداس ہوں، بالکل بھی نہیں۔۔!"
میں ٹھیک ہوں اور اب چلیں اپنی بات کریں، میں اپنے لالی پاپ کو سننا چاہتی
ہوں۔۔!!" وہ اسے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کرواتے ہوئے اس کے آنکھوں کی محرومی کو
ختم کرنے کی ٹھان چکی تھی۔۔

میں آپ کو کیا سناؤ کیوٹ اپنا۔۔؟" وہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے تھوڑی پر
انگلی رکھتے سوچنے کے انداز میں کہا تھا۔۔

جو آپ کے یہاں اور یہاں ہے۔۔!" وہ اس کی پیشانی پر اور دل پر باری باری انگلی رکھتے
اسے گد گدایا تھا۔۔

آپی کیا کر رہی ہیں، چھوڑیں۔۔ ہا ہا ہا۔۔!!" وہ کھلکھلا کر ہنستے ہوئے اس سے خود کو
چھوڑاتے بھاگا تھا دروازہ کی سمت، وہ بھی اس کے پیچھے مسکراتے ہوئے بڑھی تھی جب
سامنے نظر اٹھتے ہی وہ اپنے قدموں کو واپس موڑتے پیچھے کھڑی ہوئی تھی۔۔

لالہ۔۔ گڈ مارنگ۔۔! "وہ اپنے سامنے کھڑے عون کو دیکھ کر بے اختیار بھاگتے ہوئے"
اس کی ٹانگوں سے لپٹا تھا۔۔

گڈ مارنگ میرے پاؤں کے ٹکڑے۔۔! آج پہلی بار آپ لالہ کے بنا جگائے کیسے اٹھ"
گئے۔۔ ہم۔۔!! "وہ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھتے خود سے لپٹے اپنے پاؤں کے ٹکڑے
کے نرم پھولے پھولے گالوں کو کھینچا تھا۔۔

آج کیوٹ اپنانے مجھے جگا کر نماز پڑھوایا اور ناشتہ بھی کروادیا۔۔ لالہ اب کیوٹ اپنا"
ہمارے ساتھ رہیں گی، میرے ساتھ ڈھیر سارا کھیلیں گی۔۔!! "وہ عون کے گلے میں بازو
جمائل کیسے بے تہاشا خوش نظر آ رہا تھا۔۔ عون اس کی خوشی کو محسوس کرتے بے اختیار
اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔۔

ارے واہ، اب لگتا ہے گڈو بڑا ہو جائے گا۔۔؟ "وہ اپنے لب کو دباتے مسکراہٹ روکتے"
ہوئے اس کے بالوں کو بگاڑا تھا۔۔

لالہ میں چھوٹا کب ہوں، میں تو بڑا ہو گیا ہوں اور سمجھدار بھی۔۔ اور آپ میرے بالوں"
کو بگاڑ کر مجھے گندا بچہ بنانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔۔! "وہ منہ بناتے ہوئے اپنے بالوں

کو ٹھیک کرنے لگا تھا۔ اس کے انداز دیکھ کر وہ اپنے امڑتے قہقہے کو روکنے میں ناکامیاب ہوتے قہقہہ لگایا تھا۔ اپنے لالہ کو ہنستے دیکھ کر وہ اس کے گالوں کو چومتے ہوئے باہر بھاگا تھا۔ وہ ابھی تک ہنس رہا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے اتنا خوب روگ رہا تھا کہ ماہم کو اس پر سے اپنی نظریں ہٹانا مشکل ہوا تھا۔ وہ پہلی بار کسی مرد کو ہنستے ہوئے اتنے قریب سے دیکھ رہی تھی وہ بھی اپنے محرم مرد کو۔ زندگی کا پہلا تجربہ بہت خوشگوار تھا۔

وہ بنا پلک جھپکائے اسے ایک ٹک دیکھ رہی تھی، اس کا خود پر سے اختیار ختم ہوا تھا۔ وہ خود پر کسی کی نظریں محسوس کرتے ہوئیوں کو بھینچنے اس کی طرف دیکھا تھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اٹھ کر اس کے قریب آ کر کھڑا ہوا تھا، اس کی بے اختیاری پر اب عون کی آنکھیں مسکرا پڑی تھیں۔

اس کی خوشبو اپنے قریب محسوس کرتے وہ حواس میں لوٹتے نچل ہوئی تھی، وہ خود کو اب اپنی اس حرکت کے لئے کو س رہی تھی۔۔

گڈ مارنگ سردار نی سائیں۔۔! کیا بہت پیارا لگ رہا ہوں جو آپ کی نظریں مجھ پر سے "ہٹنے سے انکاری ہوئیں تھیں۔۔؟" وہ لب کے کونے کو دانتوں سے دباتے اپنی مسکراہٹ روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا لیکن نظریں اپنے سامنے کھڑی نظریں فرش پر مرکوز کیے اپنی سردار نی سائیں کے چہرے کا طواف کر رہی تھی۔۔

وہ مقابل کے سوال پر جی بھر کر شرمندہ ہوئی تھی لیکن اپنے لبوں کو بھینچے وہ کچھ بھی کہنا نہیں چاہتی تھی۔۔

دیکھ سکتیں ہیں سردار نی سائیں مجھے، بلکہ جی بھر کر دیکھ سکتی ہیں کیونکہ ابھی فلحال آپ کا "ہوں، جب روایت کے مطابق دوسری شادی کروں گا پھر تو آپ کو اس طرح دیکھنے میں مشکل پیش آئے گی۔۔!!" وہ اس کے چہرے کو غصے سے لال سرخ ہوتے اور مٹھیوں کو بھینچتے دیکھ کر دو قدم آگے بڑھا تھا۔۔

وہ اس کی بات سن کر غصے کو ضبط کرتے اذیت کا شکار ہوئی تھی، دل رویا تھا اس کی بات پر، وہ جانتی تھی کہ جب تک وہ بات نہیں کریگی تب تک وہ اسی طرح پریشان کریگا لیکن پھر بھی وہ اس سے مخاطب نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔

وہ اپنی پلکوں کو جھپکتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو اندر دھکیلنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔ وہ اس کے آگے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔۔

عمون دو قدم آگے بڑھتے اس کے سامنے کھڑے ہوتے اس کے جھکے چہرے کو اپنی انگلیوں سے تھوڑی کے نیچے رکھتے اوپر اٹھایا تھا۔۔

دھڑکن سائیں آپ کا غصہ، تکلیف، نفرت، محبت حتیٰ کہ ہر جزبہ اب سردار عمون عباس "جعفری سے جڑا ہے اور سردار عمون عباس جعفری اپنی دھڑکن سائیں کے ہر جزبہ کی قدر کرتا ہے۔۔!!" وہ اس کی پلکوں پر اٹکا آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کیا تھا۔۔

اس کے طرزِ مخاطب پر اس کی دھڑکنوں کا شور بڑھا تھا، وہ اپنے دل کو ڈپٹتے ہوئے اپنے چہرے کو بے تاثر بنا کر اس کے ہاتھوں کو جھٹک دیا تھا۔۔

عمون اس کی حرکت پر کچھ پل کے لئے ساکت ہوا تھا، لیکن وہ اس بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنائے بنا اپنے ہونٹوں کو بھیچے دو قدم پیچھے ہٹتے باہر نکل گیا تھا۔

اپنی خود کی ہی حرکت پر ماہم کا دل تڑپ اٹھا تھا، ضمیر ملامت کرنے لگا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں سے بہتے اشک کو انگلیوں کی پوروں سے رگڑ کر صاف کرتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔

ماہم آپ یہاں ہیں میں آپ کو آپ کے روم میں ڈھونڈ رہی تھی، چلو تیار ہو جاؤ، ابھی " گاؤں کی ساری عورتیں سردارنی سائیں کی منہ دکھائی کی رسم دیکھنے آئیگی۔!! " انابی روم میں داخل ہوتے اسے اٹھا کر اس کے روم تک چھوڑنے آئیں تھیں۔

انابی مجھے کوئی رسم نہیں کرنی۔!! " وہ رسم کرنے سے گھبراتے ہوئے انکار کر دیا تھا۔

بیٹا وہ آج آپ کا شوہر نہیں بنا بلکہ جب آپ آٹھ سال کی تھیں تب سے وہ آپ کے شوہر کے رتبہ پر فائز ہے، مانا کہ حالات نے ہم سبھی کو بہت کچھ سہنے اور دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن اس سے رشتوں پر کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔!! " وہ اس کو صوفے پر بیٹھاتے ہوئے اسے تسلی سے سمجھانے بیٹھ گئی تھیں۔

وہ سردار ہے اس پورے علاقے کا، اس کی عزت اور احترام کے ساتھ ساتھ اب اس کی " بیوی بھی جرگئی ہے۔ لوگ انہیں نظروں سے آپ کو بھی دیکھیں گے جن نظروں سے وہ اپنے سردار سائیں کو دیکھتے آرہے ہیں، تو کیا آپ ان کی نظروں میں اپنی اور اپنے سردار سائیں کی عزت کو کم ہوتا دیکھنا چاہتی ہیں۔۔؟" انابی جانتی تھیں کہ اس کو کیسے ہینڈل کرنا ہے، اس لئے وہ اب اسے اپنی باتوں میں الجھا رہی تھیں۔۔

انابی مجھے معلوم ہے کہ آپ ان کی طرف ہیں۔۔!" وہ منہ بگاڑتی ہوئی انہیں بہت پیاری لگی تھی۔۔

کیا تم دونوں الگ الگ ہو، نہیں ناں۔۔ میں تم دونوں کی طرف ہوں۔۔!" وہ اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے بیوٹیشن کو آواز دی تھی۔۔

یہ شہر سے آئیں ہیں آپ کو تیار کرنے کے لئے۔۔!" وہ ایک لڑکی کو اندر بلا کر اس سے ملواتی ہوئی باہر نکل گئی تھیں۔۔

چلیں میم آپ یہ ڈریس چن کر لیں پھر میں آپ کو تیار کر دیتی ہوں۔۔!!" وہ اسے ایک " بھاری لہنگا پکڑاتے ہوئے واشر روم بھیجا تھا۔۔ چند منٹ بعد وہ بھاری میرون کا مدار لہنگا پہنے

باہر نکلی تھی۔۔ بیوٹیشن کے ماہر ہاتھوں کے کمال سے ایک گھنٹے بعد ہی وہ کوئی اسپر معلوم ہو رہی تھی۔۔

میم آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔۔! "بیوٹیشن نے تعریفی کلمات ادا کرتے باہر نکل گئی" تھی اور وہ سنجیدہ تاثرات لئے وہیں بیٹھی ہوئی تھی۔۔

ماشاء اللہ۔۔! اللہ نظر بد سے بچائے۔۔ بہت پیاری لگ رہی میری بچی۔۔!! "انابی" کمرے میں داخل ہوتے ماہم کے پاس پہنچ کر اس کے چہرے کو دیکھ کر اس کی نظر اتاری تھیں پھر اس کے زرتار دوپٹے سے ہی اس کا گھونگھٹ کرتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر روم سے باہر لے کر آئیں تھیں۔۔

عون اپنی دلہن کو سنبھال کر رسم کے مطابق نیچے حال تک لے کر آئیں۔۔!! "وہ ابھی" راہداری میں ہی تھی جب انابی رکتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو مقابل کی منظبوط گرفت میں پکڑتے ہوئے حکم دے کر روانہ ہو گئیں تھیں۔۔

مقابل کا پُر ہدّت لمس اپنی ہتھیلیوں پر محسوس کرتے ہوئے اس کا دل ایک بارگی زور سے دھڑکا تھا۔ وہ اپنی نم ہتھیلیوں کو اس سے چھڑانے کی ایک دوبارہ کوشش کر چکی تھی لیکن مقابل کی گرفت سخت تھی۔۔

وہ اپنی سردارنی سائیں کا چہرہ تو نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن وہ اسے زیورات اور بھاری کا مدار لہنگے میں دیکھ کر مسکرایا تھا جب وہ اپنے ہاتھوں کو اس سے چھڑانے کے لئے زور لگا رہی تھی۔۔

مت اتنی محنت کریں سردارنی سائیں کیونکہ یہ ہاتھ اب سردار عون عباس جعفری کے " ہاتھوں سے زندہ رہتے کبھی نہیں جدا ہو سکتا ہے، لیکن ہاں مرنے کے بعد آسانی سے آپ کا پیچھا چھوٹ سکتا ہے، اس لئے آپ دعا کریں کہ سردار عون عباس جعفری اس دنیا سے۔۔!!" ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہو سکی تھی جب وہ مڑتے ہوئے اس کے سینے پر اپنے ہاتھوں کو رکھتے زور سے دھکا دیا تھا۔۔

عون کی ادھوری بات نے اس کے دل پر لرزہ طاری کیا تھا، وہ گھونگھٹ کے اندر ہی آنسو بہاتے ہوئے اسے خود سے دور دھکیلا تھا۔ درد سے لب بھینچتے وہ بے حال ہوئی تھی۔۔

مجھے تکلیف پہنچانا آپ کا سب سے پسندیدہ کام ہے نا۔۔؟ بہت اچھا لگتا ہے آپ کو مجھے " ٹوٹا ہوا دیکھ کر۔۔؟ " وہ اسے زور سے دھکادیتے ہوئے خود کے آنسوؤں پر بند باندھنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔۔ کل سے آج تک میں وہ پہلی بار اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

وہ اس کے ریکشن پر حیران ہوا تھا لیکن پھر اس کے زخمی شیرنی جیسے انداز پر ساکت ہوا تھا اور پھر اس کی نم غمزہ آواز سن کر اپنے تڑپتے دل پر قابو نہ پاتے اس کے ہاتھوں کو اپنی ہتھیلیوں میں بھینچتے اسے اپنے حصار میں سمیٹ لیا تھا۔۔

وہ روتے ہوئے اس کے سینے پر مکے برساتی اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن مقابل کی گرفت اتنی کمزور بھی نہیں تھی جو وہ اتنی آسانی سے نکل جاتی۔۔

آپ مجھے جو تکلیف پہنچا رہی ہیں اس کا کیا سردارنی سائیں۔۔!! " وہ اس کے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے اس کے سر کو سہلاتے اسے سکون پہنچانے کی کوشش کی تھی۔۔

آپ ظالم، کھڑوس سردار ہیں، مجھے آپ سے بات نہیں کرنی۔۔! " وہ اس سے چند قدم دور ہٹی تھی جب وہ اس کے ہاتھوں کو ہلکا سا جھٹکادیتے خود سے قریب کیا تھا۔۔

آپ کی نظریں جو مجھ سے کہہ رہی ہیں وہ آپ کی زبان سے ادا کیوں نہیں ہو رہا ہے " سردارنی سائیں۔۔؟ " وہ اس کے گھونگھٹ کو پلٹتے ہوئے کچھ پل ساکت ہوا تھا، وہ بھی اس کے اپنے دل میں جھانک لینے والے انداز پر ساکت ہوئی تھی۔۔

آ۔۔ آپ نے میرا دل توڑا ہے، مم۔۔ مجھے بے مول کیا ہے۔۔!! " وہ بے اختیار سسکی " تھی۔۔

اس کے لفظوں کی تڑپ پر سردار عون عباس جعفری از حد بے چین ہوا تھا۔۔ وہ بھاری زرتار دوپٹہ اوڑھے، برائٹیڈل میک اپ کیے، ماتھے پر ٹیکہ اور جھومر لگائے، ناک میں بڑی سی نتھ پہنے کوئی اسپر الگ رہی تھی، سردار عون عباس جعفری اپنی سردارنی سائیں کو ایسے دیکھ کر چاروں شانے چت ہوا تھا۔۔ اس چھوٹی سی ناک میں اسے وہ نتھ بہت پیاری لگی تھی، اس کی نظریں اپنی سردارنی سائیں کے چہرے کا طواف کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے لال سرخ تھی، آنسوں ابھی بھی پلکوں پر اٹکا ہوا تھا جسے دیکھ کر اس کا دل بے اختیار تڑپا تھا۔۔

! یہ حسن۔۔

! یہ ادا۔۔

! یہ زخموں سے چور مسکراہٹ۔۔

! یہ دل میں ہلچل مچاتی آنکھیں۔۔

وہ بے خود ہوا تھا۔۔

وہ اپنے زیب سے رومال نکال کر اس کی پلکوں پر اڑکا آنسو صاف کرتے ہوئے اس کے چہرے کو ہلکا سا تھپتھپاتے ہوئے اس کے میک اپ کو ٹھیک کیا تھا۔۔

ماہم اپنے چہرے پر اس کے ہاتھوں کا لمس محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بے اختیار بند کی تھی، جیسے اگر اس کا چہرہ نہیں دیکھے گی تو اس کے سحر سے بچ جائے گی۔۔

جس دن اپنی سردارنی سائیں کی تکلیف کا باعث سردار عون عباس جعفری بنا اسی دن " سردار عون عباس جعفری ادھورا ہو جائے گا۔۔!!" وہ بے اختیار اس کی پیشانی پر جھکتے

عقیدت سے اپنا لمس بخشا تھا۔۔ وہ ساکت ہوئی تھی۔ یہ کون سا انداز تھا وہ سمجھنے سے

قاصر تھی۔۔ وہ بے اختیار نا محسوس انداز میں اس سے دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔۔ اسے اس

طرح خود سے دور کھسکتے دیکھ کر وہ اپنے ہونٹوں کو بے دردی سے بھینچ گیا تھا۔۔ پھر آگے

بڑھتے اس کے نرم و ملائم ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کے دوپٹے کا گھونگھٹ ٹھیک کرتے ہوئے اسے لئے سیرٹھیوں کی طرف بڑھا تھا۔

وہ بھاری لہنگے میں اونچی ہیل کی سینڈل پہنے اس کے ساتھ بے جان انداز میں چلتے لڑکھڑا گئی تھی۔۔ وہ اگر اسے نہیں سنبھالتا تو وہ اوپری سیرٹھیوں سے گر کر اپنے پیر تڑوا لیتی۔۔

وہ نامحسوس انداز میں اسے اپنے حصار میں لیے کھڑا ہوا تھا، وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کی طرف قدم بڑھا جاتا تھا۔

آپ ٹھیک ہیں۔۔؟ کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔۔؟ خود سے زیادہ وزن تو ان سب چیزوں کا ہے۔۔!!" وہ اس کے بے چینی سے پوچھنے پر بے ساختہ گھونگھٹ سے ہی اپنے سر کو اثبات میں ہلاتے اپنے ٹھیک ہونے کا یقین دلایا تھا۔

وہ اس کے گرنے کے ڈر سے اسے بے ساختہ آگے بڑھتے اپنے بازؤں میں نرمی سے اٹھاتے اسے ساکت کر گیا تھا۔

چھ۔۔ چھوڑیں مجھے، یہ۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں۔۔؟ نیچے اتاریں مجھے ورنہ بات نہیں کرونگی۔۔!!" وہ اس کی اس حرکت پر شرم سے مرجانے کے قریب ہوتی اسے دھمکی دینے لگی تھی۔۔

وہ اس کی ادا پر زیر لب مسکراتے ہوئے سیرٹھیاں اتر کر نیچے آتے ہی اس کو دھیرے سے کھڑا کرتے اس کے ہاتھوں کو پکڑے سب کے بیچ میں لے کر آیا تھا۔۔
وہ اس کے گرنے کے ڈر سے ایسا کر گیا تھا۔۔

ابھی بھی کون سا آپ بات کر رہی ہیں، جو بات نہ کرنے کی دھمکی دے رہی ہیں۔۔!!"
وہ اب اس کے نرم و ملائم ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھینچے سب کے بیچ لایا تھا۔۔

اس وقت حویلی کا یہ پورا ہال علاقے کی عورتوں سے بھرا ہوا تھا جو اپنے سردارنی سائیں کی منہ دکھائی کی رسم میں آئیں تھیں۔۔

سب کی نظریں ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوتے شہزادہ کی سی آن بان اور شان رکھنے والے سردار سائیں اور ان کے ساتھ پریوں جیسی سردارنی سائیں کو عقیدت سے دیکھ رہے تھے۔۔

وہ اس کے ہاتھوں کو پکڑے صوفے کے قریب لے کر پہنچا تھا جب انابی مسکراتے ہوئے ان کے قریب آئیں تھیں۔۔

رسم کے مطابق آپ اپنے چادر اپنی سردارنی سائیں کو اوڑھا کر رسم پوری کریں " گے۔۔!!" انابی رسم بتاتے ہوئے عون کا چہرہ دیکھ رہیں تھیں، جسے ان سب کے بارے میں بالکل بھی نہیں معلوم تھا۔ پھر بھی وہ اپنی سردارنی سائیں کو عزت اور مان دینے کے لئے وہ ہر رسم میں حصہ لے رہا تھا۔

وہ اپنے کندھے پر پڑی شمال اتار کر اپنی سردارنی سائیں کے گرد لپیٹ دی تھی۔۔ اس شمال کو اپنے اوپر محسوس کرتے وہ پرسکون ہوئی تھی، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ ایک تحفظ بھرے احساس سے جڑی ہو، اسے سردار عون عباس جعفری کے وجود کی خوشبو اس سے محسوس ہوئی تھی۔۔

وہ رسم پوری کرتے زنان خانے سے نکل کر مردان خانے کی طرف روانہ ہوا تھا۔۔ جہاں دین محمد کے ساتھ علاقے کے بہت سے لوگ اکٹھے ہوئے تھے۔۔

بلیک تھری پیس سوٹ پہنے، ہاتھوں میں برانڈیڈ گھڑی، بالوں کو جیل سے سیٹ کیے، چھ فٹ سے نکلتا ہوا قد، بھوری کانچ سی آنکھوں کے ساتھ بھورے بال، ہلکی بھوری داڑھی جو اس پر بہت بچ رہی تھی، وہ شہزادوں جیسی آن بان والا شخص اپنی کار سے نکلتے ہوٹل میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا سیکریٹری شاداب اور بلیک ڈریس کوڈ میں اس کے باڈی گارڈ اس کے پیچھے چلے آ رہے تھے۔۔۔ وہ خوب و شخص اتنا ہینڈ سم لگ رہا تھا کہ اسے دیکھ کر کسی بھی لڑکی کا دل بے قابو ہو سکتا تھا۔۔۔

یار دیا وہ ہینڈ سم مین دیکھ، ہائے اور بابس یہ میری طرف دیکھ لے، کیا بند ہے " یار۔۔!!" یہ تین لڑکیوں کا گروپ تھا جو اس وقت وہیں بیٹھی اپنا آرڈر آنے کا انتظار کر رہی تھیں۔۔۔ جب وہ اندر داخل ہوتے ہر کسی کو ساکت کر گیا تھا۔۔۔

پری دیکھ ناں ایک بار کیا بند ہے یار سچ میں۔۔!!" صبا تو بس اس پر فلیٹ ہی ہو گئی " تھی۔۔۔

یہ پر یہاں عباس جعفری کی نظریں ہیں، یہ نظریں ہر کسی پر اٹھنے کے لئے نہیں ہیں، یہ " صرف اپنے محرم کو دیکھنا پسند کرتی ہیں۔!!" اس کی بات پر اس کی دوستوں کے ساتھ ہی مقابل کے بھی قدم چند پل کے لئے جکڑے تھے، دل بے اختیار دھڑکا تھا، وہ کچھ پل رک کر چلتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا، اس کے روز کا معمول تھا اپنے لئے اس صنف نازک سے ایسے الفاظ سننا۔۔

یار تم کس مٹی کی بنی ہو، سڑو کہیں کی۔!!" صبا منہ بگاڑتی ہوئی اسے اب چڑھا رہی " تھی۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی بات پر دیبا کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔ لیکن اس کی اس کھوکھلی مسکراہٹ کو کسی نے محسوس نہیں کیا ہو لیکن مقابل شخص روم میں داخل ہوتے ہوئے اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مڑا تھا لیکن اس کھوکھلی مسکراہٹ کو دیکھ کر ساکت ہوا تھا۔ اس کا دل کسی نے مٹھیوں میں لے کر زور سے بھینچا تھا۔۔ کچھ پل بعد وہ اپنے کندھے جھٹکتے ہوئے میٹنگ روم میں داخل ہوا تھا۔۔

آرڈر آنے کے بعد وہ کھانے میں مشغول ہو گئی تھیں، اس کے بعد انہوں نے آئس کریم کا آرڈر دیا تھا۔۔

اوتے ہوئے یہ پری صرف نام سے پری ہے یاد رکھنے میں بھی پری ہے۔۔؟ زرا اپنا مکھڑا تو " دکھاؤ۔۔!! " وہ لوگ بیٹھی ہوئی تھیں جب بے ساختہ اپنے پیچھے سے مکروہ ہنسی کے ساتھ یہ لفظ ان کے کانوں میں گونجتے ہوئے انہیں آگ کی بٹھی میں جھونک گیا تھا۔۔ تینوں نے غصہ سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔ وہ تینوں ہی عبایا پہنے ہوئے تھیں جس پر چوٹ انہوں نے کی تھی۔۔

کہا جا رہی ہو صبا۔۔! چھوڑو ان لوگوں کو، ان کا کام بس گھٹیا پن دیکھنا ہے۔۔!! " دیا " غصے سے ان کی طرف بڑھتی صبا کا ہاتھ پکڑ کر روکا تھا۔۔ کیونکہ وہ لوگ اسے ایک آنکھ نہیں بھائے تھے۔۔

ہائے اتنا غصہ، ہا ہا ہا۔۔! ہمیں زیادہ غصہ والی لڑکیاں بڑی بھاتیں ہیں۔۔!! " اب کی بار " پر یہاں ان کی بات سن کر خود کو روک نہیں سکی تھی، وہ اپنے سامنے رکھے پانی کے بھرے گلاس کو اٹھاتے ہوئے ان کی ٹیبل پر پہنچ کر ایک لڑکے کے منہ پر پھینکا تھا۔۔

خبردار اگر آگے ایک لفظ بھی کہا تو میں تم سب کا منہ توڑ دوں گی۔۔ تمہیں کیا لگا کہ جو " لڑکیاں پردہ کرتی ہیں عبایا پہنتی ہیں وہ دبو ہوتی ہیں۔؟ انہیں جو دل میں آئے کہہ دو۔۔؟

لیکن یاد رکھنا ہم دبو نہیں ہوتی بس ہم تم جیسے گھٹیا لوگ کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتیں۔۔!!" وہ پانی پھینک کر ان کے زہنیت کے مطابق جواب دیتی ہوئی پیچھے ہٹی تھی جب ان میں سے ایک لڑکا غصے سے آگے آیا تھا۔۔

بہت بہادر ہو، ہاں۔۔! پھر چلو آج تمہاری بہادری دیکھتے ہیں۔۔!!" وہ اسے اپنی " طرف قدم بڑھاتے دیکھ کر دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔۔

بہادری دیکھنے آئے ہونا۔۔؟ پھر تو تمہیں ضرور دیکھنی ہے۔۔!!" وہ اس وقت " بالکل پر سکون سی کھڑی ہوٹل میں موجود تمام لوگوں کو حیرت میں مبتلا کر گئی تھی۔۔ دو تین ویٹرس بھاگ کر ان کے پاس پہنچی تھیں۔۔"

میم جانے دیجیے، ہم انہیں دیکھ لیتے ہیں۔۔!!" وہ اس پیاری سی لڑکی کی بلیو آنکھوں " میں دیکھتی اسے روکنے کی بھرپور کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔۔ لیکن وہ عبایا پہنے لڑکی اپنے ارادوں کی مضبوط تھی۔۔

وہ ویٹرس کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسرے ٹیبل پر رکھی سلاد کی پلیٹ اٹھا کر اپنے طرف بڑھتے لڑکے کی طرف پھینکا تھا، وہ اس وار سے نہ بچتے ہوئے کانچ کی پلیٹ پیشانی پر لگتے ہی وہ وہیں زمین بوس ہوا تھا۔

اس کو میری بہادری دیکھنی تھی، پھر تو مجھے ضرور دیکھانی تھی، کیونکہ پر یہان عباس کسی "!!" سے نہیں ڈرتی۔

وہاں کھڑی تینوں ویٹرس کا منہ حیرت سے کھولا تھا، اس لڑکی کی بہادری دیکھ کر۔۔ جس کا چہرہ تو وہ نہیں دیکھ سکتی تھیں لیکن اس کی آنکھوں میں ڈر نام کی کوئی چیز انہیں نہیں دیکھی تھی جو عام حالات میں لڑکیوں کے چہرے پر صاف دکھائی دیتی تھی۔

اس لڑکے کو گرتے دیکھ کر اس سا تھی غصے سے لال سرخ چہرہ لیے بگڑے موڈ کے ساتھ پر یہان کی طرف بڑھے تھے۔ ایک ساتھ چار پانچ لڑکوں کو اس کی طرف بڑھتا دیکھ کر دیا اور صبا کا چہرہ زرد پڑا تھا۔ لیکن وہ پر سکون سی کھڑی تھی۔

وہ سب اب اسے گھیر کر گول دائرے کی شکل بنا کر اسے گھور رہے تھے۔ یہی وقت تھا جب وہ اپنی میٹنگ روم سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکلا تھا، وہ جیسے ہی اس طرف

متوجہ ہوئے تھے یہاں کا ماحول دیکھ کر وہ ساکت ہوا تھا اس کے قدم اپنے آپ تھے تھے۔۔ اسے رکتا دیکھ اس کی پوری ٹیم ہی رک گئی تھی۔۔

وہ ان لڑکوں کے گھیرے میں سکون سے کھڑی ان کی اگلی حرکت کے لئے تیار تھی، لیکن اس کا سکون دیکھ کر وہاں کھڑے سبھی لوگ بے سکون ہوئے تھے۔

ہم سے مقابلہ کریگی تو۔۔!" ان میں سے ایک لڑکا بے اختیار اس کی طرف ہاتھ بڑھایا " تھا جب وہ بڑی صفائی سے اپنی عبایا پین نکال کر اس کے بڑھی ہتھیلیوں میں زور سے چھویا تھا۔ وہ لڑکا زور سے چیخا تھا اسے چیختے ہوئے دیکھ کر باقی اس کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور بس وہی موقع دیکھ کر وہ ٹیبل پر سے آئس کریم باؤل اٹھا کر ان کے منہ پر پھینکا تھا۔۔

ایک لڑکا غصے میں اس کی طرف بڑھتے پیچھے سے اس کے اسکارف کو کھینچا تھا لیکن اسکارف تو اپنی جگہ ہی تھا لیکن چر کی آواز کے ساتھ کندھے سے عبایا پھٹتے اسے ساکت کر گیا تھا۔۔ لیکن وہ ہمت نہ ہارتے پیچھے مڑتی جب اپنے پیچھے سے وہ چیخوں کی آوازیں سنتی اپنے

کندھے پر ہاتھ رکھے مڑی تھی اور سامنے اسے دیکھ کر ساکت ہوئی تھی جو ان لڑکوں کی دھلائی میں لگا ہوا تھا۔۔

ہمت کیسے ہوئی تمہاری ہاتھ لگانے کی۔۔؟ لڑکی دیکھی نہیں کہ اپنی اوقات پر آجاتے " ہو، ارے تم جیسے ہی گھٹیا لوگوں کہ وجہ سے دنیا کے سارے مرد بدنام ہوتے ہیں۔۔ توف ہے تم سب پر۔۔!! " وہ ان لوگوں کو بے تہا شمارتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔۔

چھوڑ دیں ہمیں، جانے دیں۔۔!! " ان میں سے ایک لڑکا اپنا سر پکڑ کر چیخا تھا۔۔ "

نہیں بالکل نہیں۔۔! آج کی اس خاطر مدارات کے بعد تم سب نے دنیا کی ہر لڑکی کو اپنی " بہن نہیں سمجھا تو میرا نام شانزل زاویار نہیں۔۔!! " وہ زمین پر لیٹے دو وجود کو ایک ساتھ کالر سے پکڑ کر اٹھاتے ان کے سر کو زور سے آپس میں لڑایا تھا، خون کا فوارہ دور تک فرش پر پھلتے ہوئے سب کو ہی ساکت کر گیا تھا۔۔

سر جانے دیجیے پولیس انہیں دیکھ لیگی۔۔!! "شاداب آگے بڑھ کر اسے روکتے ہوئے" پیچھے ہٹا تھا۔ وہ بھی انہیں خونخوار نظروں سے گھورتے پیچھے ہٹتے ہوئے اس کے عین سامنے کھڑا ہوا تھا۔۔ وہ ابھی تک شاک میں اپنے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اپنے پھٹے ہوئے عبایا کو پکڑے کھڑی تھی۔۔

وہ اس کی پرکشش نیلی آنکھوں میں بے یقینی دیکھ کر ساکت ہوا تھا پھر اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے اپنے وجود سے اپنی کوٹ نکال کر اس کے گرد لپیٹ گیا تھا۔۔ وہ اس کے ہاتھوں کے لمس پر حواسوں میں لوٹی تھی۔۔

ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کہ۔۔؟ میں غیروں سے مدد مانگنا یا ان کی مدد لینا اپنی " توہین سمجھتی ہوں۔۔!! " وہ غصہ سے خونخوار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پھنکاری تھی اور پھر اپنے وجود سے لپٹی اس کی کوٹ کو نکالنے کے لئے ہاتھ پیچھے کیا تھا لیکن مقابل کی اگلی حرکت پر وہ بے جان ہوئی تھی۔۔

وہ غصہ کے عالم میں اپنی مٹھیوں کو زور سے بھینچتے اپنے سامنے کھڑی اس چھٹانک بھر کی لڑکی کی حرکت پر پاگل ہوا تھا۔۔ جب وہ غصے سے اس کے کوٹ کو نکالنے کے لیے ہاتھ

پیچھے کیا تھا وہ خود پر سے اختیار کھوتے ہوئے بنا کسی کا لحاظ کرے اس کے وجود پر پہنی اپنی کوٹ کے کالر کو پکڑ کر کھینچا تھا جس سے وہ بے اختیار اس کے قریب ترین ہوئی تھی جب وہ کوٹ کے بٹن بند کرتے ہوئے اس کے پھٹے ہوئے عبا یا سے جھلکتے اس کے بازوؤں کو چھپا گیا تھا۔

اور میں کسی غیر محرم لڑکی اور وہ بھی اپنی دشمن کی بہن کو مدد کرتے اپنی توہین سمجھتا ہوں" لیکن کیا کروں اب اتنا بھی بے حس نہیں ہوں کہ اپنی سو کالڈ بیوی کی بھی مدد نہیں کروں۔۔!!" اس کی گرم سانسوں سے اپنی گردن کو جھلساتی محسوس ہو رہی تھیں، وہ سن سی کھڑی یہ آواز آج پھر آٹھ سال بعد سن رہی تھی، دل بے اختیار دغا بازی پر مشتمل تھا لیکن وہ اسے ڈپٹتے ہوئے چپ کرنا چکی تھی۔۔ وہ اس پر سرگوشی نما آواز میں اس کی پہچان کا واضح اشارہ دے کر وہاں سے شان سے نکلتا چلا گیا تھا اور وہ اس کے ہر اٹھتے قدم کو اپنے دل پر پڑتا محسوس کرتے تڑپ اٹھی تھی۔۔ وہ کچھ کہتی یا اس کے پیچھے جاتی جب اس کی دوستیں اس کے قریب پہنچ گئی تھیں۔۔

یار یہ ٹام کروڑ کیا کہہ رہا تھا۔۔؟ اللہ کیا بندہ تھا۔۔!!" صبادل پر ہاتھ رکھے ٹھنڈھی " آپیں بھر رہی تھی جب کہ دیا سے گھورتے ہوئے چپ رہنے کا اشارہ کر رہی تھی۔۔

پری تم ٹھیک ہو، کیا ضرورت تھی ان لڑکوں سے بھڑنے کہ۔۔؟ وہ تو اچھا ہوا کہ انہوں نے تمہاری مدد کر دی ورنہ یہ لڑکے بڑے ہی بگڑے ہوئے لگ رہے تھے۔۔!!" وہ بغور اس کے سرخ چہرہ کا جائزہ لیتے ہوئے اسے گھسیٹ کر باہر لے جا رہی تھی۔۔

پری اب سے ہم دھوکہ دے کر کہیں نہیں نکلیں گے، تمہارے باڈی گارڈ ہاسٹل کے " باہر ہونگے انہیں تو خبر تک نہیں ہوگی کہ ہم ادھر ہیں، اگر لالہ کو پتہ چل جاتا تو کتنی ڈانٹ پڑتی ہمیں۔۔!!" وہ سب ایک رکشا میں بیٹھ کر ہاسٹل کی طرف روانہ ہوئیں تھیں۔۔

وہ ابھی تک اس چہرہ کو بھولنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی، وہ ماضی کو یاد نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ کیونکہ کبھی کبھی ماضی بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے جسے یاد کرنے پر صرف زخم ہی زخم ملتے ہیں۔۔

شاداب تم سے جو کام کہا تھا اس کا کچھ معلوم ہوا ہے۔۔؟" وہ کافی کا کپ لئے بالکونی میں " کھڑا چاند پر نظریں مرکوز کیے خلاؤں میں گھور رہا تھا۔۔

جی سر۔۔! میم کو پھر اس مہینے میں ہی ہاسٹل چینج کروانے کی تیاری چل رہی ہے۔۔!!" " وہ اپنے سر کے چہرے پر نظریں مرکوز کیے انہیں انفارمیشن دینے لگا تھا۔۔ اور پھر وہاں سے نکل کر باہر چلا گیا تھا۔۔

تم دنیا کے کسی بھی کونے میں چھپنے کی کوشش کر لو لیکن یہ یاد رکھنا جانِ دل کی تم ہمیشہ " میرے حصار میں رہو گی، تمہاری طرف بڑھنے والی ہر مشکل، ہر تکلیف، ہر ازیت کو شانزل زاویار سے ہو کر گزرنا ہو گا۔۔!!" وہ اپنی بند پلکوں کے پیچھے نظر آتے اس کے عکس سے بڑی شدت سے مخاطب ہوا تھا۔۔

تم لاکھ مجھ سے نفرت کا دعویٰ کرو اور میں لاکھ تم سے دشمنی نبھاؤ لیکن ہم دونوں جانتے " ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے دلوں کو فتح کر چکے ہیں۔۔!!" وہ بڑی دلکشی سے مسکراتے ہوئے اب چاند میں اس کا عکس تلاش کر رہا تھا۔۔

یہ تنہا چاند مجھے خود کو تنہا ہونے کا یقین دلاتا ہے، لیکن شاید یہ ابھی جانتا نہیں ہے کہ اس " کے پاس ایک ستارہ بھی ہے جو خاموش اور روٹھے ہونے کے باوجود کبھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتا ہے۔!!" وہ چاند پر نظریں مرکوز کیے پہلی بار پر سکون نظر آ رہا تھا۔

وہ بے اختیار موبائل اٹھاتے کسی کا نمبر ڈائل کرتے سنجیدگی سے اس طرف متوجہ ہوا تھا۔

ہیلو۔!!" مقابل کی سحر انگیز آواز سن کر وہ ایک پل کے لئے اپنی آنکھیں مینچے خود پر " ضبط کیا تھا۔ اس کے ہیلو کے جواب میں دوسری طرف خاموشی محسوس کر کے وہ بے اختیار اپنی مٹھیوں کو بھینچ گیا تھا۔

سردار عون عباس جعفری اپنے وقت کا پابند ہے اس لیے اس کا وقت ضائع کرنے کے " بجائے جو کہنا ہے وہ کہو اور چلتے بنو۔!!" وہ اپنے دانتوں کو کچکچاتے ہوئے اس ڈھیٹ بندے سے مخاطب ہوا تھا۔

ہاہا ہاہا۔ کیا بات ہے سردار تم مجھے آج بھی نہیں بھولے، آج بھی تم میری خاموشی سے "جان جاتے ہو کہ میں تمہارا اکلوتا دشمن پلس بہنوئی بول رہا ہوں۔!!" مقابل کا جاندار قہقہہ اور پھر اس کی بات نے سردار عون عباس جعفری کو آگ لگادی تھی۔

سہی کہا تم نے، میں اپنے دشمنوں کو کبھی نہیں بھولتا، کیونکہ سردار عون عباس جعفری "دشمنوں کو اپنی نظروں کے سامنے رکھنے کا قائل ہے، کیوں کہ اگر دشمن سامنے ہو تو ان کی حرکتوں کا اندازہ سب سے پہلے ہوتا ہے، ورنہ تم جیسے دشمن پیٹھ پیچھے وار کرنے والے ہوتے ہیں۔!!" وہ اپنے لبوں کو بھینچے بڑی بے دردی سے وار کیا تھا۔ سردار عون عباس جعفری اپنے لفظوں سے مقابل کو پست کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

فون کس خوشی میں کیا ہے۔۔؟ "وہ موبائل پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے پھنکارا" تھا۔۔ لہجہ ہر احساس سے آری تھا۔

دشمنی اپنی جگہ، بدلہ اپنی جگہ لیکن یہ بتاؤ کہ تم کب سے اپنی بہن کو دشمنوں کے بیچ تنہا "چھوڑنے کے قائل تھے۔۔؟" وہ اپنے پرسکون انداز میں اگلے کے حواس چھینے تھے۔۔

خبردار شانزل زاویار۔۔! تم نے کچھ بھی میری بہن کے ساتھ کیا تو۔۔؟ "سردار عون"
عباس جعفری دھاڑا اٹھا تھا۔

تو سے آگے میں بعد میں سنوں گا پہلے یہ تو یاد رکھا کرو کہ تمہاری بہن میرے نکاح میں
ہے، اس کا سب سے قریبی اور خاص رشتہ مجھ سے ہے، اس لئے کچھ بھی کہنے سے پہلے کم
از کم بھولا نہیں کرو۔۔!! "وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچتے ہوئے اس کی بات پر زور سے
آنکھیں میچھی تھی۔

مقابل کی بات سن کر اسے آگ لگی تھی، وہ مٹھیوں کو بھینچنے اپنے اشتعال کو دبا کر اس پر
پھر چیخ اٹھا تھا۔۔

میں بھولنا چاہتا ہوں لیکن میں بھول نہیں پارہا ہوں، کیسے بھول جاؤں کہ اپنی بہن کے "
مستقبل کو روشن کرنے کے بجائے اندھیرے میں پھنکنے والا میں خود تھا۔ بہت شرمندگی
ہوتی ہے خود سے، اپنے اس فیصلے سے، لیکن یہ نہیں بھولنا کہ سردار عون عباس جعفری
اپنے رشتوں کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہے۔۔!! "اس کے لہجے کی تڑپ بتا رہی
تھی کہ وہ بہت درد اور تکلیف میں مبتلا ہے۔۔

سردار عون عباس جعفری اس فیصلے سے خوش تو میں بھی نہیں ہوں، لیکن یہ نہیں سوچنا" کہ میں اپنے رشتے سے دستبردار ہو جاؤں گا۔۔؟ بالکل بھی نہیں۔۔ تم سے دشمنی اپنی جگہ لیکن وہ میرے نکاح میں ہے، کب تک مجھ سے چھپانے کی کوشش کرو گے اسے، جس دن شانزل زاویار اپنی کرنے پر آیا ناں تو اس دن پر یہاں شانزل زاویار اپنے اصل گھر ہوگی، اور وہ دن دور نہیں ہے۔۔!!" وہ غصہ ہونے کے بجائے قہقہہ لگایا تھا اور اس کے اس جاندار قہقہے نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔۔ مقابل کو اس کی بات اور انداز پر آگ ہی لگی تھی۔۔

میں تمہارا منہ توڑ دوں گا، اگر میری بہن کو تکلیف پہنچانے کے بارے میں سوچا بھی" تو۔۔!!" وہ دھاڑا اٹھا تھا۔۔ وہ اس وقت ضبط کی انتہاؤں پر پہنچا ہوا تھا۔۔

زیادہ عرصہ صحت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، اس لئے ٹھنڈ رکھو۔۔ اور ہاں تمہارا" آج کا دن یادگار بنانے کے لئے مجھے شکریہ نہیں بولنا، کیونکہ میں بے وقت تمہیں تکلیف دیتا رہوں گا۔۔!!" وہ پرسکون انداز میں اپنی بات کہنے کے ساتھ ہی فون کٹ گیا تھا۔۔

سردار سائیں کیا بات ہے۔۔؟ "اس کے فون رکھتے ہی دین محمد ہاتھ باندھے اس کے " قریب پہنچا تھا۔۔ وہ اپنے کندھے پر پڑی چادر درست کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔ دین محمد مجھے ابھی پری سے ملنا ہے، سارے انتظامات مکمل کرو، ہم ابھی اور اسی وقت " نکلیں گے۔۔!! "وہ اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے ڈیرے سے نکل کر گاڑی میں بیٹھتے حویلی کی طرف روانہ ہوا تھا۔۔

وہ رسم کے بعد ہی روم میں آگئی تھی، اور اس بھاری لہنگے سے اپنی جان چھڑاتے ہوئے وہ سمپل کپڑے زیب تن کیے آرام محسوس کر رہی تھی۔۔ زہنی رو بہک کر بار بار اس سردار کی طرف جا رہی تھی، اس کا لہجہ اور اس کی باتوں نے ماہم سکندر کے دل کی دنیا ہلادی تھی۔۔ وہ بے چینی سے روم میں چکر پر چکر کاٹ رہی تھی جب روم کا دروازہ ناک ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر دروازہ کھول کر کھڑی ہی ہوئی تھی جہاں ایک ملازمہ ہاتھ باندھے، نظریں

جھکائے کھڑی تھی، وہ کوفت کا شکار ہوئی تھی اسے اس طرح نظر نیچی کیے کھڑی دیکھ کر۔۔

سردارنی سائیں کھانا لگ گیا ہے، آپ کو بڑی بی بی جی بلار ہی ہیں۔۔!! "وہ پیغام پہنچا کر" جواب کا انتظار کر رہی تھی۔۔

آپ چلیں، میں آتی ہوں۔۔!! "وہ اسے جانے کا کہتی خود بھی نیچے آگئی تھی جہاں ہر کوئی" ٹیبل پر بیٹھ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔ وہ سب پر ایک نظر ڈال کر سلام کرتی ہوئی حمزہ کے پاس بیٹھ گئی تھی، ان سب میں وہ دشمن جاں نہیں تھا۔ اس کی بے قرار نظریں ہر طرف بس اسے ہی ڈھونڈ رہی تھیں، وہ ان بے قرار نظروں سے بے بس نظر آئی تھی جو اتنی ناراضگی کے باوجود بھی اسے ہی دیکھنے کی خواہش مند تھیں۔۔ یہ کیسا رشتہ تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

www.novelsclubb.com

حمزہ آپ کے لالہ کیا اسی طرح صبح سے شام تک باہر رہتے ہیں۔۔؟ "وہ خود پر قابو نہ" پاتے سرگوشی نما آواز میں حمزہ کی طرف جھک کر پوچھ رہی تھی۔۔

نہیں آپی، اگر میں گھر پر ہوتا ہوں تو لالہ بیچ بیچ میں کئی دفعہ گھر آتے ہیں لیکن شاید آج " ان کو کچھ کام ہو اس لیے ابھی تک نہیں آئیں ہیں۔!! " وہ اسے تفصیل سے بتاتے ہوئے سامنے دیکھتے بے اختیار مسکرا آیا تھا، اس کے سامنے دیکھ کر مسکرا نے پر وہ بھی اس طرف نظر اٹھائی تھی جہاں سے وہ دشمن جاں اندر داخل ہو رہا تھا۔ وہ صبح والے ڈریس میں ہی کندھے پر شال ڈالے بہت خوب رو لگ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ماہم کی آنکھوں میں ایک پل کے لئے چمک ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ اس پر ہی نظر رکھے اندر داخل ہوتے سردار عون عباس جعفری نے بھی اپنے لئے اس کی آنکھوں کی چمک کو دیکھ کر ایک پل کے لئے ساکت ہوا تھا۔ یہ کیسا آشنا سا احساس تھا جو اسے اپنی سردارنی سائیں کی پرکشش آنکھوں میں نظر آیا تھا لیکن یہ لمحہ بس چند پل کے لئے تھا۔

وہ سلام کرتے ہوئے سب سے مل کر حمزہ کے قریب آیا تھا وہ اندر سے حیران ہوئی تھی کہ وہ اس کے قریب کیوں آرہا ہے۔

ہمارے قریب تو اب کوئی کرسی خالی ہی نہیں ہے پھر یہ کھڑوس سردار سائیں منہ اٹھا کر " ادھر کیوں آرہے ہیں۔!! " وہ بڑبڑاہٹ کے انداز میں اپنی انگلیوں کو پریشانی سے ٹیبل پر ہلکا ہلکا مار رہی تھی۔

جب وہ حمزہ کو اپنے گود میں بیٹھا کر خود اس کی کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔ ماہم کا دل اسے اپنے اتنے قریب بیٹھے دیکھ کر بے اختیار زور سے دھڑکا تھا، اس کے گلون کی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکراتی مدھوش کرنے کی درپر تھی۔۔

وہ بے نیاز سا بیٹھا اپنے پاؤں کے ٹکڑے سے رازوں نیاز میں مشغول تھا جب حمزہ کی خوشی سے چور آواز نے سبھی کو ساکت کر دیا تھا۔۔

"Lala, I am very happy today, because today our family is complete. And my cute apia has come to me. Do you know why this has happened?"

لالہ آج میں بہت خوش ہوں، کیونکہ آج ہماری فیملی مکمل ہو گئی ہے۔ اور میری کیوٹ (اپیا میرے پاس آگئی ہیں آپ کو معلوم ہے کہ ایسا کیوں ہوا ہے؟

وہ اس کی گود میں بیٹھا اس کے گلے میں بازو جمائے کیے محبت پاش نظروں سے اپنے بھائی کو دیکھ رہا تھا۔۔

"All this has happened because of my handsome Lala. I love you very much. Just convince Apia because she is angry with you."

یہ سب میرے ہینڈ سم لالہ کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں آپ سے بہت محبت کرتا ("!!") ہوں۔ بس آپ اپیا کو منالیں کیونکہ وہ آپ سے ناراض ہیں۔

وہ آخری بات سرگوشی نما آواز میں کہتا اس کے گالوں پر اپنے لب رکھتے اسے مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

ہا ہا ہا۔۔ میرے چھوٹے سے پاپڑے کے ٹکڑے کو اتنا سب کیسے معلوم ہو جاتا ہے؟ کیا آپ " کی اپیانے آپ کو بتایا ہے میرے پاپڑے کے ٹکڑے۔!!" وہ فلک شگاف قہقہہ لگاتے سبھی کو اپنی طرف متوجہ کر گیا تھا، ملازمین کی ایک فوج تھی جو اسے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی کہ ہیں یہ ان کے سردار سائیں ہیں جو اتنا کھل کر قہقہہ لگا رہے ہیں، وہ سب اپنے سردار سائیں کی خوشی میں خوش نظر آ رہے تھے اور ہوتے بھی کیوں نہ سب کی خواہش اور خوشیوں کا خیال رکھتے ہوئے وہ کبھی کوتاہی نہیں برتا تھا۔

ششش۔۔! دھیرے بولیں اپیانے سن لیا تو وہ مجھ سے بھی ناراض ہو جائیگی، یہ اپیانے " نہیں کہا ہے بلکہ میں یعنی حمزہ عباس جعفری کہہ رہا ہے۔۔!! " وہ اپنے ہونٹوں پر اپنی چھوٹی سی انگلی رکھ کر اسے چپ کر وارہا تھا۔ اس کے انداز پر وہ اس کے گالوں کو چومتے ہوئے اسے اپنے ہاتھوں سے خانہ کھلانے لگا تھا۔۔

وہ وہیں بیٹھی ہوئی ان دونوں بھائیوں کے راز و نیاز دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لئے حسرت کی ایک چھوٹی سی جھلک اپنی چھب دکھلا کر معدوم ہوئی تھی۔۔ وہ چند لقمے زہر مار کر کرتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر اپنے روم میں داخل ہوتے دروازہ کھول کر بالکونی میں کھڑی ہوئی گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے خود کو پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

وہ کل شام سے اب تک کی اپنی زندگی میں ہوئے بدلاؤ کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ جب اسے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ کے ساتھ ساتھ اس کے وجود کی خوشبو بھی محسوس ہوتے اسے پیچھے مڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ مڑ کر مقابل کی طرف بنا دیکھے آگے

بڑھنے لگی تھی جب اس کی اگلی حرکت پر وہ غصّہ سے خطرناک حد تک لال سرخ چہرہ لیے بگڑے موڈ کے ساتھ اس کی کارکردگی دیکھ رہی تھی۔۔

وہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں کو اس کی طرف بڑھا کر اس کے سر سے ڈھلکتے آنچل کو درست کرتے ہوئے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

آپ کی ناراضگی، آپ کا غصّہ سر آنکھوں پر سردارنی سائیں۔۔ لیکن آپ سے " دستبرداری سردار عون عباس جعفری کو مرتے دم تک قبول نہیں ہے۔۔! " وہ اس کے چہرے پر بیزاری پھیلتے ہوئے دیکھ کر اندر سے اداس ہوا تھا۔ جو چہرہ کچھ دیر پہلے شاد تھا وہ اب اداسی کا لبادہ اوڑھ چکا تھا اور آنکھوں کی وہ چمک جو اپنی سردارنی سائیں کو دیکھتے ہوئے روشن تھیں وہ اب معدوم ہو چکی تھی۔۔

ارے معلوم ہے۔۔ بلکہ بہت اچھے سے معلوم ہے کہ جاگیر دار بے جاحق جتانے پر اپنی " ملکیت سمجھتے ہیں، لیکن میرے بھی خون میں انہیں جاگیر داروں کا خون شامل ہے۔۔!! " وہ دھیمی آواز میں پھنکاری تھی، لیکن اس کے چہرے پر جھلکتی اپنے لئے نفرت کی داستان دیکھ کر وہ ساکن ہوا تھا۔۔

ہر سکہ کا دو پہلو ہوتا ہے اور آپ صرف سکہ کا ایک ہی رخ دیکھ رہی ہیں۔۔ ہو سکتا ہے " جیسا آپ سمجھ رہی ہیں وہ سچ نہ ہو، میں آپ پر نہ ہی دباؤ ڈال رہا ہوں اور نہ ہی کوئی پابندی لگا رہا ہوں، لیکن آپ سے درخواست ضرور کر رہا ہوں کہ آپ کو جب بھی لگے کہ میری بات سن لینی چاہیے آپ کو تو آپ مجھ سے پوچھ لیجئے گا۔۔!! " وہ اس کے غصہ سے لال سرخ چہرہ دیکھ کر اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت وہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتی ہے کیونکہ غصہ انسان کی سمجھ کو کھا جاتا ہے۔۔

وہ اس کی پشت کو گھورتے ہوئے وہیں کھڑی رہی تھی۔۔

نفرت سی ہو گئی ہے اپنے آپ سے، اپنے وجود، اپنی سوچ سے۔۔ آپ سمیت اس حویلی " کے در و دیوار میرا مزاق اڑاتے لگ رہے ہیں۔۔! " وہ اپنے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑتے ہوئے روم کی طرف بڑھی تھی۔۔

ان نفرتوں کے ہجوم میں محبت نہ ڈھونڈنا

کیونکہ محبت تو عام ہے نفرت کے سامنے (بقلم شفاء سفیان خان)

آٹھ سال بعد۔۔ آٹھ سال بعد آپ نے مجھے اپنے انہیں ہاتھوں سے چھوا جن ہاتھوں " سے کبھی آپ نے مجھے دور کیا تھا، ا۔۔ اور میرے سامنے کیوں آئے آپ ہاں۔۔ کیوں۔۔؟ نہیں دیکھنا آپ کی شکل، بالکل بھی نہیں دیکھنا۔۔!! " وہ اپنے ہاسٹل کے روم میں بیڈ پر بیٹھی بے تہاشا سرخ آنکھوں سے لیمپ کو گھور رہی تھی۔۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ اس وقت شناسا درد کا پتادے رہی تھی۔۔ ہر کسی سے دل نہیں لگانا چاہیے کیونکہ جب دل ٹوٹتا ہے تو اس کا احساس دل سے پہلے آنکھیں محسوس کرتی ہیں۔۔ کیونکہ آنکھیں بڑی حساس ہوتی ہیں۔۔ دل بار بار نہیں توڑے جاتے، کیونکہ جس سے دل جڑے اس کا دل ایک ہی بار کوئی توڑ " سکتا ہے اور آپ نے وہ میرا دل ایک بار بڑی بے دردی سے توڑ دیا ہے۔۔ کبھی معاف "!! نہیں کرونگی آپ کو، کبھی بھی نہیں۔۔

وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچے اپنی آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو بڑی بے دردی سے رگڑ کر
انہیں صاف کر رہی تھی۔۔

وہ اٹھ کر اب اس کے کوٹ کو اپنے ہاتھوں میں بھینچے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی،
جیسے وہ صرف کوٹ نہ ہو بلکہ اس کے سامنے شانزل زاویار ہو۔۔

بہت برے ہیں آپ، بہت زیادہ۔۔ کسی کا دل دکھانا اور توڑنا تو آپ کے دانے ہاتھ کا
کھیل ہے۔۔ میں شدت سے دعا کروں گی کہ اب کبھی آپ کا مجھ سے سامنا نہ ہو۔۔!!"
وہ اس کے کوٹ کے کالر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑتے اسے جیسے باور کروا رہی تھی، چہرہ
رونے کی وجہ سے سرخ انگارہ ہوا تھا۔۔

کوئی تھا جو اسے اس طرح کرتے ہوئے دیکھ کر بے اختیار شدت سے رویا تھا۔۔

وہ روم میں اس کے ساتھ ہی داخل ہوا تھا جب اس کا موبائل بجاتا تھا۔ دین محمد کی کال تھی۔۔

سردار سائیں۔۔! کچھ لوگ آپ سے ملنے کے لئے آئیں ہیں۔۔!" وہ دین محمد کی بات " سن کر فوراً دروازہ کی سمت بڑھا تھا جب اس کی نظر ماہم پر پڑی تھی۔ وہ صوفے کے ساتھ زور آزمائی کر رہی تھی اور وہ اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔۔

جب سے وہ حویلی میں آئی تھی تب سے وہ اس سے مخاطب نہیں ہوتی تھی بلکہ پہلے کم از کم لڑائی ہی سہی بات تو کر لیا کرتی تھی۔

وہ چلتا ہوا صوفے کے قریب آیا تھا جب وہ اس کو دیکھ کر ہانپتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔۔

وہ ایبر و اچکا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ اس کے نیچے کونسا

خزانہ ڈھونڈ رہی ہو۔۔ www.novelsclubb.com

ہاں مجھے کشتی کرنے کا شوق ہے ناں تو یہاں مجھے کوئی ملا نہیں تو میں نے سوچا کہ صوفے "

سے ہی کشتی کر لیتی ہوں۔۔ اور مجھے اس طرح سے دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے سو کالڈ

سردار سائیں۔۔ میں اب جو کچھ بھی کروں یہ یقین رکھیں کہ میں آپ کی رعایا میں شامل

ہو چکی ہوں اور آپ کی بات ماننا تو میری اولین ترجیح ہوگی۔!!" وہ دانتوں کو کچکچاتے ہوئے خود پر طنزیہ ہنسی ہنستی اسے ساکت کر گئی تھی۔۔ وہ اس کے بار بار طنز کرنے پر بھی اگنور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

جب آپ کا غصہ ختم ہو جائے گا ناں تبھی آپ سے بات ہو سکتی ہے۔۔ اچھا چلتا ہوں کچھ " لوگ ہیں جن سے ملاقات کرنی ہے، آپ سو جائیگا۔ شب بخیر۔!!" وہ پرسکون سا اس کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر اس کی پیشانی پر اپنا مہکتا لمس چھوڑا تھا اور پھر بنا روکے وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔

وہ نجانے کتنے ہی پل ہو نقوں کی طرح اس کے پیچھے دیکھتے ہوئے اس کی جرات پر واقعی میں حیران ہو گئی تھی۔۔

کچھ پل بعد وہ اپنی پیشانی کو رگڑ کر اس کے لمس کو مٹانے کی کوششیں کر رہی تھی۔۔

وہ مردان خانے کی طرف بڑھاتا تھا جہاں سب لوگ بیٹھے اس کا ہی انتظار کر رہے تھے۔

سردار سائیں یہ ہمارے ہی علاقے کے لوگ ہیں، جو بڑی تعداد میں موجود ہیں، کل کی پنچایت سے پہلے آپ سے کچھ کہنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔! "دین محمد اس کے ساتھ ہی چلتے ہوئے مردان خانے میں داخل ہوا تھا۔

سلام سردار سائیں۔! "وہاں سبھی لوگ اس کو دیکھتے ہی اٹھ کر کھڑے ہوتے سلامتی" بھیجی تھی، وہ گردن کو جنبش دے کر انہیں بیٹھنے کا اشارہ دیتے خود انہیں کے بیچ چار پائی پر بیٹھ گیا تھا۔

"! بتائیں میں آپ کے کیا کام آسکتا ہوں۔"

وہ بڑی محبت سے ان کے بیچ بیٹھ کر پوچھ رہا تھا۔ بھلا یہ انداز کسی کو اپنی طرف موہ نہ لے ایسا ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ وہاں بیٹھے سبھی لوگوں کا دل اپنے سردار سائیں کے اس انداز کو دیکھتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

سردار سائیں ہم آپ کے پاس بڑی امید لے کر حاضر ہوئے ہیں۔! "ایک بزرگ" کھڑے ہوتے اسے امید سے دیکھ رہے تھے۔

اور میں آپ کی امیدوں پر کھرا اترنے کی پوری کوشش کروں گا۔!" وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھاتے ہوئے عقیدت سے ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔

وہاں سبھی لوگ اس کی ادا پر سرشار ہوئے تھے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ بھلا ایسے سردار سائیں ہر کسی کو تھوڑی ملتے ہیں۔

سردار سائیں ہم شاہ پور کے پاس والے گاؤں سے تعلق رکھتے ہیں، آپ تو جانتے ہی ہیں " کہ ہمارے پاس کے تین گاؤں میں کھیتی نہیں ہو پاتی کیونکہ پانی کی کمی کی وجہ سے زمین بخر ہو گئی ہے، ہم اپنے بچوں کو پالنے پوسنے کے لئے محنت کش طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔!!" وہ بزرگ گردن جھکائے ہوئے اپنی بات رکھ رہے تھے۔ وہاں بیٹھاسارا مجمع خاموشی اختیار کیے سن رہا تھا۔

ہم زمیندار عبدالخالق کے کھیتوں میں کام کرتے ہیں، لیکن وہ ہمیں ہماری پوری " مزدوری بھی نہیں دیتا ہے، لیکن ہم پھر بھی اس کے یہاں کام کرتے ہیں۔

سردار سائیں اب وہ کہہ رہا ہے کہ ہم اپنے آٹھ سال سے اوپر کے بچوں کو تعلیم دینے کے بجائے اس کے کھیتوں پر بھیجیں کام کرنے کے لئے۔۔!!" ان کی بات سن کر وہ غصہ سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔۔

ہم تو مزدوری کر رہے ہیں لیکن کیا ہمارے بچوں کا تعلیم پر کوئی حق نہیں ہے۔۔؟"

سردار سائیں جب ہم نے آوازیں اٹھائی تو وہ کام سے نکالنے کی دھمکی دینے لگا، ہمیں کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ ہم کیا کریں اس لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں اب آپ ہی ہماری مدد کر سکتے ہیں۔۔!!" وہ اپنے لاجپاسے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے خاموش ہو گئے تھے۔۔

آپ سبھی لوگوں کو پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، سردار عمون عباس "

جعفری نہ ہی آپ پر ظلم ہوتے دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی آپ پر کسی کو ظلم کرنے دے سکتا ہے۔۔ کل پنچایت میں فیصلہ ہوگا اور پریشان نہ ہو آپ کے حق میں فیصلہ ہوگا، یہ آپ سے سردار عمون عباس جعفری کا وعدہ ہے۔۔ آپ سبھی لوگ اپنے گھروں کو جائیں، لیکن یہ بات اپنے زہن نشین کر لیں کہ سردار عمون عباس جعفری ہمیشہ آپ کے ساتھ کھڑا ہے۔۔!!" اس کی بھاری گہبھیر آواز اور اس کی باتیں ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔۔

اور ہاں اگر کبھی بھی آپ کو کوئی بھی پریشانی ہو آپ بلا جھجک مجھ تک پہنچا سکتے " ہیں۔۔!! "وہ اپنے مخصوص گمبھیر آواز میں کہتا اٹھ کر کھڑا ہوا تھا اس کے ساتھ ہی سبھی لوگ کھڑے ہوئے تھے۔۔

چلتے ہیں سردار سائیں۔۔!! "سبھی اسے دعائیں دیتے ہوئے اس سے مل کر اپنے گاؤں " کو لوٹ گئے تھے۔۔

وہ وہیں بیٹھا سوچوں میں گم ہوا تھا جب دین محمد کے ساتھ آغا جان بھی آکر وہیں بیٹھے تھے۔۔

"عمون بیٹا کیا سوچ رہے ہیں۔۔؟"

انیس جعفری اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئے تھے۔۔

آغا جان میں سوچ رہا ہوں کہ لوگ اپنی سطح سے کتنا گر جاتے ہیں اور یہ نظروں سے گرنا " ایسا ہے کہ پھر آپ کبھی ان نظروں میں سر خرو نہیں ہو سکتے ہیں۔۔!! "وہ غیر مرئی نقطہ پر اپنی نظریں مرکوز کیے ہوئے کسی اور دنیا میں پہنچا تھا، چہرے پر سوچ کی لکیریں صاف جھلک رہی تھی۔۔

بالکل درست فرمایا آپ نے، لیکن کیا کہہ سکتے ہیں۔ عبدل خالق کے ہر ایک قدم پر نظر " رکھو، معلوم نہیں کیوں مجھے آج کل بڑی بے چینی ہے۔ اب مجھ میں کسی اور اپنوں کو کھونے کی ہمت نہیں ہے۔!!" وہ بہت بے چین لگ رہے تھے اور ان کی بے چینی ان کی باتوں سے صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

آغا جان آپ پریشان نہ ہوں، اللہ سب بہتر کریگا، کیونکہ وہ سب سے بہترین کار ساز " ہے۔!!" وہ انہیں تسلی دے کر انہیں لئے اندر کی جانب بڑھا تھا۔ انہیں ان کے روم تک چھوڑ کر خود گیٹ روم میں داخل ہوا تھا، دین محمد اس کے ساتھ ہی تھا۔

دین محمد آج ہم شہر جانے سے تو رہے، لیکن ہاں تم وہاں کی سیکورٹی سخت کر دو، اس کو " ایک خروچ بھی آئی تو میں عبدل خالق کو وہی گاڑ دوں گا۔ اگر آج اُس نے فون کیا ہے تو مطلب وہ اس کے ہر مؤمنٹ سے واقف ہے، وہ اس سے ملا بھی ہے لیکن وہ اسے نقصان کیوں نہیں پہنچایا۔؟ یہ سمجھ سے بالاتر ہے۔!!" وہ بھی کافی حد تک پریشان تھا لیکن وہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

سردار سائیں۔۔! جتنا خطرہ ان کو ہے اتنا ہی خطرہ سردارنی سائیں کو بھی لاحق " ہے۔۔!! " وہ بھی پر سوچ انداز میں اس کا نقطہ نظر دوسری جانب کر وارہا تھا۔۔

ہم۔۔ بالکل درست فرمایا تم نے، فحاحل کے لئے تم جمیلہ سے کہو کہ وہ ہمیشہ ان کے " ساتھ ساتھ رہے اور باقی کا میں دیکھ لو نگا، اگر میری سردارنی سائیں پر ایک کھروچ بھی آئی تو میں آگ لگا دو نگا۔۔!! " وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔ اس کی بات پر دین محمد نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے ساتھ ہی اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔

اس وقت اس کی شدت پسندی بس دیکھنے لائق تھی۔۔

سردار سائیں۔۔! اماں سائیں آپ کو یاد کر رہیں تھیں۔۔! " وہ انیکسی کی طرف دیکھتے " مسکرایا تھا۔ اسے بے اختیار اپنی ماں کی بات یاد آئی تھی۔۔

اوہاں زیادہ دن ہو گئے اس بار، انشاء اللہ کل صبح میں آؤنگا ان سے ملنے کے لئے۔۔! " وہ " بھی مسکرایا تھا اور پھر وہ اندرونی حصے کی طرف روانہ ہوا تھا۔۔

اپنے پاؤں کے ٹکڑے کو دیکھنے کے بعد وہ اپنے روم کی طرف بڑھا تھا اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا ہر طرف ہو کا عالم تھا۔۔

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تھا، روم میں ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا، وہ دھیرے سے دروازہ بند کرتے ہوئے الماری کی طرف بڑھا تھا جب اس کا پیر کسی چیز میں پھنسا تھا اور وہ گرتے گرتے بچا تھا، اندھیرے کے باعث وہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ اپنی موبائل کی ٹارچ آن کرتے ہوئے اس طرف کی تھی جب اس کی نظر اپنی خونخوار شیرینی پر پڑی تھی جو فرش پر پہلے دن کی طرح بستر لگا کر مزے سے نیند کی آغوش میں اتری ہوئی تھی۔ اس کے میٹرس میں ہی اس کا پاؤں الجھا تھا۔

وہ اسے کل بھی فرش پر سوتے دیکھ کر حیران ہوا تھا اور آج بھی۔۔ وہ سمجھ نہیں پارہا تھا کہ آخر اتنے بڑے بیڈ اور صوفے کے ہوتے ہوئے وہ فرش پر کیوں سو رہی ہے۔۔؟
وہ اسی طرح الماری تک پہنچ کر اپنے کپڑے نکالتے واشر روم کی طرف بڑھا تھا دس منٹ بعد وہ شاور لے کر وضو کر کے اسٹڈی روم میں داخل ہوا تھا تہجد کی نماز کے لیے۔۔

وہ سو رہی تھی جب اسے کچھ عجیب محسوس ہوا جیسے نجانے کتنی آوازیں آرہی ہوں، وہ نیند میں ہی اپنے سر کو ادھر ادھر کر رہی تھی۔ وہ نماز کے بعد سونے کی غرض سے روم میں داخل ہوا تو اس کو کچھ بڑبڑاتے ہوئے اور سر کو ادھر ادھر کرتے ہوئے دیکھ کر بے اختیار

ہی اس کے پاس ہی فرش پر بیٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر سہلایا تھا جیسے اسے یقین دلارہا ہو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔ اور وہ پرسکون ہو بھی گئی تھی۔ نجانے کتنے دیر تک وہ اس من موہنے چہرے کے ہر نقش کو محبت پاش نظروں سے دیکھتا رہا تھا پھر اٹھ کر اپنا بلینٹ اور تکیہ لے کر اس کے پاس رکھتے وہیں لیٹتے ہوئے اس کی طرف کروٹ لی تھی۔۔

سانولا ہلکا گلابی چہرہ، چھوٹی سی کھڑی ناک، لیکن سب سے خاص گالوں میں پڑتا ننھا گڑھا جو بچپن میں تو دیکھا تھا لیکن وہ اب تک اسے کہیں نہیں دکھا تھا، اور گلابی شنگرفی کٹیلے ہونٹ، خوبصورت آنکھیں جن پر جھکی ہوئی بڑی بڑی پلکیں جو اس وقت بند تھی۔۔ عوں کی بے تاب نظریں اپنی سردارنی سائیں کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔ وہ اپنے دل کو ڈپٹتے ہوئے گستاخی کرنے سے روک رہا تھا کیونکہ وہ پہلے ہی اس سے بدزن تھی۔۔ وہ تھوڑا سا جھکتے ہوئے اس کے بالوں پر اپنے لب رکھے تھے پھر ایسی کی کولنگ بڑھاتے ہوئے خود بھی آنکھیں بند کر دیا تھا کیونکہ صبح ایک بہت اہم پنچاپت تھی۔۔

صبح اس کی آنکھیں کھلی تھیں تو وہ اپنے بازوؤں پر کسی کے لمس کو محسوس کرتے پہلے تو حیران ہوا تھا پھر اپنی نظریں گھما کر مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا جو اس کے ہی تکیہ پر سر رکھے اس کے بازوؤں میں اپنے ہاتھ ڈالے بڑے سکون سے سو رہی تھی۔۔ وہ اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

یہ میری زندگی کی سب سے خوبصورت اور روپہلی صبح ہے، میں دعا کروں گا کہ ایسی صبح" اور شام اللہ مجھے ہمیشہ نصیب کرے۔۔!" وہ دل میں ہی اس سے مخاطب ہوتے دعا مانگی تھی اور دعائیں تو بس دل میں کہہ دینے سے ہی عرش تک پہنچ جاتی ہیں، وہ رب العزت ہمارے دل اور نیت دیکھتا ہے۔۔

وہ اس کے نظروں کا ارتکاز تھا جس سے وہ کسماتے ہوئے آنکھیں کھولنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اسے آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ آنکھیں بند کر چکا تھا اور ہلکی سی آنکھوں کی جھری سے اس کے تاثرات دیکھنے کا خواہشمند تھا۔۔

وہ اپنی آنکھیں بمشکل کھولتے ہوئے اپنی نظریں اٹھائی تھی جب اپنے قریب ترین اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ ٹھٹھکی تھی، آنکھیں بے اختیار حیرت کی زیادتی سے واں ہوئی تھی، وہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے انگنت پل اسے دیکھتی رہی تھی۔۔

لال سرخ چہرہ، خوبصورت کھڑی ناک، کشادہ پیشانی جس پر بھورے بال بکھرے ہوئے تھے، بھرے بھرے گلابی ہونٹ جو اس وقت آپس میں پیوست تھے، بھوری داڑھی جو اسے بے حد خوب و بنا رہی تھی۔۔

اس نے ناگواری سے اپنا منہ پھیر لیا تھا، وہ اٹھنا چاہ رہی تھی جب اسے اپنے ہاتھوں کا لمس کسی اور کے بازوؤں پر محسوس ہوا تھا، وہ حیرت کی زیادتی سے آنکھیں پھاڑے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جو اس کے بازوؤں میں تھا، وہ جھٹکے سے اس کے بازوؤں کو چھوڑتے ہوئے اپنے تاثرات چھپاتے لال سرخ چہرہ لیے واشروم میں بند ہو گئی تھی۔۔

وہ اسے اس طرح خود کو جھٹک کر دور ہوتے دیکھ کر بے چین ہوا تھا، کیا وہ سچ میں اس کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا ہے جو وہ اس کو اس طرح جھٹک سکتی ہے۔۔

وہ سوچوں میں گم اٹھ کر اپنے روم سے نکلتے حمزہ کے روم کی طرف بڑھا تھا، وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لئے بیزاریت نہیں دیکھ پارہا تھا۔۔ وہ وہیں سے تیار ہو کر پنچایت کے لئے صبح سویرے ہی نکل گیا تھا۔۔

وہ صبح ہی صبح انیکسی کی طرف روانہ ہوا تھا، اندر قدم رکھتے ہی وہ مسکرایا تھا۔۔

آپ کو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میں آ رہا ہوں اماں سائیں۔۔؟ "وہ انہیں دروازہ کو" پکڑے دیکھ کر مسکراتے ہوئے ان کے سامنے ہلکا سا جھکا تھا، وہ اس کی سر پر ہاتھ پھیر کر دعا دینے کے بعد اپنے ساتھ لیے اندر بڑھیں تھیں۔۔

آپ کے قدموں کی آہٹ سے سردار سائیں۔۔! "وہ اس کی بات سن کر مسکرانے" لگیں تھیں۔۔

اماں سائیں آپ مجھے سردار سائیں تو نہ کہا کریں۔۔!" وہ شکوہ کر رہا تھا اور یہ وہ شکوہ تھا جو " اس کے بچپن سے سنتے آرہیں تھیں۔۔

مجھے اچھا لگتا ہے آپ کو اس طرح بلانا۔۔!" وہ اس کو بیٹھا کر خود بھی بیٹھیں تھیں جب " دین محمد ٹرے ہاتھوں میں لیے اندر داخل ہوتے سلام کرتے ہوئے ٹرے سامنے رکھی تھی جس میں تین کپوں میں چائے کے ساتھ ہی آلیٹ اور دیسی گھی کا پراٹھا رکھا تھا۔۔

دین محمد تم دن بہ دن کافی سگھڑ نہیں ہوتے جا رہے ہو، چلو کم از کم تمہاری بیوی تم سے " بہت خوش رہے گی۔۔!!" وہ دین محمد کو چھیڑتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔

سردار سائیں یہ آلیٹ اور پراٹھا تو اماں سائیں نے بنایا ہے میں نے تو صرف چائے بنائی " ہے۔۔!" وہ بھی مسکراتے ہوئے پلیٹ اس کی طرف بڑھایا تھا۔۔

اللہ کے کرم سے آپ تو گھر والے ہو گئے ہیں، سردار نی سائیں بہت ہی پیاری تھیں بچپن " میں، اب تو اور بھی زیادہ پیاری ہو گئی ہوں گی۔۔!" وہ پلیٹ میں آلیٹ نکالتے ہوئے عون کو دیکھ کر ماہم کو یاد کر رہیں تھیں۔۔

جی بالکل۔۔! میں کسی دن لے کر آؤں گا آپ سے ملوانے کے لئے۔۔!" وہ ایک لقمہ " منہ میں ڈال کر ان سے مخاطب ہوا تھا۔۔

ارے نہیں بیٹا میں خود ان سے مل آؤں گی کسی دن، آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت " نہیں ہے۔۔ اور ہاں زرا آپ ان سے کہیں کہ جیسے یہ ہر بات بنا ماں کے کہے پوری کرتے ہیں ویسے ہی میری خواہش پوری کریں۔۔!!" وہ اس سے بات کرتے ہوئے فوراً دین محمد کی طرف رخ موڑ گئیں تھیں۔ جسے سنتے ہی دین محمد مسکرایا تھا لیکن اس کی آنکھیں میں درد ہلکورے لے رہا تھا جسے وہ چھپانے کے لئے اپنے چہرے کو جھکا گیا تھا۔

عون اس کے چہرے کی طرف ہی دیکھتے اپنے ہونٹوں کو بھینچ گیا تھا، وہ سمجھ کر بھی اس وقت انجان بنا تھا، لیکن اپنے بچپن کے اس ساتھی کے درد کا علاج بھی وہ ڈھونڈ چکا تھا بس سہی وقت کا انتظار تھا۔۔

اماں سائیں آپ بس حکم کریں آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔!" دین محمد ان کے ہاتھوں کو " چوم کر آنکھوں سے لگاتے پھینکی سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے ان کا ہر حکم ماننے کو تیار تھا۔۔

ابھی تو ہم نکلتے ہیں لیکن اس بارے میں بھی اب کچھ سوچتے ہیں، انشاء اللہ جلد ہی آپ کی " بہو آپ کے ساتھ ہوگی۔۔!!" دین محمد کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔۔ وہ دین محمد کی مشکل آسان کر گیا تھا۔۔

آمین۔۔ بس یہ مان جائے پھر میں ڈھونڈو۔۔!!" وہ بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ کر کھڑیں " ہوئیں تھیں اور اور اپنے سامنے کھڑے دین محمد کے سر پر پیار دیتے انہیں دعاؤں میں رخصت کیا تھا۔۔

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھتے پنچایت کے لئے نکل گئے تھے۔۔

سورج اپنی شعائیں بکھیر کر ہر چیز کو منور کر رہا تھا، سنہری کرنیں اپنا پر پھیلا کر ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی، ہر گھر کی چمنیوں سے دھواں اٹھتا فضا میں پھیل رہا تھا، مٹی کی سوندھی خوشبودار لوں کو ٹھنڈک دے رہی تھی، گاؤں کی صبح ہوتی ہی بڑی خوبصورت

ہے۔۔ وہ صبح صادق ہی جب گاؤں کی سرحدوں کو چھوڑ کر پنچایت کی جگہ پر پہنچ گئے تھے۔۔

چاروں طرف مزدوروں کی بڑی تعداد نظر آرہی تھی جو آج اپنے حق کی لڑائی لڑنے کے بعد اپنے نصیبوں کا فیصلہ جاننے کے لیے موجود تھے۔۔

بلیک کرتا شلوار پہنے کریم کلر کی شال کندھوں پر ڈالے وہ شہزادوں جیسا آن بان والا شخص ان کے بیچ پہنچا تھا جسے دیکھتے ہی ان کی آنکھیں روشن ہو چکی تھی۔۔

"! سلام سردار سائیں۔۔"

وہ وہاں سے گزرتے چارپائی پر جا کر بیٹھا تھا، سبھی لوگ ہی اسے سلامتی پیش کر رہے تھے جس کا جواب وہ بڑی خوش دلی سے دے رہا تھا۔۔

علاقے کے لوگوں کے ساتھ ہی عبدال خالق کے لوگ بھی تھے، اور کچھ اس میں سردار عون عباس جعفری کے خلاف لوگ عبدال خالق کے ساتھ وہاں موجود تھے۔۔

سردار عون عباس جعفری کے اشارہ کرتے ہی پنچایت شروع ہو چکی تھی۔۔

آپ سبھی لوگ اپنی بات بنا کسی سے ڈرے سامنے پیش کریں، سردار عون عباس "

جعفری نے اللہ کو حاضر و ناظر مان کر ہمیشہ سچ کے ساتھ بنا ڈرے کھڑا رہا ہے اور ہمیشہ کھڑا رہے گا۔!!" اس کی مخصوص گمبھیر آواز ہر طرف ایک سحر ساطاری کیا تھا۔۔ عبدل خالق کے لوگ اس کی بات پر اسے نفرت آمیز نظروں سے گھور رہے تھے۔۔

سردار سائیں ہم بھوکے رہ سکتے ہیں لیکن اپنے بچوں کو ہم کھیتوں پر کام کرنے کے لئے " نہیں بھیج سکتے ہیں۔۔ ہم سب نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم عبدل خالق سائیں کے کھیتوں پر مزدوری نہیں کر سکتے ہیں۔!!" سارے ہی غریب مزدور وہاں ہم آواز یہ الفاظ ادا کر رہے تھے۔ عبدل خالق بڑے ہی پرسکون انداز میں بیٹھا تھا جیسے وہ لوگ اس کی تعریف کر رہے ہوں۔

کسی زمیندار کے مزدور کو اس کے یہاں سے ہٹانے کا آپ سوچنے سے پہلے یہ سوچ لیں " کہ اس کا معاہدہ ہوا تھا جسے آپ توڑ رہے ہیں۔!!" عبدل خالق آنکھوں میں غصے کی آگ لئے پنچایت میں دھاڑا تھا۔ سارے ہی مزدور سہم سے گئے تھے لیکن انہیں اپنے سردار سائیں پر پورا یقین تھا کہ وہ انہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔۔

ہاں یہ معاہدہ میں توڑ رہا ہوں اور اس کے بدلے میں؛ میں اپنے گندم کے گودام سے دو " ہزار کنٹل گندم ان مزدوروں کو آزاد کروانے کے بدلے میں دو ننگا۔!! " وہ پرسکون انداز میں اپنا فیصلہ سناتے ہوئے دین محمد کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے پیپر زانگا تھا۔ اس کا سکون مقابل کے سکون کی دھجیاں بکھیرنے کے لئے کافی ہوتا تھا۔

ٹھیک ہے میں ان پیپر زپر سگنچر کر کے ان مزدوروں کو آزاد کر دوں گا لیکن میری بھی " ایک شرط ہے۔!! " وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تھا، ایک پیپر اس کی طرف بھیجا تھا۔

مجھے اس سال کے نئی گندم کی فصل سے چاہیے اور اگر ایک ماہ میں مجھے نہیں ملا تو میں اس " سارے معاہدے کو توڑ دوں گا۔!! " وہ زہر خند مسکراہٹ اپنے چہرے پر لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

ٹھیک ہے میں شرط ماننے کو تیار ہوں، آپ سبھی لوگ کل سے ہمارے باغات میں اور " گاؤں کی فیکٹری میں آکر اپنا کام دیکھ لیجیے گا، اب سے آپ لوگ ہمارے یہاں کام کریں گے۔!! " وہ عبدل خالق کی شرائط کو قبول کر کے سگنچر کرتے ہوئے اور اس سے کروا کر ان مزدوروں کو وہاں سے آزادی دلادی تھی۔

آپ لوگ خود کو کمتر سمجھنا چھوڑ دیں کیونکہ آپ لوگ سے ہی ہم سب ہیں، آپ لوگ " سے ہی پورا دیش ہے، آپ لوگ سے ہی سب کچھ ہے کیونکہ آپ لوگ کھیتوں میں کام کرتے ہیں تو ہی ہمیں کھانے کو ملتا ہے۔۔ یہ زمین زمیندار کی ہو یا کسی اور کی، لیکن اس پر کام کر کے آدھے سے زیادہ حق آپ لوگوں کا ہوتا ہے، کیونکہ آپ لوگ اپنے خون پسینے "!! سے ان فصلوں کو سینچتے ہیں۔۔"

وہ سبھی مزدوروں کو دیکھتے ہوئے انہیں ان کا اصل مقام بتا رہا تھا۔۔ کیونکہ یہ تھا سردار! عون عباس جعفری۔۔

سارے ہی مزدور خوشی سے آنکھوں میں آنسو لیے اسے بے تہا شاد عا ئیں دیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے تھے۔۔

سردار عون عباس جعفری اور گارڈ کی سات گاڑیاں بھی آگے پیچھے روانہ ہوئی تھی۔۔

سردار سائیں ہم نے اتنی آسانی سے اس پنچایت کو ہوتے ہوئے نہیں سوچا تھا، یہ عبدل " خالق اتنی آسانی سے اور اتنی جلدی آپ کی بات کیسے مان گیا۔۔؟ "دین محمد گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پورے انداز میں اپنے پیچھے گارڈ کی گاڑیوں پر نظر رکھے ہوئے تھا۔۔

ٹھیک سوچ رہے ہو تم، یہ اپنے گھٹیا ارادوں کی پہلی کڑی پر ہے، معلوم کرو دین محمد کی " یہ کیا سوچے بیٹھا ہے، اگر ان زمینوں کا مطالبہ کیا یا پھر کوئی اور گھٹیا پن دیکھا یا تو چھوڑوں گا نہیں میں۔۔!!" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ایک بار پھر پیچھے دیکھ رہا تھا۔

سردار سائیں آپ کو کیا لگتا ہے کہ یہ سردار نی سائیں کے بارے میں ابھی نہیں جانتا۔۔؟" یا پھر پری بی بی کے وجود سے انجان ہے۔۔؟ سوچیں سردار سائیں کہ اگر شانزل زاویار کو معلوم ہے تو یہ کیسے انجان ہے، ہالانکہ شہر میں ہونے کے باوجود وہ عبدل خالق سے اپنے رشتے کو بڑی شدت سے نبھارہے ہیں۔۔!!" وہ پر سوچ انداز میں عون کی طرف دیکھ رہا تھا۔

اپنے رشتے۔۔! ہا ہا ہا۔۔ وہ کسی بھی رشتے کو کیسے نبھارہا ہے میں خود حیران ہوں، وہ " رشتے نبھانے والوں میں سے نہیں بلکہ رشتے توڑنے والوں میں سے ہے۔۔ لیکن ہاں ایک بات تو بہت صاف ہے کہ وہ پری کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، یہ بات ہم سبھی اچھے سے جانتے ہیں۔۔!!" وہ تنجیہ ہنسی ہنستے دین محمد سے مخاطب ہوا تھا لیکن اس کی آواز اور لہجے کے درد سے دین محمد بخوبی واقف تھا۔ ایک وہی تو اس کا غمخوار ساتھی تھا جو ہمیشہ اس کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا رہا تھا۔

گندم کی کاشت کے فوراً بعد اسے گندم بھیجو ادینا۔۔!" وہ دین محمد کی طرف دیکھتے " ہوئے کہہ رہا تھا

جی سردار سائیں میں کل ہی رفیق سے بات کرتا ہوں۔۔!!" وہ ایک بار پھر پیچھے دیکھ رہا " تھا۔۔

دین محمد کیا کوئی مسئلہ ہے جو تم بار بار پیچھے دیکھ رہے ہو۔۔!!" وہ اسے اب کی بار ٹوک دیا " تھا۔۔

سردار سائیں مجھے اس اشرف والی پنچایت کے بعد سے ہی کچھ عجیب محسوس ہو رہا ہے، " مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی ہم پر نظر رکھ رہا ہو۔۔!!" وہ پریشانی سے دوچار تھا۔۔

کچھ نہیں ہے دین محمد۔۔! تم یو نہی پریشان ہو رہے ہو، اللہ حفاظت کرنے والا ہے، جب " تک وہ نہیں چاہے گا ہمیں ایک خرونج تک نہیں آسکتی ہے۔۔!!" وہ اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے یقین کی مہر پکڑایا تھا۔۔

یہ عبدال خالق کے ڈرائنگ روم کا منظر تھا، جہاں وہ سب بیٹھ کر اگلے پلان کی تیاری کر رہے تھے، لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ اوپر بیٹھار ب سب سے اچھا پلان بناتا ہے، وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہ نگہبان بھی ہے۔۔

آپ نے اتنی آسانی سے مزدوروں کو اس کے حوالے کیوں کیا۔۔؟ "وہ اس کے چہرے" پر نظریں مرکوز کیے غصے سے اپنی مٹھیوں کو بھینچے وہ مخاطب ہوا تھا۔۔

واہ میرے شیر غصے میں تو تم بس اپنے چچا پر گئے ہو، تم پریشان نہ ہو اس کا بدلہ ہم اس " سردار سے سود سمیت واپس لیں گے۔۔ اور سنا ہے کہ اس کی بیوی مل گئی ہے، اب مزا آنے والا ہے۔۔!! " وہ خباثت سے ہنستے ہوئے اس وقت زہر سے بھی زیادہ برا لگ رہا تھا۔۔ لیکن اس شیطان صفت انسان کی سوچ تک رسائی حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔۔

مزل تم کل مجھے کچھ بتانے والے تھے۔۔؟ " وہ اپنے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے مزل " سے مخاطب ہوا تھا۔۔

سائیں اندر سے خبر ملی ہے کہ وہ سردار ہر مہینے میں شہر جاتا ہے کسی سے ملنے کے " لئے۔۔!! " وہ دھیمی آواز میں عبدال خالق کو حقیقت سے روشناس کروا رہا تھا۔۔

وہ خوشی سے جھومتے ہوئے اسے چپ رہنے کا اشارہ دیا تھا، وہ اس کے سامنے ابھی اندر کی باتوں سے احتیاط کرتا تھا۔

چچا سائیں دشمن کو زیر کرنے کے لئے اس کی کمزوری پر وار کرتے ہیں، شانزل زاویار کو " بہت اچھے سے معلوم ہے کہ عون عباس جعفری کی کمزوری کیا ہے۔!! " وہ زہر خند مسکراہٹ سے سردار عون عباس جعفری کو زیر کرنے کا طریقہ سوچ رہا تھا۔

اچھا چلتا ہوں چچا سائیں، آج بہت اہم میٹنگ ہے، لیکن یہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ شانزل " زاویار ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے۔!! " وہ فون آنے پر اس سے مل کر دروازہ بند کرتے باہر نکلا تھا۔

ہاں منزل اب بولو۔!! " وہ چپ کھڑے منزل سے دوبارہ پوچھ رہا تھا۔ "

سائیں آپ کے شک کو یقین میں بدلنے کا وقت آپہنچا ہے، آج رات معلوم ہو جائے گا " کہ وہ چھوٹی بی بی ہی ہیں یا کوئی اور ہے، کیونکہ اس رات چھوٹی بی بی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا، میں وہیں تھا لیکن انہوں نے ان کے مرنے کا شور صرف آپ کے لئے کیا۔!! " منزل کی بات سن کر وہ اپنے پلان کے کامیاب کرنے کے لئے تیار تھا۔

وہ باہر نکل کر اپنی گاڑی تک بڑھتے اپنے موبائل فون کی اسکرین پر ٹچ کرتے کسی کی باتوں کو سن کر اپنے ہونٹوں کو بھیج گیا تھا، چہرہ زپت سے لال سرخ انگارہ ہوا تھا۔ لیکن وہ اپنے غصے کو دباتے گاڑی میں بیٹھا تھا شاداب اسے دیکھتے ہی گاڑی کی گاڑیوں کو اشارہ کرتے نکلتے چلے گئے تھے۔۔

وہ صبح سے نکارات میں کھانے کے وقت حویلی میں داخل ہوا تھا، اسے دیکھتے ہی لاؤنج میں بیٹھے حمزہ اور ماہم نے دیکھا تھا۔ پھر حمزہ وہاں سے بھاگتے ہوئے آکر اس کی ٹانگوں سے لپٹا تھا۔۔

www.novelsclubb.com

لالہ آئی مس یو۔۔ سچی۔۔! "وہ روندھی ہوئی آواز میں کہتا وہاں بیٹھے سبھی نفوس کو" ساکت کر گیا تھا۔۔

لالہ کے پاؤں کا ٹکڑا۔۔! لالہ بھی آپ کو بہت یاد کرتے ہیں، لیکن زیادہ کام کی وجہ سے " دن میں نہیں آسکا۔۔! "وہ فوراً گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کو اپنے سینے میں بھینچتے ہوئے اسے پکارتا تھا۔۔

میں اور کیوٹ اپنا کہیں گھومنے نہیں گئے۔۔؟ "وہ منہ بگاڑتے ہوئے اب شکوہ شکایات " کر رہا تھا۔۔

اچھا میں لے کر چلوں گا۔۔!! "وہ بے اختیار اپنی ہونٹوں میں مچلتی مسکراہٹ روکتے " ہوئے اسے گود میں اٹھاتے ہوئے خانے کی ٹیبل پر لے کر آیا تھا۔۔

ایسا کاموڈ آج بھی آف ہے، آپ کو کہا بھی تھا کہ چاکلیٹ دے کر منالیں لیکن نہیں، " آپ تو بس کام اور کام کریں۔۔!! "وہ ماہم کو ترچھی نظروں سے دیکھتے ہوئے عون کے کانوں میں کھسر پھسر کر رہا تھا اور وہ انہماک سے اس کی معصوم باتیں سن رہا تھا جیسے اس سے ضروری کچھ بھی نہیں ہو۔۔۔

دونوں بھائیوں کے راز و نیاز کو دیکھتے ہوئے سبھی لوگ مسکرا رہے تھے سوائے ماہم کے۔۔ جو اپنے ہونٹوں کو بھینچے سختی سے مٹھیوں کو بند کیے اپنے اہلے غصے کو دباتے ہوئے خانے میں مشغول ہو گئی تھی جیسے اس کے سوا اب دنیا میں کوئی کام نہیں بچا ہے۔۔

وہ اس کی بے نیازی کو دیکھتے ہوئے ششدر ہوا تھا۔ کیا اس کا جرم اتنا بڑا تھا جو وہ اس طرح کاریکٹ کر رہی تھی۔۔

خاموشی سے خانہ کھایا گیا، اس کے بعد وہ بناسب کے ساتھ بیٹھے اپنے روم کی طرف روانہ ہوئی تھی۔۔

وہ اسے اوپر جاتے ہوئے دیکھ کر سب سے بات کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

آج آریا پار کرنے کی ٹھان کر وہ اس کی طرف بڑھا تھا جو روم سے منسلک بالکونی میں کھڑی اندھیرے میں معلوم نہیں کیا ڈھونڈ رہی تھی۔۔

وہ اس کی موجودگی محسوس کرتے ہوئے مڑی تھی۔

"! سردار نی سائیں۔۔"

وہ اپنی مخصوص گمبھیر آواز میں پکارتے اس کی طرف بڑھا تھا جب وہ خونخوار تیور لئے اسے گھورتے ہوئے پھنکاری تھی۔۔

خبردار جو آپ میرے قریب آنے کی کوشش بھی کہ۔۔ بہت بیوقوف بنا لیا اور میں " بہت بن بھی گئی لیکن اب اور نہیں خود کا تماشا بننے دوں گی۔۔!! " اس کے لہجے کا کڑوا پن وہ اپنی رگوں میں اترتا محسوس کر رہا تھا۔۔ وہ اسے بولنے کا موقع تک فراہم نہیں کر رہی تھی، وہ وہاں سے نکل رہی تھی جب اگلے ہی پل وہ اس کے لمس پر ساکت ہوئی تھی۔۔

سردار نی سائیں آپ تو غلطی کرنے والے کو معاف کرنے کے بجائے سزا دینا پسند کرتیں " ہیں، پھر آج آپ میدان چھوڑ کر بھاگ کیوں رہی ہیں۔۔؟ اگر آپ کو لگتا ہے کہ سردار عون عباس جعفری نے غلطی کی ہے آپ کو اپنی زندگی میں شامل کر کے تو آپ کو پورا حق حاصل ہے مجھے سزا دینے کا۔۔!! " وہ اپنے قریب سے گزرتی ہوئی اپنی سردار نی سائیں کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں نرمی سے پکڑ کر خود کی طرف موڑا تھا۔۔

وہ پہلے اس کی حرکت، پھر اس کی باتوں کو سنتی اپنے لبوں کو بے دردی سے بھیج گئی تھی، لیکن پھر اس خبر و شخص کی آنکھوں میں پنہا اپنے لئے دیوانگی دیکھ کر بے پناہ درد میں مبتلا

ہوتے اپنے اشکوں کو روک نہیں پائی تھی، وہ اپنے ہاتھوں کو جھٹک کر اس سے چھڑانے کی بھرپور کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔۔

آپ نے اپنی زندگی میں شامل نہیں کیا ہے بلکہ میں خود آپ کی زندگی میں زبردستی " شامل ہو گئی ہوں، سردار سائیں۔۔! شرم آتی ہے مجھے خود پر، اپنے آپ کو اتنا رزاں کرتے ہوئے آپ پر مسلط ہو گئی۔۔!!" وہ اپنے بے وفا اشکوں کو روک نہیں پائی تھی جو بکھرتے ہوئے اس کے گالوں کی زینت بنے تھے۔ وہ بے بس نظر آئی تھی۔۔ زندگی عجیب سے دور ہے پر لا کھڑا کیا تھا کہ جہاں سے دیکھنے پر اسے اپنا آپ تک نہیں دکھائی دے رہا تھا۔۔

اس کی بات اور انداز بیاں پر کتنے ہی پل وہ سن کھڑا رہ گیا تھا، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جیسے مفلوج ہو گئی تھی۔۔ دل جیسے کسی نے مٹھیوں میں لے کر زور سے جکڑا تھا، وہ اپنے سینے کو ہلکا ہلکا مسل رہا تھا۔۔

آپ نے آج مجھے میری ہی نظروں میں گرا دیا ہے سردار نی سائیں۔۔ میری بیوی اگر خود " چل کر میری زندگی میں شامل ہو گئی ہیں تو انہیں شرم آتی ہے۔۔ واہ آفریں ہے۔۔!! " وہ لال سرخ انگارہ آنکھیں اس پر جمائے ہوئے درد کی انتہاؤں پر پہنچا ہوا تھا۔

آپ کو معلوم ہے سردار نی سائیں اگر مجھ سے کوئی سامنے انگارہ بچھا کر کہتا کہ سردار عمون " عباس جعفری سامنے تمہاری سردار نی سائیں کھڑی ہیں۔۔ باخدا میں اس انگارہ کو پھول سمجھ کر اس پر چل کر آپ کے پاس آ گیا ہوتا۔۔!! " اس کی نم غمزہ بھاری گمبھیر آواز سن کر وہ کچھ پل کے لئے ساکت ہوئی تھی، دل بے اختیار کُرا لیا تھا۔۔

وہ ابھی بھی غصہ کرنے کے بجائے نرمی سے اس کے ہاتھوں کو چھوڑتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔۔

وہ اپنے آنسوؤں کو اپنے ہتھیلیوں سے صاف کرتے ہوئے اس کو ہی بے اختیار دیکھے جا رہی تھی۔۔

میں نے آپ سے اس دن کہا تھا ناں کہ جس دن اپنی سردار نی سائیں کے تکلیف اور " اذیت کی وجہ سردار عمون عباس جعفری بنا اسی دن وہ مر جائے گا۔۔ نہیں جی پائے گا

سردار نی سائیں۔۔!!" اس کی بے تحاشا سرخ آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرتا اس کی داڑھی میں جذب ہوا تھا۔

اس خوب رو شخص کی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو دیکھ کر وہ تڑپ اٹھی تھی، دل ایک انجانے درد سے روشناس ہوا تھا۔ اس کی بھی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو لڑیوں کی صورت میں نکلے تھے، لب بے اختیار پھڑپھڑا اٹھے تھے، دل بے ساختہ زوروں سے دھڑکا تھا۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوتا و قدم پیچھے ہٹا تھا۔

سردار سائیں۔۔!" وہ بے ساختہ چیخ اٹھی تھی، اس کا انداز اسے کچھ ٹھیک نہیں لگا تھا۔ " لیکن وہ اس کی تڑپتی ہوئی پکار بنا سنے اپنے آنسوؤں کو اپنے کندھے پر پڑی چادر سے صاف کرتے ہوئے اس اندھیری رات کے ہولناک اندھیرے میں گم ہوا تھا۔

وہ وہیں سسکتی ہوئی بیٹھتی چلی گئی تھی۔۔

محبت جیت کی صورت کبھی ممکن نہیں جاناں

محبت ہار کی صورت ضروری تو نہیں جاناں

یہ بہتے اشک کہتے ہیں

یہ خاموش لفظ کہتے ہیں

یہ دل کی دھڑکنیں بھی تو ہزاروں بار کہتی ہیں

انا کی جنگ میں دل کا کبھی سودا نہیں کرنا

جو سن لو تو پلٹ آنا

جو سمجھو تو پلٹ آنا

میری خواہش ہے کہ تم مجھے مایوس مت کرنا

محبت میں کروں گی عشق میں تم مجھے اپنا بنا لینا

میں روٹھوں تو منا لینا

میں روؤں تو ہنس لینا

مجھے تم اپنے دل کی دھڑکنوں میں بھی بسالینا

میری دسترس میں آنا

مجھے اپنا بنالینا

جو تم ہو میرے ساتھ تو بس ایک آشیانہ ہو

محبت ہی محبت ہو، نہ روٹھنا ہونہ منانا ہو۔۔ (بقلم شفاء سفیان خان)

چند سیکنڈ بعد وہ اٹھی تھی اور اپنے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی تھی۔۔

www.novelsclubb.com

سردار سائیں میری بات سنیں۔۔!! "وہ بے تحاشا سرخ چہرہ لیے دو دو سیڑھیاں" اترتے لان میں بھاگی تھی۔ دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا، جیسے کوئی نوج رہا ہو۔۔ انا کی جنگ لڑتے لڑتے شاید وہ لڑکی آج اپنی محبت ہارنے چلی تھی۔۔

ہاں یہ سچ ہے کہ اپنے محرم رشتوں میں محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے لیکن جب انا اور ضد بیچ میں آجائے تو وہی محبت ہمیں محسوس ہونا بند ہو جاتی ہے۔۔

وہ بنا گارڈ کا خیال کیے آگے بڑھی تھی جب کسی کے سامنے آنے پر وہ رکی تھی۔۔

سردار نی سائیں کہاں جا رہی ہیں۔۔؟" وہ اسے اس حالت میں دیکھ کر تشویش میں مبتلا " ہوا تھا۔۔ وہ نظریں جھکائے ہوئے اپنی سردار نی سائیں کے تڑپ کو پھر بھی محسوس کر سکتا تھا۔۔

د۔۔ دین محمد۔۔! آپ تو ہمیشہ ان کے ساتھ رہتے ہیں پھر آج کیوں نہیں ہیں۔۔؟ مجھے " لے کر چلیں، دین محمد مجھے ان کے پاس لے کر چلیں۔۔!!" وہ سامنے دین محمد کو دیکھتے ہی اس سے گلہ کر رہی تھی، وہ لڑکھڑاتی آواز میں اس سے فریاد کر رہی تھی، جو ابھی تک نا سمجھی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔۔

وہ بالکل سردار عون عباس جعفری کی طرح ہی اسے دین محمد کہہ رہی تھی۔۔ تبھی چوکیدار بابا گیٹ پر سے بھاگتے ہوئے دین محمد کے پاس حواس باختہ سے پہنچے تھے۔۔

بیٹا وہ سردار سائیں تنہا گاڑی لے کر معلوم نہیں کہاں نکلے ہیں، لیکن گاڑی پیچھے سے ان کے ساتھ نکلے ہیں۔۔!!" چوکیدار بابدین محمد سے مخاطب ہو کر اسے بتانے کی کوشش کر رہے تھے۔۔

د۔۔ دین محمد چلیں مجھے لے کر۔۔!!" وہ بے تہا اشاروتے ہوئے ایک گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی تھی۔۔

آپ حکم کریں سردار نی سائیں، دین محمد آپ کے حکم پر اپنی جان بھی دے سکتا ہے،" لیکن ابھی آپ اندر جائیں۔۔ انہیں کچھ نہیں ہوگا۔۔!!" وہ نظریں فرش پر مرکوز کیے گاڑی کے شیشے کے پاس کھڑے ہو کر اسے اندر جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔۔

دین محمد۔۔!!" وہ غصے سے دھاڑی تھی۔۔"

دین محمد اب کی بار بنا کچھ بولے گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھا تھا اور پیچھے کھڑے گاڑی کو اشارہ کیا اپنے پیچھے آنے کا۔۔ وہ اپنی سردار نی سائیں کا حکم کیسے ٹال سکتا تھا۔۔ بالکل نہیں، بلکہ وہ ان کے حکم پر اپنی جان بھی قربان کر سکتا تھا۔۔

وہ تیزی سے گاڑی نکالتے ہوئے گاؤں کی حدود کو چھوڑ کر باہر نکلے تھے جب آگے انہیں تھوڑا تھوڑا دکھائی دیتی بلیک گاڑی انہیں سکون پہنچانے کا باعث بنی تھی۔۔

اس نے قریب پہنچنے کے لئے اسپید تھوڑی بڑھائی تھی جب اچانک پوری فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی تھی اور انہیں بے جان کر گئی تھی۔۔ کسی انہونی کے احساس سے ان کے دلوں میں درد شدت سے جاگا تھا۔۔

سردار سائیں۔۔!! "دونوں ہم آواز چیخے تھے، اس وقت ان کے جسم سے جیسے جان" نکل رہی تھی، دھڑکنوں کی رفتار اپنے معمول سے زیادہ تھی، آنکھیں اس خوفناک منظر کو دیکھ کر ساکت ہوئی تھی۔۔

سردار سائیں۔۔!! "دونوں کی چیخ نما آواز ان گولیوں کی تڑتڑاہٹ میں گونجتی خاموش" ہو گئی تھی۔۔

وہ گاڑی کو وہیں روک کر پیچھے مڑا تھا جہاں وہ بے تہا اشاروتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکلی تھی، بے تابی اس کے ہر عضو سے عیاں تھی، وہ اس وقت اپنا غصہ، اپنی انا، اپنی جنگ

سب بھولی تھی۔۔ یاد تھا تو صرف اتنا کہ وہ دشمن جاں اس وقت مشکل میں تھا اور وہ اس وقت اس کی مشکل، اس تکلیف سوچ کر ہی پسینہ سے شرابور ہوئی تھی۔۔

سردارنی سائیں ہمارے پاس وقت نہیں ہے، ہمارے سردار سائیں کی جان خطرے میں " ہے، معافی سردارنی سائیں لیکن آپ گاڑی میں فوراً بیٹھیں، یہاں آپ کو بھی خطرہ ہے۔۔!!" وہ اپنی گن لوڈ کرتے ہوئے پیچھے کھڑے گاڑ کو آگے جانے کے لئے کہا تھا اور ان میں سے ایک کو اپنے قریب بلاتے ہوئے، گاڑی سے نکلتی ماہم کے آگے جا کر کھڑا ہوا تھا۔۔

ان دونوں کے دل اس وقت خون کے آنسوؤں رو رہا تھا، ان کا سب سے خاص شخص اس وقت دشمنوں کے بیچ گھرا ہوا تھا اور انہیں معلوم بھی نہیں تھا کہ وہ ٹھیک ہے بھی یا نہیں۔۔

www.novelsclubb.com

نہیں دین محمد۔۔! میں کہیں نہیں جا رہی ہوں، انہیں بنا دیکھے؛ بنا بات کیے میں نہیں " جاؤں گی۔۔!!" وہ کپکپاتی ٹانگوں کے ساتھ گاڑی کا سہارا لیے اٹل انداز میں کہتی آگے بڑھی تھی جب وہ پھر اس کے راستے میں حائل ہوا تھا۔۔

سردارنی سائیں وقت کے تقاضوں کو سمجھیں، اللہ نہ کرے اگر ہمیں دیر ہوگئی ان تک " پہنچنے میں تو کچھ نہیں بچے گا۔ اور اس وقت آپ کی سیفٹی ہمارے لئے سب سے ضروری ہے، معافی سردارنی سائیں لیکن آپ کو جانا ہی ہوگا۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں۔ اور ہاں میں آپ کو ہرپل کی خبر دوں گا۔!!" وہ بھی اسے اٹل انداز میں سمجھانے کے بعد اس کو گاڑی میں بیٹھاتے ہوئے ڈرائیور کو حویلی لے جانے کی ہدایت دیتے خود دوڑتے ہوئے فائیر کرتے آگے بڑھا تھا۔ گولیوں کے شور سے دل دہل رہے تھے جب انہیں دیکھتے ہی وہ سب بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

سردار سائیں۔۔!" وہ بھاگ کر دروازہ کھول کر دیکھ رہا تھا لیکن خالی گاڑی اس کا منہ " چڑھا رہی تھی جب ایک گاڑی کی آواز پر وہ جھاڑیوں میں دیکھتے ساکت ہوا تھا۔

دین محمد سردار سائیں یہاں ہے، انہوں نے دشمنوں کا بڑی دلیری سے مقابلہ کیا " ہے۔۔!!" ایک گاڑی بھاگ کر وہاں پہنچا تھا اس کے ساتھ دین محمد بھی تھا۔

وہی صبح والا سفید کرتا اس وقت لال سرخ ہو چکا تھا، وہ آنکھیں بند کیے زمین پر پڑا تھا، اسے ایسے دیکھ کر دین محمد کا دل خون کے آنسوؤں رو رہا تھا۔

عمون کو اور اس کے تین گارڈ کو گولی لگی تھی وہ سب انہیں گاڑیوں میں ڈال کر فوراً شہر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔۔

وہ جیسے ہی حویلی پہنچی تو جمیلہ جو اس کی خاص ملازمہ اسے اس کے روم تک لے کر پہنچایا تھا۔۔ پورے علاقے اور حویلی میں یہ جان لیوا خبر گردش کرتے ہر ایک کو دہلا گئی تھی۔۔ اسے کچھ حوش نہیں تھا کہ وہ کس طرح یہاں تک پہنچی ہے، اس کی نظر سامنے اٹھی تھی اور اس دشمن جاں کی تصویر پر نظریں پھسلتے ہی وہ گھٹنوں کے بل گری تھی۔۔ آنکھوں سے لاتعداد آنسوؤں گرتے کالین میں جب ہوئے تھے، وہ رونا چاہتی تھی لیکن آواز کہیں اندر ہی گم ہو گئی تھی۔۔

مجھے سزا دینے کا یہ کون سا طریقہ اختیار کیا ہے آپ نے۔۔؟ ہاں، میں جانتی ہوں کہ " میری بات بہت بری لگی ہے آپ کو، لیکن یہ کیا طریقہ ہوا۔ سامنے آئے میرے، م۔۔

مجھ سے بات کریں سردار سائیں۔۔!!" وہ سامنے لگی اس کی تصویر پر نظریں مرکوز کیے گھٹی گھٹی آواز میں شکوہ کر رہی تھی، لیکن آج وہ کوئی شکوہ سننے کے لئے موجود نہیں تھا۔۔ تبھی انابی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اس کے سامنے ہی فرش پر بیٹھی تھیں، وہ انہیں دیکھتے ہی بے اختیار روتے ہوئے ان کے سینے سے لگی تھی۔۔

کیوں انابی کیوں۔۔؟ کیوں خوشیاں مجھے راس نہیں آتی، کیوں وہ ہمیشہ مجھ سے دور چلے " جاتے ہیں۔۔؟" وہ ان کے سینے سے لگی بڑبڑا رہی تھی، اپنے جان سے پیارے پوتے کا سن کر اور اپنی دل کی ٹکڑا کو اس طرح بکھرتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی رونے لگیں تھیں۔۔ یہ۔۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے، ہاں میں ذمہ دار ہوں ان کی اس حالت کی، میں خود" کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گی۔۔!!" وہ پچھلی ساری باتیں یاد کرتے ہوئے خود کو ذمہ دار ٹھہرا رہی تھی۔۔

www.novelsclubb.com

نہیں میری جان۔۔! تم بس دعا کرو اس کے لئے، وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔ میرا پوتا شیر" ہے شیر، وہ اٹھے گا اور اپنے دشمنوں کا مقابلہ کریگا، تم اٹھو میرا بچہ دعا کرو اس کے لئے،

دعاؤں میں بہت طاقت ہوتی ہے۔!!" وہ اس کے سر کو اپنے سینے سے اٹھاتے ہوئے اس کے آنسوؤں پوچھ کر واشر و م بھیجا تھا۔

وہ لا تعداد گرتے آنسوؤں کے بیچ ہی وضو کرتے ہوئے روم میں آکر نماز کی نیت باندھ کر رب کے حضور حاضری دی تھی۔

وہ اسے نیت باندھتے دیکھ کر خود بھی اپنے روم میں داخل ہوتے نماز کے لیے کھڑی ہوئیں تھیں۔

اے اللہ میں جانتی ہوں کہ میں نے انہیں اذیت پہنچائی ہے، ان سے ناراض بھی تھی، " لیکن یا اللہ تو سب جانتا ہے اے اللہ دلوں کے بھید بھی تو جانتا ہے۔۔ یا اللہ لوٹا دے مجھے جو میرا ہے، اے اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے۔!!" وہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے اللہ سے رو رو کر اس کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

جب دروازہ کھول کر کوئی اس کے پاس آکر بیٹھا تھا، وہ نجانے کتنے گھنٹے دعا کرنے کے بعد منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنے پاس بیٹھے اس وجود پر نظر ثانی کی تھی۔

حمزہ۔۔!" وہ اسے پکارتے ساکت ہوئی تھی۔ بے حد لال سرخ چہرہ، روئی روئی " آنکھیں، وہ چھوٹا سا ڈرا سہا سا بچہ اس کے پکارنے پر بے اختیار سسکتے ہوئے اس کے سینے سے لگا تھا۔ وہ اس کو خود سے لگا کر اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

ایسا میرے لالہ۔۔!" وہ سسکتے ہوئے یہ الفاظ ادا کر رہا تھا۔۔" انہیں کچھ نہیں ہو گا حمزہ، دیکھ لینا انشاء اللہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔۔!" وہ دھیمی آواز میں " اسے خود سے لگا کر تسلی دی تھی۔۔" سردارنی سائیں دین محمد سائیں کا فون ہے، لیں بات کریں۔۔!! "جمیلہ عجلت میں فون " لے کر اندر داخل ہوتے ہی اس کو فون دیا تھا۔۔

رات کا تین بج رہا تھا جب وہ کپکپاتے ہاتھوں سے فون لیتے ہوئے کان سے لگایا تھا۔۔" دین محمد وہ کیسے ہیں۔۔؟" وہ اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ کر بے چینی سے اس دشمن جاں کو " پوچھا تھا۔۔

سردارنی سائیں انہیں تین گولیاں لگی تھی، دو بازوؤں میں اور ایک کمر میں، آپریشن ہو گیا " ہے، صبح تک انہیں حوش آجائے گا۔!! " وہ اس کی بات سن کر ہی اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئی تھی۔۔

دین محمد مجھے انہیں دیکھنا ہے۔۔!! " وہ حمزہ کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اسے دیکھنے کی " خواہش مند تھی۔۔

نہیں سردارنی سائیں، ابھی بالکل نہیں، آپ بات کو سمجھیں، ابھی بہت خطرہ ہے، جب " انہیں حوش آجائے گا تو میں ان سے بات کروادونگا۔!! " وہ معذرت کرتے ہوئے اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی، جو وہ بناچوں چرا کیے مان بھی لی تھی۔۔

حمزہ آپ کے لالہ اب ٹھیک ہیں، صبح دین محمد بات کروادینگا۔!! " وہ فون رکھنے کے بعد " حمزہ کو اٹھاتے ہوئے اپنے بیڈ پر لیٹا کر اس کے آنسوؤں کو صاف کرتے خوش خبری دی تھی۔۔

نواپیا میں جب تک اپنے لالہ سے بات نہیں کر لیتا تب تک میں نہیں سو سکتا۔۔! "وہ"
بھرائی ہوئی آواز میں اس سے کہتے سیدھا لپٹ کر عون کی کمرے میں لگی تصویر پر نظریں
مرکوز کی تھی۔۔

سونے کا ارادہ تو اس کا بھی نہیں تھا اس لیے وہ اس کو روم میں چھوڑ کر نیچے آئی تھی۔۔
ابھی تک حویلی کے سارے ملازمین ہی نہیں بلکہ سارا گاؤں ہی جاگ رہا تھا، انابی اور آغا
جان صدقے دینے میں بزی تھے۔۔

میرا بچہ، دیکھو اللہ نے ہم پر کرم کیا ہے، میرا شیراب ٹھیک ہے اللہ کے فضل و کرم"
سے۔۔!! "اس کے سر پر ہاتھ رکھتے آغا جان اپنے آنسوؤں پوچھتے ہوئے اللہ کا شکر ادا
کرتے نہیں تھک رہے تھے۔۔

وہ ان کے سینے سے لگی پھر سے بے اختیار روئی تھی، وہ اس کے سر کو تھپتھپاتے ہوئے اسے
تسلی دے کر روم میں بھیجا تھا۔۔ وہ روم میں داخل ہوئی تو سیدھی نظر جاگتے حمزہ پر ٹھہر
گئیں تھیں۔۔

حمزہ سو جاؤ۔۔!" وہ حمزہ کو ایک ٹک اس کی تصویر دیکھتے ہوئے دیکھ کر پھر سے سفارش " کی تھی، لیکن وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے آزان کی آواز سنتے ہی وضو کرنے اٹھ گیا تھا۔۔ انہیں انتظار کرتے ہوئے صبح کے نونج گئے تھے جب پھر جمیلہ فون لے کر اندر داخل ہوتے ہی حمزہ کی طرف بڑھایا تھا۔۔ حمزہ نے فوراً لپک کر فون لیا تھا۔۔

ہیلو۔۔!" وہ سرگوشی نما آواز میں کہتا فون کان سے لگا گیا تھا۔۔"

میرے پاپڑے کے ٹکڑے رو کیوں رہی تھے۔۔!!" ایرپیس سے آتی آواز سن کر وہ ایک بار " پھر رو یا تھا، اس کے ساتھ ہی بیٹھی ماہم اپنے کپکپاتے ہاتھوں کو بھینچ کر حمزہ کو دیکھ رہی تھی۔۔

لالہ آئی مس یو۔۔!" وہ دونوں ہاتھوں سے فون پکڑتے ہوئے سسک رہا تھا، اس کا "

سسکنا ان دونوں کو پریشان کر رہا تھا۔۔

میں بھی اپنے چھوٹے سے پاپڑے کے ٹکڑے کو بہت زیادہ یاد کر رہا ہوں، لیکن میرے پاپڑے کا " ٹکڑا تو بہت چھوٹے دل کا ہے اس لیے رو کر اپنے لالہ کو پریشان کر رہا ہے۔ میں بالکل

ٹھیک ہوں، اب جلدی سے میرا بچہ کھانا کھا کر سو جائے گا۔!!" وہ اس کو پچکارتے ہوئے ہشاش بشاش آواز میں اسے تسلی دے رہا تھا۔

لالہ میں بڑا ہو جاؤں گا تو اس عبدل خالق کا پیر توڑ دوں گا۔!!" اب وہ لہجے میں غصہ " سمو کر خونخوار تیور لئے پھنکارا تھا۔

اور میں اس کا سر توڑ دوں گی۔! " ماہم بھی خونخوار تیور لئے مدھم آواز میں بڑبڑا رہی " تھی۔۔

ان دونوں کی آواز کو وہ بخوبی سن سکتا تھا اور ماہم کی آواز سن کر وہ لبوں کو آپس میں پیوست کر گیا تھا۔

ہاہاہاہا۔۔ آپ بہادر ہیں ناں اور بہادر پیٹھ پیچھے وار نہیں کرتے بلکہ سامنے سے ڈٹ کر " مقابلہ کرتے ہیں۔۔ ہم۔۔!!" وہ اسے بہادری کا سبق سیکھا رہا تھا۔

لالہ آپ بھی آپ کو مس کر رہیں تھیں، لیس بات کریں۔!!" وہ اچانک ماہم کو فون " پکڑاتے ہوئے واٹر روم میں بند ہوا تھا۔

تیری آواز، تیرا لہجہ، تیرا مان

سب میرا ہے جانِ جاناں

تیری چاہت، تیری الفت

سب میرا ہے جانِ جاناں

تو مان یا نہ مان میں تو بس

تیری ہو جانِ جاناں

تو کہہ لے یا چپ رہ

تو بس میرا ہے جانِ جاناں (بقلم شفاء سفیان خان)

وہ کپکپاتے ہاتھوں سے فون پکڑتے ہوئے کان سے لگایا تو ٹوٹو کی آواز آرہی تھی اور یہ آواز

فون رکھ دیے جانے کا اعلان کر رہی تھی۔۔

وہ ساکت سی فون ہاتھوں میں لے کر اس کی ناراضگی کا سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی۔۔

رات کا پہر تھا، ہر طرف ہو کا عالم تھا، چاند خاموشی سے اپنا سفر طے کر رہا تھا، وہ ہاسٹل کے روم میں محو خواب تھی جب اسے کسی ہلچل کا احساس ہوا تھا، ڈر و خوف سے اس کی آنکھ پٹ سے کھلی تھی۔۔ مطلب دشمن اس تک پہنچ گئے تھے۔۔

دیکھو یہی روم ہے لڑکی کا، جو کرنا ہے جلدی کرو۔ آج اس کے بھائی کی بھی آخری رات " بناتے ہیں اور اس لڑکی کی بھی۔۔ خالق سائیں کو خوش کرنے کا وقت آپہنچا ہے۔۔!! " باہر سے آتی آواز اس کے پیروں سے جان نکال گئی تھی لیکن وہ ہمت نہیں ہارنا چاہتی تھی بلکہ مضبوطی سے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر وہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہتی تھی۔۔

تم سب خود چل کر اپنی موت تک آئے ہو، اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں " پر یہاں عباس جعفری، عون عباس جعفری کی بہادر بہن ہوں، ڈر اور خوف مجھ پر اچھا نہیں لگتا اور دشمن کو پیٹھ دکھانا مجھے قطعی منظور نہیں ہے۔۔!! " وہ خود کو پرسکون رکھ کر تسلی دیتے ہوئے روم میں جتنی بھی کام کی چیز نظر آئی سب لے کر دروازہ کے قریب

کھڑی ہوئی تھی جب روم سے منسلک بالکونی میں ہلچل ہوئی تھی، اس کا دھیان جب تک اُدھر جاتا تب تک کلک کی آواز کے ساتھ ہی کوئی دروازہ کھول کر بڑی شان سے روم میں داخل ہوا تھا۔۔

بلیک پینٹ پر بلیک ہی شرٹ پہنے، چہرے کو سیاہ کپڑے سے ڈھکے وہ اس سیاہ رات کا ہی کوئی حصہ لگ رہا تھا۔۔

وہ جیسے جیسے قریب آرہا تھا پر یہاں کی دھڑکنیں تیز تر ہوتی چلی جا رہی تھی، وہ دروازہ کے باہر کھڑے دشمن کا حوش بھلا کر اپنے قریب آرہے دشمن پر حملہ آور ہوئی تھی۔۔ وہ ہاتھ میں پکڑی ڈرائیو مشین کو زور سے اس کے سر پر دے مارتی اگر سامنے والا اپنی عقاب جیسی نظروں سے دیکھ کر فوراً ایکشن نہ لیتا۔۔

مقابل اس کے ڈرائیو پکڑے ہاتھ کو دوپتے سے گھمایا تھا جس سے اب اس کی پشت مقابل کے سینے سے لگی تھی۔۔ تبھی دروازہ کھول کر باہر سے دو شخص اندر داخل ہو رہے تھے جب اسی کے ہاتھ سے اس ڈرائیو کو ایک شخص پر سختی سے وار کرتے ہوئے دوسرے

کو بنا سمجھنے کا موقع فراہم کیے وہ دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر مار کر بے ہوش کیا تھا۔۔

وہ ابھی تک شاک میں تھی جو ہاتھ میں پکڑا ہتھیار وہ مقابل شخص پر استعمال کرنے والی تھی وہ بڑی صفائی اور چالاکی سے داخل ہوتے دشمنوں پر اسی کے ہاتھوں سے پٹوادیاتھا۔۔

وہ اسی طرح پیچھے سے اپنے حصار میں سمیٹے ہوئے اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے آگے بڑھا تھا اور سیڑھیوں کے پاس بنے ستون کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔۔

مقابل کی جرأت پر وہ اس قدر حیران ہو گئی تھی کہ ابھی تک اس کے منہ سے ایک آواز تک نہیں نکلی تھی۔۔

"You can never be a hero in my eyes by saving me from your own goons.!"

اپنے ہی بھیجے غنڈوں سے مجھے بچا کر آپ میری نظروں میں ہیرو کبھی نہیں بن سکتے
(!ہیں)

وہ پھنکاری تھی، غصہ اس کی رگ رگ میں پھیلتا جا رہا تھا، وہ اس کی خوشبو سے آج بھی جان چکی تھی کہ وہ اس وقت کس کے حصار میں ہے، وہ اس کی مضبوط گرفت میں مچلی تھی۔۔

واہ وہ کونسی لڑکیاں ہوتی ہیں جو ایسے حالات میں پوچھتی ہیں کہ تم کون ہو۔۔؟ اور ایسا " کیوں کر رہے ہو۔۔؟ لیکن مجھے تمہارا انداز پسند آیا کہ تم نے اپنا اور میرا قیمتی وقت برباد کرنے کے بجائے مجھے پہچان کر بالکل درست سوال کیا ہے اور جہاں تک رہی ہیر و کی بات تو میں آلریڈی ایک ہیر و ہوں لیکن ایک ہیر و کی قدر ایک ہیر و سن ہی کر سکتی ہے جنگلی بلی نہیں۔۔!! " وہ اس کے انداز میں سرگوشی نما آواز میں ہی اس کے کانوں میں بولتے ہوئے اس کو لیے ہوئے باہر آیا تھا۔۔

کیا۔۔؟ مجھے جنگلی بلی کہا۔۔ ہاں۔۔!! " وہ ہیر و اور ہیر و سن والی بات نظر انداز کرتے " ہوئے صرف جنگلی بلی اپنے لیے سن کر چیخی تھی۔۔

وہ رومال کے اندر ہی بے اختیار مسکرایا تھا۔۔

اب وہ لوگ سڑک کے کنارے پر کھڑی گاڑی کے قریب پہنچ چکے تھے۔۔

میں مر سکتی ہوں لیکن قطعی میں آپ کے ساتھ نہیں جانا چاہوں گی، اس لئے آپ اپنی " مہربانی لے کر یہاں سے دفع ہو جائیں۔۔!! " وہ اس سے اپنے ہاتھ جھٹکے سے چھڑاتے ہوئے اٹل انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔۔

شٹ اپ، آگے ایک لفظ بھی نہیں، اگر مرنے کا شوق زیادہ ہو گیا ہے تو کوئی بات نہیں " ہے یہ موقع میں خود فراہم کر دوں گا۔۔!! " وہ اپنے غصے پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی مٹھیوں کو سختی سے بھینچ کر اس کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ اس کے غصہ سے ڈر کر گاڑی میں بیٹھ گئی تھی کیونکہ اسے اتنا تو یقین تھا کہ کچھ بھی ہو جائے یہ بندہ اسے نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے لیکن اگر ان دشمنوں کے ہاتھ لگ جاتی تو اس کے ساتھ ساتھ اس کے بھائی کی زندگی اجیرن ہو جاتی۔۔ لیکن نہ وہ اس سے مدد لینا چاہتی تھی اور نہ ہی اس کے ساتھ جانے پر رضامند تھی۔۔ دس منٹ تک گاڑی میں خاموشی تھی لیکن پھر ماضی یاد آتے ہی وہ خونخوار تیور لئے اس کی طرف پلٹی تھی، چہرہ اب ڈر کے بجائے غصے سے لال ہوا تھا۔۔

وہ بڑے سکون سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جیسے تنہا سفر پر نکلا ہو۔۔

میرا سکون برباد کر کے خود پر سکون کیسے رہ سکتے ہیں۔۔؟ ابھی بتاتی ہوں۔۔!! "وہ غصے" سے مٹھیوں کو بھینچے بڑبڑا رہی تھی لیکن یہ بڑبڑاہٹ اتنی ضرورت تھی جو مقابل کے کانوں تک رسائی حاصل کر سکے۔۔

میں نے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہی ہو مجھے آپ سے کوئی مدد نہیں چاہیے اس لئے برائے مہربانی مجھے یہیں اتار دیجئے۔۔!! "وہ اس کی طرف بنا دیکھے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں مخاطب ہوئی تھی۔۔

ایک دشمن دوسرے دشمن کی مدد تب کرتا ہے جب اس کا خود فائدہ ہو۔۔!! "وہ بھی" سکون سے جواب دیتا اسے آگ میں جھونک گیا تھا۔۔

واہ آفرین ہے مجھ پر، میں یہ کیوں نہیں سوچ سکی کہ دی گریٹ شانزل زاویار کبھی بھی "بنا فائدے کا کوئی کام نہیں کرتے اور فائدے پر تورشتمے بھی توڑ جاتے ہیں۔۔!! "وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہتی اسے ساکت کر گئی تھی۔۔

وہ بے حد خوبصورت گھر کے گیٹ سے گاڑی اندر لاتے ہوئے روکی تھی اور رخ اس کی طرف کیا جو بے تہاشا سرخ چہرہ لیے اپنی پلکوں کو زور زور سے جھپکتے ہوئے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔۔

وہ اس کی نیلی آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں گاڑی تھی۔۔ اس کی آنکھوں میں اسے دکھ، درد، اذیت کیا کچھ نہیں نظر آیا تھا۔۔

لیکن وہ بے تاثر چہرہ لیے اسے اترنے کا اشارہ کرتے خود بھی گاڑی سے باہر نکلا تھا۔۔ لیکن وہ ڈھیٹو کی طرح سامنے نظریں مرکوز کیے بیٹھی ہوئی تھی۔۔

کیا آپ یہاں سے نکلنا پسند کریں گی یا پھر میں یہاں بھی اپنی خدمات پیش کروں۔۔!!""
وہ سکون سے کھڑے ہو کر اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر اس پر شکوہ عمارت کو دیکھا تھا جہاں وہ نوکروں کی فوج کے ساتھ تنہا رہتا تھا۔۔

شاید تنہائی نے اس انسان کو کچھ زیادہ ہی بے حس بنا دیا تھا۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ تنہائی انسان کو پر سکون بنا دیتی ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ تنہائی انسان کو ذہنی مریض بھی بنا دیتی ہے، وہ اندر سے مار دیتی ہے بالکل۔ تنہا رہنا اتنا آسان بھی نہیں جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔۔

میں نے کہا ناں کہ مجھے ایک پل بھی یہاں نہیں رہنا، آپ جیسے بے حس انسان کے ساتھ " تو بالکل بھی نہیں رہنا۔!! " وہ وہیں بیٹھی ہوئی اپنا فرمان جاری کر رہی تھی جب وہ اپنے غصے کو دباتے ہوئے اس کے بازوؤں کو پکڑ کر جھٹکے سے کھینچ کر گاڑی سے باہر نکالا تھا۔

آج سے بلکہ ابھی سے سمجھو تمہاری رخصتی ہو گئی ہے، کیا تمہارے بھائی نے یہ نہیں " سکھایا تھا کی سیٹیاں اپنے شوہر کے گھر ہی اچھی لگتی ہیں۔۔ چلو اس نے نہیں بتایا تو میں ہی بتا دیتا ہوں اس لئے آج سے اور ابھی سے یہ گھر اور یہاں کی ہر چیز تمہاری ہے۔!! " دونوں آمنے سامنے کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھ ڈالے خونخوار تیور لئے گھور رہے تھے۔۔

خبردار شانزل زاویار۔۔! اگر اپنے گھٹیا منصوبوں میں میرے لالہ کو زرا سی بھی چوٹ " پہنچائی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔!! " وہ غصے کی حالت میں جھپٹی تھی اس پر جب وہ اس کی کلانی کو اپنے ہاتھوں میں دبوچتے طنزیہ انداز میں مسکرایا تھا۔۔

چلو ایک ڈیل کرتے ہیں اگر تم میری بات مانو گی تو میں تمہارے لالہ کو تکلیف نہیں پہنچاؤ " گا، لیکن اگر تم نے زرا سی بھی میری بات کی نفی کی تو میں کوئی گارنٹی نہیں دیتا کہ میں عون

عباس جعفری کے ساتھ کیا کروں گا۔۔۔ ویسے بھی اس سے بڑا پرانا حساب چکتا کرنا ہے۔۔۔!!" وہ اس گھمنڈی و مغرور انسان کی چال سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس وقت اس کے کچھ بھی پلے نہیں پڑ رہا تھا۔۔۔

کیسی ڈیل، میں سب ماننے کو تیار ہوں بس آپ انہیں کوئی تکلیف نہیں دیں گے۔۔۔ میری" وجہ سے انہوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں ہیں لیکن بس اب اور نہیں۔۔۔!!" وہ اپنی پلکوں پر اگلے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے ایک عظیم لئے کھڑی ہوئی تھی۔۔۔ وہ ایک ایبر و اچکا کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا جب اس کا موبائل بجاتا تھا وہ نمبر دیکھ پریشان ہوا تھا۔۔۔

ابھی تم اندر جاؤ کل صبح سکون سے بات کریں گے۔۔۔!!" وہ اسے اندر بھیجتے خود کال" ریسو کی تھی اور آگے کی بات سن کر وہ حواس باختہ سا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔۔

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی ہوئی اندر داخل ہوئی تھی، روشنیوں سے نہایا ہوا یہ گھراتنا پیارا لگا تھا کہ وہ ہال میں کھڑی چاروں طرف نظر دوڑاتے دل ہی دل میں سراہ رہی تھی۔۔۔

پھر وہ وہیں صوفے پر دونوں پیراؤں پر کر کے بیٹھ گئی تھی، رہ رہ کر اسے ماضی کی دردناک یاد آکٹوپس کی طرح جکڑ رہی تھی۔۔

نہایت گھمنڈی اور مغرور انسان ہیں آپ، لیکن اس بار شانزل زاویار کے سامنے پر یہان "شانزل کھڑی ہوئی ہے، دیکھتے ہیں کہ آپ کا یہ گیم کب تک چلتا ہے۔۔!!" وہ وہیں بیٹھی ہوئی اس کے انتظار میں سو گئی تھی۔۔

وہ تھکا ہارا رات کے تین بجے گھر میں داخل ہوا تھا، اس کی آنکھیں لال سرخ انگارہ ہوئیں تھیں، ہونٹ اور مٹھیاں بھینچی ہوئی تھی، وہ اپنا کوٹ بازوؤں پر رکھے ہال میں داخل ہوا تھا جب نظر سامنے اس پری پیکر پر پڑی جو وہیں صوفے پر سکڑی سمٹی محو خواب تھی۔۔

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے ہوئے اس تک پہنچ کر وہیں فرش پر بیٹھا تھا، ہونٹ جو کچھ پل پہلے بھینچے ہوئے تھے اب مسکراہٹ کے انداز میں ڈھلے تھے۔۔ وہ بے اختیار اسے دیکھے جا رہا تھا، نظروں کی پیاس تھی جو ختم ہی نہیں ہو رہی تھی، اس کی سانسیں پر یہان کا

چہرہ جھلسا رہی تھیں، وہ اسے اپنی نظروں میں بسا کر بے اختیار جھکا تھا اور عقیدت سے اس کی پیشانی پر اپنا پہلا لمس چھوڑا تھا، وہ کتنے ہی پل اس کی پیشانی سے اپنے لب جدا نہیں کر پایا تھا جب اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر اس کی پلکوں پر گرا تھا، تھوڑی دیر بعد اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر دوسرے صوفے پر لیٹا تھا اور اپنی جلتی آنکھیں بند کی تھی، کچھ دیر بعد وہ نیند کی آغوش میں اترتا چلا گیا تھا۔

اس کے سونے کا یقین کرتے ہوئے وہ اپنی آنکھیں پٹ سے کھول گئی تھی۔ ابھی تک اس کے لمس، اس کی حرکت پر پر یہاں کا دل زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔ وہ اپنی پلکوں پر اٹکا اس دشمن جاں کا آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں پر لیے ساکت ہوئی تھی۔ یہ کیسا انداز تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی، اس کے لمس میں اسے اپنے لئے عقیدت، محبت، مان اور عزت کیا کچھ نہیں محسوس ہوا تھا، وہ پیشانی کو ہلکا سا چھوتے ہوئے حواس میں لوٹی تھی۔

وہ اب دھیرے سے قدم اٹھاتے ہوئے اس تک پہنچ کر وہیں فرش پر بیٹھی تھی جیسے وہ کچھ وقت پہلے اس کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ اس کے ہاتھوں میں پہنی گھڑی کو نرمی سے اتار کر

ٹیبل پر رکھتے اس کے بھورے بالوں والے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے اپنی انگلیوں کی نرم پوروں سے سہلاتے مسکرا اٹھی تھی۔

کیوں مجھے آج تک چوٹ نہیں پہنچائی آپ نے، کیوں مجھے بچایا آپ نے۔۔؟ اور کیا وہ " لوگ آپ نے نہیں بھیجے تھے۔۔؟ " وہ وہیں بیٹھی نظریں اس مردانہ وجاہت کے شاہکار پر مرکوز کیے سرگوشی نما آواز میں اس سے سوال وجواب کر رہی تھی۔

تھک گئی ہوں بھاگتے بھاگتے، پیروں میں آبلے پڑ گئے ہیں لیکن ان پر مرحم رکھنے والا " کوئی نہیں ہے، اس درد اور اذیت کو سمجھنے والا کوئی نہیں ہے۔۔!! " وہ بے اختیار سسکی تھی، وہیں صوفے پر لیٹے اس وجود کے قریب ہی وہ سر رکھے کتنی ہی دیر تک روتی رہی تھی پھر اپنے بھگیے بھگیے رخسار پر ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے اس دشمن جاں کی طرف دیکھا تھا جو پر سکون سا محو خواب تھا۔

وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی اور اپنی جگہ پہنچ کر لیٹ گئی تھی، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی لیکن پھر وہ آنکھیں بند کر گئی تھی۔

وہ نیند میں تھی جب اس کا رخسار کسی نے تھپتھپایا تھا، وہ غصے سے ان انگلیوں کو نیند میں جھٹک کر منہ بنانا شروع ہوئی تھی۔

دیبا میں تمہارا ہاتھ توڑ دوں گی ورنہ مجھے سونے دو۔!!" وہ دوبارہ اپنا گال تھپتھپائے " جانے پر آنکھیں بند کیے ہی چیخنی تھی۔

اٹھ جاؤ صبح ہو گئی ہے۔!!" اب کی بار کسی نے آواز دی تھی۔

ہاں تو روز صبح ہوتی ہے لیکن اگر تم نے میری نیند خراب کی تو آئس کریم میں زہر ڈال کر " دے دوں گی۔!!" اس دھمکی پر مقابل نے ایک ایبر واچکا کر حیرانگی سے اسے دیکھا تھا۔

مطلب نیند کی اتنی شدیدانی کہ اتنا بولنے پر بھی ابھی نیند نہیں ٹوٹی۔ واؤ کیا بات ہے " شانزل زاویار اب روز صبح ایک گھنٹہ میڈم کو جگانے میں گزرنے والا ہے۔!!" وہ بڑبڑاہٹ کے انداز میں کہتے ایک بار پھر جھکا تھا اسے جگانے کے لئے۔

اٹھ جاؤ ملازمین آنے والے ہیں۔۔!!" وہ اب اس کے بازوؤں کو پکڑ کر نرمی سے کھینچا " تھا لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کی انگلیوں کو زور سے مروڑتے ہوئے جھنجلاہٹ کے انداز میں بڑبڑا رہی تھی۔۔

میں آج تمہارا ہاتھ توڑ دوں گی، نہ رہے گا ہاتھ اور نہ ہی تم صبح صبح مجھے اٹھانے آؤ " گی۔۔!!" وہ اس کے انہیں ہاتھوں کو پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا تھا، وہ اس افدات پر گھبراتے ہوئے آنکھیں واں کیے اپنے قریب ترین اس چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔

آپ۔۔! کیا ہوا ہے۔۔؟" وہ ہونقوں کی طرح اس کو دیکھتے ہوئے آنکھیں پٹپٹاتے " ہوئے اس کی بھوری آنکھوں میں دیکھا تھا۔۔

کچھ نہیں ہوا، میں کب سے تمہیں جگانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن شاید تم بہت ہی " خوبصورت خواب دیکھ رہی تھی جو اٹھنا نہیں چاہ رہی تھی۔۔!!" وہ نرمی سے اسے کھڑا کرتے ہوئے اسے دلچسپی سے دیکھا تھا جو سیاہ سلک کاٹراؤزر شرٹ پہنے بالوں کی پونی کیے رف سے انداز میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔

پہلے تم شاور لو اور فریش ہو کر آؤ پھر بات کرتے ہیں۔۔ چلو میں تمہیں روم دیکھا دیتا" ہوں۔۔!!" وہ اسے لیے اپنے روم کی طرف بڑھا تھا، وہ بھی اس کے پیچھے روم میں داخل ہوئی تھی۔۔

میں یہاں پکنک منانے نہیں آئی ہوں جو بیگ بھر کر لاتی، زبردستی گھسیٹ کر لائی گئی" ہوں اس لئے میرے پاس اس نائٹ سوٹ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔۔!!" وہ فرش کو گھورتے ہوئے اس کے نالج میں اضافہ کرنا ضروری سمجھ رہی تھی۔۔

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے کپڑوں کی الماری کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے اسے اشارہ کیا تھا۔۔

ابھی کے لئے تم ان میں سے کچھ لے لو پھر آج تمہارا سامان لادوں گا۔۔!!" وہ سنجیدگی سے مخاطب ہو کر واپس مڑا تھا جب اس کی آواز نے اس قدم جکڑے تھے۔۔

کیا آپ میرے ہاسٹل جائیں گے۔۔؟" وہ تجسس سے پوچھتی ہوئی اس کے پیچھے آ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

نہیں تمہارا سامان شاپنگ مال سے آئیگا۔!!" وہ ایک لفظی جواب دے کر روم سے باہر " نکل گیا تھا اور وہ کچھ لمحے کے لئے اس کی پشت کو گھورتی رہی تھی پھر فریش ہونے کے لئے چلی گئی تھی۔۔

وہ واٹر روم سے نکل کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی ہوئی تھی جب وہ اندر داخل ہوا تھا اور نظر سامنے اس پری پیکر پر پڑی تھی اور بس پھر پلٹنا بھول گئی تھی۔۔

وہ اسی کابلیک ٹراؤزر پر سفید شرٹ پہنے بالکل اسی میں ڈوبی ہوئی اتنی پیاری لگی تھی کہ وہ مبہوت ہوا تھا۔۔

وہ اس کی نظروں کے ارتکاز کو خود پر محسوس کر کے نروس ہوئی تھی، چہرہ لال سرخ انگارہ ہوا تھا۔۔ وہ بار بار شرٹ کو نیچے کھینچتے ہوئے اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

شرٹ کھینچنے سے بڑی نہیں ہو جائے گی اور ہاں یہ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے پہلے اسے ختم " کرو۔۔!!" وہ اس کے گھبرانے پر نارمل لحظہ استعمال کرتے ہوئے اسے صوفی کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ بنا چوں چرا کیے ناشتہ کرنے لگی تھی ویسے بھی اسے بھوک بہت لگتی تھی۔۔

ہاں اب میرا پیٹ بھر گیا ہے اور زہن بھی کام کرنے لگا ہے اس لیے اب آپ اپنی رات " والی بات پوری کریں ورنہ میں جنگ کے لئے تیار ہوں۔۔!! " وہ اب صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھتی مقابل کو دھمکی دیتی اسے ایک بار پھر حیران کر گئی تھی۔۔

وہ تھری پیس سوٹ پہنے، بالوں کو جیل سے سیٹ کیے، ہاتھوں میں رولیکس کی گھڑی پہنے، اپنی بھوری آنکھیں اس جھانسی کی رانی پر مرکوز کیے اپنے نچلے ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے ہوئے اپنی بے اختیار مسکراہٹ کو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا۔۔

ٹھیک ہے میری ڈیل یہی ہے کہ تم میری مرضی کے مطابق چلو گی، جب تک میں نہ " کہوں تمہیں گھر سے باہر قدم نہیں نکالنا ہے اور ویسے بھی تم نکال بھی نہیں سکتی کیونکہ باہر گارڈ کھڑے ہیں جن کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں ہے اور یہ جو اونچی اونچی دیواریں کھڑی ہیں ان میں کانچ لگا ہوا ہے تو اس طرف جانے کی بھی نہیں سوچنا۔۔ اور سب سے اہم بات تم عون عباس جعفری سے ملنے تو دور کی بات ہے فون کرنے کی بھی جرأت مت کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔!! " وہ اسے بتاتے ہوئے آخر میں غصے سے مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔۔ اس کی بات سن کر وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی تھی۔۔

کیا آپ مجھے قید کرنا چاہتے ہیں اس محل نما پنجرے میں تو کان کھول کر سن لیں میں وہ " پری نہیں ہوں جو دیو کی قید میں بیچاری بن کر رہوں، میں آج کی آذاد خود مختار لڑکی ہوں جو اپنے حق کے لیے آواز بلند کرنا جانتی ہے۔۔ آپ مجھے میرے لالہ سے بات کرنے سے نہیں روک سکتے ہیں۔۔!!" وہ غصے سے لال سرخ چہرہ لیے اپنی شہادت کی انگلی اٹھائے اسے وارن کر رہی تھی جس کا مقابل پر بالکل اصرار نہیں ہوا تھا۔۔

ٹھیک ہے اگر میری ڈیل منظور نہیں ہے تو تم اپنے پیارے لالہ کے لئے بری خبر سننے " کے لئے تیار ہو جاؤ۔۔ لیکن بات تو میں پھر بھی نہیں ہونے دوں گا یہ بات تم اپنے اس چھوٹے سے زہن میں جتنی جلد بیٹھا لو گی تمہارے لئے اتنا ہی اچھا ہو گا۔۔!!" وہ اس کے قریب جھکتے اس کی پیشانی پر انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے پھنکارا تھا۔ اس کی گرم سانسوں پر یہاں کے چہرے پر پڑتی اسے دہلا گئی تھی، وہ کتنے ہی پل کچھ بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔۔

ٹھیک ہے میرے جینے مرنے سے آپ کو تو کیا کسی کو بھی فرق نہیں پڑے گا پھر میں یہ " بھلا افیت کیوں سہوں۔۔!!" وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر زور سے دھکیلتے ہوئے روم سے منسلک اسٹڈی روم میں بند ہو گئی تھی۔۔

وہ کتنے ہی پل اپنی مٹھیوں کو بھینچے اسٹڈی روم کے دروازے کو گھورتا رہا تھا، وہ اس پر سختی نہیں دیکھنا چاہ رہا تھا لیکن وہ اسے مجبور کر رہی تھی۔۔

کچھ پل بعد وہ وہاں سے نکل کر شاداب اور گارڈ کے ساتھ آفس کے لئے نکل گیا تھا۔۔
لیکن جانے سے پہلے ساری نوکروں کی فوج سے اس کو انٹرویو کروا کر اس کے لئے ہدایت دے کر گیا تھا۔۔

وہ دن بھر کی مصروفیت کے باعث گھر نہیں آسکا تھا لیکن وہ فون کر کے ساری صورتحال کا جائزہ لیتا رہا تھا۔۔

سر میم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے اور نہ ہی اس روم سے ابھی تک باہر نکلیں " ہیں۔۔!! "سروٹس کی ہیڈ رضیہ اس کے گھر میں داخل ہوتے ہی اس کے روم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتا رہی تھی۔۔

وہ خود کو پر سکون رکھنے کے لئے ایک لمبی سانس لیتے اپنے بیڈروم کی طرف روانہ ہوا تھا اور ساتھ ہی سب ملازمین کو سرونٹس کو ارٹڑ میں بھیج دیا تھا کیونکہ اس ضدی لڑکی کی ضد سے وہ واقف تھا اور جانتا تھا کہ وہ واویلا ضرور کرے گی اس لیے ہی وہ سب کو پہلے ہی بھیج چکا تھا۔۔

پر یہاں دروازہ کھولو۔۔!! "وہ بیڈروم میں پہنچتے ہی اسٹڈی روم کے دروازہ پر کھڑا" دستک دیتے ہوئے اسے پکارا تھا۔ لیکن اندر سے کوئی بھی آواز نہیں آئی تھی۔۔ وہ صبح سے فرش پر دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی ہوئی اس دشمن جاں کی بے جا ضد پر روتے ہوئے وہیں بیٹھی رہ گئی تھی۔۔ صبح سے شام ہوئی تھی اور شام رات میں بدل گئی تھی اس بیچ انگنت بار اس کا دروازہ بجا تھا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں تھی۔۔ اور اب اس دشمن جاں کی آواز پر وہ ایک بار پھر بے اختیار روئی تھی۔۔

پر یہاں دروازہ کھولو ورنہ میں دروازہ کھولوں گا تو یہ تمہارے حق میں ٹھیک نہیں " ہوگا۔۔!! "وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچے ایک بار پھر دستک دی تھی لیکن اب بھی جواب ندارد تھا۔۔

پر یہاں۔۔!!" دو منٹ بے صبری سے انتظار کرنے کے بعد وہ چابی سے دروازہ کھول " کر اندر داخل ہوا تھا، اس کی نظر جیسے ہی فرش پر بیٹھے اس وجود پر پڑی تھی وہ ساکن ہوا تھا، اس کے لال سرخ چہرہ اور روئی روئی آنکھوں پر نظر پڑتے ہی اس کا دل بے اختیار تڑپا تھا لیکن وہ اس وقت کسی رعایت کے موڈ میں نہیں تھا اس لیے وہ تیز رفتار سے قدم اٹھاتے اس تک پہنچا تھا۔۔

یہ کیا حرکت ہے، ہاں۔۔ تمہیں لگتا ہے کہ ہم میں ایسا رشتہ ہے جو تم ضد کرو گی اور میں " مان جاؤں گا، سوچا بھی کیسے تم نے۔۔؟ اٹھو فوراً اور کھانا کھاؤ۔۔!!" وہ اس کے بازوؤں سے پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کرتا سرد لب و لہجے میں مخاطب ہوا تھا۔۔

سہی کہا آپ نے مسٹر شانزل زاویار میرا آپ سے یا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے کیونکہ " جن کے پاس رشتہ ہوتے ہیں وہ میری طرح چھپ کر زندگی جینے پر مجبور نہیں ہوتا ہے۔۔ اور کس نے کہا ہے کہ یہ ضد میں نے آپ سے لگائی ہے۔۔؟ نہیں یہ ضد میں نے خود سے لگائی ہے اور ہاں میں بالکل بھی نہیں بھولی ہوں کہ آٹھ سال پہلے آپ نے سارے رشتے توڑ لیے تھے اس لیے بار بار یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔!!" وہ اپنے

آنسوؤں کو ہتھیلیوں سے رگڑتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا تھا۔

پر یہاں پہلے چلو کھانا کھا لو پھر ہم بات کریں گے۔!!" وہ اس کی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے تحمل سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

نہیں میں کھانا تب تک نہیں کھاؤں گی جب تک آپ میرے لالہ سے میری بات نہیں" کروادیتے۔!!" وہ غصے سے دو قدم پیچھے ہٹی تھی جب وہ اس کا بازو دبوچتے ہوئے دھاڑا تھا۔

تمہیں میری بات سمجھ نہیں آتی، پہلے کھانا کھاؤ۔!!" وہ غصہ سے لال سرخ چہرہ لیے اپنی بھوری آنکھیں اس ضدی لڑکی پر مرکوز کیے اسے بازوؤں سے پکڑے روم میں لایا تھا۔

اگر میں کھانا کھا لوں گی تو آپ میری بات کروادیں گے۔!!" وہ آس بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے صاف لہجے میں مخاطب ہوا تھا۔

نہیں میں بات نہیں کروا سکتا۔!!" وہ شانزل کی بات سن کر اسے زور سے دھکا دیا تھا " لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔۔

ہاں تو پھر آپ مجھے ازیت دینے کے لئے ہی یہاں لائیں ہیں ناں لیکن آپ کو زیادہ محنت " کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں خود اس ازیت سے تنگ آگئی ہوں، مجھے جی کر کیا کرنا ہے کم از کم میں نہیں رہوں گی تو ہر کسی کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔!!" وہ بے اختیار روتے ہوئے پیچھے بھاگی تھی جب وہ جھپٹ کر اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیتے چچا تھا۔۔

مرنا چاہتی ہو، ہاں۔۔ بہت شوق ہے تمہیں، میں آج یہ شوق تمہارا پورا کر دیتا " ہوں۔۔!!" وہ اس کی بات سن کر برداشت نہیں کر پایا تھا اس لیے اسے وہاں سے اپنے حصار میں لیے ہی سیڑھیوں سے نیچے آتے لان کی طرف بڑھا تھا، وہ اس کے اس جارہا نہ انداز کو دیکھتے ہوئے خود کو چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن سامنے والے کا حصار مضبوط تھا۔۔

وہ اسے لئے لان کے ایک کونے میں بنے روم کی طرف بڑھا تھا اور دروازہ کھولتے اسے زور سے اندر کی طرف کر کے دروازہ بند کیا تھا، اس وقت اس کا بھی غصہ سوانیزے پر تھا۔۔

رہو اندر، جب تمہاری عقل ٹھکانے لگ جائے اور مرنے کا شوق پورا ہو جائے تبھی تم " باہر نکل سکتی ہو۔۔!!" وہ دروازہ کے پاس ہی ٹیک لگا کر کھڑا ہوا تھا جب اس کی دلخراش چیخ سنائی دی تھی پھر بھی وہ کانوں پر ہاتھ رکھے وہیں کھڑا رہا تھا۔۔

وہ اس کے دھکادینے پر فرش پر گھٹنوں کے بل گری تھی جب اس کے کانوں میں کسی جانور کے دھاڑنے کی آواز پڑی تھی، اس نے سر اٹھا کر جیسے ہی دیکھا تھا اسے اپنی طرف لپکتے دیکھ کر اس کی دلخراش چیخ نکلی تھی۔۔

وہ چاروں طرف سے زنجیروں سے بندھا ہوا شیر تھا جو اسے گھورتے ہوئے دھاڑ رہا تھا، پر یہاں کا دل اسے دیکھ کر خوف سے دھڑکنا بھول گیا تھا۔۔ لیکن پھر وہ اپنے خوف سے باہر نکل کر آنکھوں میں جنون لئے اس شیر کی طرف دیکھا تھا۔۔

آپ مجھے کیا سزا دینگے شانزل زاویار۔۔ پر یہاں عباس جعفری اپنی سزا خود چلتی " ہے۔۔!!" وہ اپنے خوف کو مٹاتے ہوئے اپنے پیروں پر زور ڈال کر کھڑے ہوتے ہوئے لڑکھڑاتی آواز میں چیخی تھی لیکن صبح سے بھوک پیاسی رہنے کی وجہ سے اس کی آواز بہت ہلکی تھی، گھٹنوں میں چوٹ کی وجہ سے وہ بہت مشکل سے کھڑی ہوئی تھی لیکن غصے اور ضد کی آخری انتہا پر پہنچتے ہی وہ ایک قدم آگے بڑھی تھی۔۔

دروازہ سے ٹیک لگائے کھڑے شانزل کے کانوں میں جب اس کی آواز پڑی تو وہ پہلے کچھ پل سمجھنے کی کوشش کی تھی اور پھر جب سمجھ آئی تو فوراً دروازہ کھول کر اندر بھاگا تھا جہاں وہ اپنے لڑکھڑاتے پیروں سے شیر کے قریب پہنچنے والی تھی۔۔

اسے لگا تھا کہ وہ ڈر جائے گی لیکن وہ تو اس کی بیوی تھی بھلا پیچھے کیسے ہٹ جاتی۔۔ اسے شیر کے قریب پہنچتے دیکھ کر وہ ساکت ہوا تھا، اس کا دل جیسے کسی نے مٹھیوں میں لے کر جکڑا تھا۔۔ پھر کچھ پل بعد وہ حواس میں لوٹتے ہی اس کی طرف بھاگا تھا جو اپنے سر کو پکڑتے گرنے والے تھی۔۔

"!!ہنی۔۔"

وہ بے اختیار چیختے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر اس بے جان وجود کو نرمی سے اپنے حصار میں سمیٹ گیا تھا۔

ہنی اٹھو، آنکھیں کھولو۔ ہنی۔!! "وہ اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لیے اس کے" گالوں کو تھپتھپارہا تھا لیکن اسے آنکھیں نہ کھولتے دیکھ کر وہ اسے اپنے بازؤں میں اٹھاتے روم کی طرف بھاگا تھا۔

ہنی یار آنکھیں کھولو، میں تمہاری ساری باتیں ماننے کو تیار ہوں بس تم میری طرف" دیکھو۔!! "وہ اسے اپنے بیڈ روم میں لا کر بیڈ پر لیٹاتے ہوئے ایک بار پھر اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

اس کے لہجے کی تڑپ اور بے بسی سے آنکھیں مینچتے دیکھ کر کوئی بھی جان سکتا تھا کہ یہ نفرت اور دشمنی تو نہیں تھی۔

ہنی یہ خود کو تو سزا نہیں دے رہی تم بلکہ مجھے سزا دے رہی ہو، اٹھ جاؤ ہنی، آنکھیں" کھولو۔!! "وہ اس کے قریب بیٹھ کر نرمی سے اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے گلاس سے پانی نکال کر اس کے چہرے پر چھینٹے مارے تھے۔

بے چینی اس کی رگ رگ سے ظاہر ہو رہی تھی، کوئی بھی اسے دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ وہ اس وقت بہت پریشان ہے۔۔ پانی کے چھینٹے مارتے ہی پر یہاں کی پلکوں کی جنبش کو وہ غور سے دیکھ رہا تھا۔۔

چھوڑیں مجھے جانے دیں، کیوں لے کر آئے ہیں۔۔؟ مجھے اسی شیر کے پاس جانا " ہے۔۔!! " وہ آنکھیں کھولتے ہی خود کو بیڈروم میں دیکھ کر چیختے ہوئے اٹھنے لگی تھی، غصے کی شدت سے اس کا چہرہ ابھی تک لال سرخ انگارہ ہوا تھا۔۔

پر یہاں کیا پاگل پن ہے یہ۔۔!! " وہ اس دبوچتے ہوئے دھاڑا تھا، غصے کی شدت سے " چہرہ لال سرخ ہوا تھا اور آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔۔

یہ پاگل پن ہے تو جو آپ نے کیا وہ کیا تھا۔۔!! " وہ بمشکل اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے " ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی تھی جب وہ پھر اس کا سر زبردستی تکیہ پر رکھ کر خود اس پر جھکا تھا۔۔

چپ بالکل چپ۔۔! ایک لفظ بھی نہیں بولنا، میں ابھی تمہارے لئے کچھ کھانے کو لاتا " ہوں۔۔!! " وہ اس کے چہرے پر جھکا سے چپ رہنے کی تاکید کرتے ہوئے اٹھا تھا اور

دروازہ کی سمت بڑھا تھا جب وہ بھی اپنے گٹھنے کے درد کو نظر انداز کرتے ہوئے اٹھ کر دو قدم چلی تھی جب آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانے کے باعث وہ لڑکھڑا کر گرتی کہ اس سے پہلے ہی وہ دو مضبوط بازوں کے حصار میں تھی۔۔

وہ اسے اپنے پیچھے آتے محسوس کر کے جیسے ہی مڑا تھا اسے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے گرتے ہوئے دیکھ کر اسے خود میں سمیٹ گیا تھا۔۔

رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا، دن بھر کی بھوک ہڑتال کے بعد تم اپنے آپ کو جون سینا کی " بہن سمجھ رہی ہو۔۔!! " وہ اپنی ضدی بیوی کو ایک بار پھر بازوں میں بھرتے بیڈ پر لیٹاتے ہوئے بڑبڑایا تھا۔۔

شاداب کچن سے کھانا لے کر آؤ۔۔!! " وہ موبائل پر شاداب کو ہدایت دیتے ہوئے اس " کے قریب ہی بیٹھا تھا جو آنکھیں موندے لیٹی ہوئی تھی شاید اب اس میں مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں بچی تھی۔۔

پانچ منٹ بعد شاداب دروازہ پر کھانے کی ٹرے اور سکون کی دوا اس کو پکڑاتے ہوئے چلا گیا تھا۔ وہ اسے تکیہ کے سہارے بیٹھاتے ہوئے ٹرے اس کے سامنے کی تھی۔۔

کھانا کھاؤ پر یہاں۔۔!! "وہ اس کے سامنے بیٹھا اس کا زرد چہرہ دیکھ کر خود کو ملامت کر رہا تھا۔۔"

میری لالہ سے بات کروادیں پھر میں کھاؤں گی۔۔!! "وہ ابھی تک اپنی صبح والی ضد پر اڑی ہوئی تھی، اس کی ضد دیکھ کر اسے غصہ تو بہت آیا تھا لیکن اس کی حالت کے پیش نظر وہ کچھ کہہ نہیں رہا تھا۔۔"

پر یہاں میں کل تمہاری بات کروادو نگا ابھی تم یہ کھا لو۔۔!! "وہ اس سے نظریں چراتے ہوئے اسے تسلی دے رہا تھا جب وہ اس کی ایک ہی تسلی پر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بے اختیار روئی تھی۔۔"

سچ میں۔۔!! "وہ روتے ہوئے اسے بے یقینی سے دیکھ رہی تھی جب وہ اپنے سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے اس کے یقین پر مہر لگائی تھی۔۔"

وہ ایک بار پھر غنودگی میں جا رہی تھی جب وہ ایک ہاتھ اس کے ڈھلکتے سر پر لگاتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ کے قریب لقمہ دیا تھا۔۔"

پر یہاں آنکھیں کھولو اور یہ کھاؤ۔!!" وہ اس کی آواز سن کر اپنے ہونٹوں کو کھول کر " کھانا کھانے لگی تھی اور وہ دھیرے دھیرے اسے کھلا کر دوا دی تھی پھر اس کا چہرہ اپنی جیب سے رومال نکال کر صاف کرتے ہوئے اسے لٹایا تھا، وہ فوراً آنکھیں بند کرتے سو گئی تھی، اسے سخت آرام وزہنی سکون کی ضرورت تھی۔۔

وہ بھی اس کے پاس سے اٹھ کر اپنے کپڑے لے کر واشروم گیا تھا پھر واپس آ کر بنا اپنی بھوک کی پرواہ کئے اس کے قریب ہی بیڈ پر لیٹا تھا۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ نیند میں ہی کچھ کہہ رہی تھی، وہ اس کے ہونٹوں کو ہلتے ہوئے دیکھ کر کہنی کے بل اونچا ہوا تھا جب اس کی آواز شانزل کے کانوں میں گونجتے اسے ساکت کر گئی تھی۔۔

آپ جھوٹے ہیں، آپ جھوٹا وعدہ کرتے ہیں۔۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ میرے لئے " ڈال لے کر آئیں گے لیکن آپ نے۔۔ آ۔۔ آپ نے وہ ڈال مجھے نہیں دی، توڑ دی آپ نے ڈال اور آپ نے کہا تھا کہ آپ مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔!!" وہ نیند میں سسک رہی تھی، اس کے آواز کی تڑپ بتا رہی تھی کہ وہ بہت تکلیف میں مبتلا ہے۔۔

وہ لیمپ کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھتے جھکا تھا اس پر اور اس کے گالوں کو ہلکا سا اپنی انگلیوں کی پوروں سے سہلایا تھا۔

آپ ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر بہت دور چلے گئے، آپ نے مجھے اور لالہ کو بہت رو لایا ہے،" آپ اچھے نہیں ہیں، آپ نے ہمیں چھوڑ کر اس آدمی کو چنا جس نے ہم سب کی زندگیاں تباہ کر دی۔!!" وہ نیند میں ہی آنسوؤں سے رو رہی تھی، اس کے آنسوؤں کو دیکھ کر شانزل زاویار کا دل جیسے کسی نے مٹھیوں میں لے کر بھینچا ہو، وہ تڑپ کر اس کے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلیوں سے صاف کرتے ہوئے اسے پر سکون کرنے کے لئے اس کے بالوں میں انگلیاں نرمی سے چلا کر سلانے کی کوشش کی تھی۔

چند پل بعد وہ پر سکون ہو کر پھر سو گئی تھی لیکن شانزل زاویار کو بے چین کر گئی تھی، وہ اس کا معصوم چہرہ دیکھ کر ماضی کو یاد آنے سے نہیں روک پایا تھا۔ وہ اس پر بلینکٹ درست کرتے ہوئے عقیدت سے اس کی پیشانی پر لب رکھتے ہوئے اٹھا تھا اور تھرڈ فلور پر بنے ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔

یہ ہاسپٹل کا منظر تھا جہاں وہ لیٹالیٹا ڈاکٹر سے لڑائی کر رہا تھا۔

ڈاکٹر اگر پرانی قصر نکل گئی ہو تو کیا میں گھر جاسکتا ہوں۔!! "وہ ڈاکٹر کو خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے لفظ چبا چبا کر پوچھ رہا تھا۔

لو بھلا بتاؤ تین تین گولیاں کھانے کے بعد یہ محترم چوبیس گھنٹوں بعد گھر جانے کو پر تول " رہے ہیں اور کیا کہا سردار پرانی قصر۔۔ ہم، وہ تو کبھی پوری نہیں ہو سکتی ہے۔!! "وہ اب اس کی ڈریپ سہی کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔

سینی یار میں میڈیکل کیئر کے ساتھ شفٹ ہوں گا، تم سمجھنے کی کوشش کرو۔!! "اب " وہ منت پر اتر آیا تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ اسے جانے نہیں دیگا۔

دین محمد اس کے انداز پر مسکرایا تھا کیونکہ یہ انداز وہ بس اپنے بہت خاص شخص کے لئے استعمال کرتا تھا اور ڈاکٹر سینی تو اس کے بہت بہترین دوست تھے۔

ٹھیک ہے پھر تم آج شام کو حویلی جا رہے ہو لیکن مجھے ہر دو گھنٹے پر اپڈیٹ دینا اور ہاں " کوئی بھی پریشانی ہو فوراً مجھے بتانا، احتیاط لازمی کرنا ہے، ایک ہفتے تک چلنے پھرنے سے پرہیز کرنا ہے۔۔!!" وہ اس کی فائل دیکھتے ہوئے ہدایت دی تھی اور پھر کچھ دیر بعد وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد دین محمد بیڈ کے پاس رکھی کر سی پر بیٹھ گیا تھا۔

دین محمد تم کل سے جاگ رہے ہو، تھوڑی دیر کے لئے سو جاؤ ابھی دو تین گھنٹے کا وقت " ہے۔۔!!" وہ اس کی لال سرخ آنکھیں اور بکھرا ہوا حولیہ دیکھ کر اسے سونے کا کہہ رہا تھا۔

سردار سائیں آپ بچپن سے مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ لے کر آتے جاتے تھے لیکن کل آپ " مجھے ساتھ کیوں نہیں لے کر آئے، سردار نی سائیں بھی بہت پریشان تھیں اور اب بھی وہ آپ کو دیکھنے آنا چاہ رہی ہیں۔۔!!" وہ اپنے سردار سائیں کی اپنے لئے فکر دیکھ کر دھیرے سے مسکرایا تھا اور پھر شکوہ اس کی زبان پر آیا تھا۔

ماہم کا زکرن کر وہ سختی سے اپنے ہونٹوں کو بھینچ گیا تھا، آنکھیں پل میں اداس ہو گئیں تھیں اور ماہم کا کہا ایک ایک لفظ اس کے کانوں میں دوبارہ سے گونجتا سے گہرے قرب میں مبتلا کر گیا تھا۔

حویلی کی سیکورٹی بڑھاؤ دین محمد، مجھے عبدال خالق کا منہ توڑ جواب دینا ہے لیکن ابھی " نہیں۔۔!! " وہ دین محمد کی طرف دیکھنے سے پرہیز کر رہا تھا۔

وہ اپنے سردار سائیں کو تکلیف پہنچانے والے کو چھوڑنے کے حق میں نہیں تھا لیکن اسے عون عباس جعفری کا حکم بھی ماننا تھا۔

وہ ابھی کچھ اور کہتا جب اس کا موبائل بجا تھا اور جو خبر اسے ملی تھی وہ ان کی دنیا ہلانے کو کافی تھی۔

دین محمد کیا ہوا ہے۔۔؟ پری ٹھیک ہے۔۔؟ " وہ دین محمد کو اٹھ کر کھڑے ہوتے دیکھ کر " پریشان ہوا تھا۔

سردار سائیں۔۔! ہاسٹل میں چھوٹی بی بی کے روم میں سے تین لوگ بے حوش ملے ہیں " اور بی بی روم میں نہیں ہیں، سارے سیکورٹی کیمرہ بھی بند ملے ہیں۔۔!! " وہ پریشانی سے

کسی کو مسج کرتے ہوئے عون عباس جعفری کو بتا رہا تھا، پریشانی اس کی رگ رگ سے ظاہر ہو رہی تھی۔۔

سیکیورٹی گارڈ کیا کر رہے تھے وہاں۔۔؟ کس لئے انہیں رکھا گیا ہے۔۔؟ مجھے ابھی وہاں " کی فوٹیج دکھاؤ، اگر اس سب میں عبدال خالق کا ہاتھ ہو انناں تو زندہ زمین میں گاڑ دو نگا۔۔!! " وہ زخموں کی پرواہ کئے بغیر ہی دھاڑا تھا، درد سے اس چہرہ لال سرخ ہوا تھا جب دین محمد تین منٹ بعد موبائل اس کی طرف بڑھا گیا تھا۔۔

وہ ہاسٹل کے باہر لگے سی سی ٹی وی کیمرے کی فوٹیج دیکھ رہا تھا جہاں پر یہاں کا ہاتھ پکڑ کر کوئی لمبا چوڑا وجود اسے لے کر جا رہا تھا لیکن اندھیرے اور منہ پر رومال بندھے ہونے کے باعث کچھ بھی صاف نظر نہیں آ رہا تھا لیکن گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھتے اس شخص نے اپنے داہنے ہاتھ کو اوپر اٹھاتے ہوئے اپنی انگلیوں کو کھول کر مٹھی کی صورت میں بند کیا تھا۔۔

بس چند سیکنڈ کا کھیل تھا اور سردار عون عباس جعفری اس شخص کو پہچان گیا تھا۔۔

دین محمد میرا موبائل دو مجھے۔۔!! "وہ ہونٹوں کو بھیجنے دین محمد سے موبائل لے کر کال" کی تھی۔۔

ہیلو شانزل زاویار اسپیکنگ۔۔!! "وہ اس وقت آفس میں تھا جب وہ بنا دیکھے کال ریسیو" کر گیا تھا۔۔

تاریخ گواہ ہے شانزل زاویار کہ تم نے اپنی زندگی میں سارے کام کی طرح فیصلے بھی بغیر" سوچے سمجھے اور چھپ کر لیے ہیں۔۔!! "وہ طنز کا تیر پھینکتے پر سکون ہوا تھا۔۔

میں اس تاریخ کو گواہ بنانا بھی چاہتا ہوں کیونکہ یہ سب سے سہی گواہی ہوگی کہ شانزل" زاویار نے اپنی زندگی میں جو فیصلے لیے وہ بہت سوچ سمجھ کر اور سہی لیے۔۔ عون عباس جعفری تم تو جان ہی گئے ہو گے کہ میری بیوی اس وقت میرے پاس ہے اور جب تک میں نہ چاہوں تب تک وہ کہی نہیں جاسکتی ہے۔۔!! "اس کی بات سن کر سردار عون عباس جعفری زہر خندانداز میں مسکرایا تھا جیسے شانزل زاویار کی بات اس کے سامنے کوئی معنی ہی نہیں رکھتی ہوں۔۔

تم بھول کیسے گئے کہ سردار عون عباس جعفری اپنے دشمنوں کی رگ رگ سے واقفیت رکھتا ہے اور یہ بات تم سے بہتر کوئی نہیں جانتا کہ جو سردار عون عباس جعفری پر پیٹھ پیچھے وار کرتا ہے اسے وہ اپنے دشمنوں کی لسٹ سے بھی نکال دیتا ہے، اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ تم کم از کم دشمنی کا رشتہ تو ضرور شدت سے نبھاؤ گے۔!!" وہ اسے اپنے لفظوں کے حصار میں باندھ رہا تھا۔ شانزل زاویار اس کی بات سن کر بے اختیار پہلی بار مسکرایا تھا۔

میں ہر رشتہ شدت سے نبھانے کا قائل ہوں اور یہ بات ثابت ہو جائے گی۔!!" وہ اسے دو لفظی جواب دے کر کال بند کر گیا تھا۔

عون پر سوچ انداز میں موبائل کی اسکرین پر نظریں مرکوز کر گیا تھا جب دین محمد دوبارہ روم میں داخل ہوا تھا۔

سردار سائیں اب کیا کریں۔۔؟" وہ اپنے سردار سائیں پر نظریں مرکوز کیے اس کے حکم کا انتظار کر رہا تھا۔

دین محمد میرادل گواہی دے رہا ہے کہ وہ اسے ایک خرونج بھی نہیں آنے دیگا، بھلے سے " مجھ سے دشمنی وہ ڈنکے کی چوٹ پر نبھائے، لیکن پھر بھی تم پوری نظر رکھنا ہم کسی بھی قسم کارسک نہیں لے سکتے ہیں۔۔!!" وہ اسے ہدایت دیتے ہوئے پھر سے آنکھیں موند گیا تھا۔ وہ کس کو بتاتا کہ اس وقت اس کی گڑیا بہت تکلیف میں مبتلا ہوگی، وہ دور تھی اس سے لیکن پھر بھی اسے معلوم تھا۔۔

دو گھنٹے بعد وہ ہاسپٹل سے میڈیکل کئیر کے ساتھ حویلی شفٹ ہو گیا تھا۔۔

پورا کمرہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اس کی زندگی کہ طرح، جیسے اس کی زندگی ہولناک اندھیرے میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔۔ وہ آنکھیں بند کیے راکنگ چیئر پر بیٹھا اپنے اندر کی وحشت کو کم کرنے کی کوشش میں مصروف تھا لیکن دل درد کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا چلا جا رہا تھا۔۔

آپ جھوٹے ہیں، آپ جھوٹا وعدہ کرتے ہیں۔۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ میرے لئے " ڈال لے کر آئیں گے لیکن آپ نے۔۔ آ۔۔ آپ نے وہ ڈال مجھے نہیں دی، توڑ دی آپ نے ڈال اور آپ نے کہا تھا کہ آپ مجھے کبھی چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔۔!!" اس کے کانوں میں بار بار پر یہاں کے یہ الفاظ گونج کر اسے تکلیف کی انتہاؤں پر پہنچا رہے تھے۔۔

ہاں جھوٹا ہوں میں، وعدہ خلاف بھی ہوں اور شاید بہت برا بھی ہوں۔۔!!" وہ اپنے " بالوں کو مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے بے بسی سے چیخا تھا، آنکھیں شدت غم سے لال سرخ انگارہ ہوئیں تھیں۔۔

وہ اپنی حالت کے پیش نظر اپنے کپکپاتے ہاتھوں سے شاداب کو فون ملا کر کان سے لگایا تھا۔۔

ہ۔۔ ہیلو شاداب، مجھے جانا ہے ابھی اور اسی وقت۔۔!!" وہ لڑکھڑاتے لبوں لہجے میں " کہتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا اور بنا کچھ دیکھے وہ باہر کی طرف بڑھا تھا۔۔

آج سے دیکھ کر کوئی کہہ ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ ٹاپ بزنس مین شانزل زاویا رہے، جس پر میڈیا کے ساتھ ساتھ لڑکیاں اس کی دیوانی ہیں۔۔

اس کا دل اس وقت بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچا ہوا تھا، وہ اس وقت پر یہاں کا سامنا نہیں کر سکتا تھا اس لیے وہ اپنوں کے پاس جا رہا تھا۔

وہ گاڑی میں آکر بیٹھا تھا جب شاداب بنا کسی سیکورٹی گارڈ کے خود گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے وہاں سے نکل کر اس کے منزل پر پہنچا کر بنا کچھ بولے اسے چابی دے کر خود وہاں سے نکلنے لگا تھا جب پیچھے سے آتی آواز نے اسے ساکت کیا تھا۔

میری زندگی تمہارے حوالے، اس کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرنا شاداب، تم یہ " سمجھنا کہ تم شانزل زاویار کی حفاظت پر معمور ہو۔۔ اسے شانزل زاویار کی دسترس میں ایک بھی تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے۔۔!! " آج پہلی بار یہاں آکر واپس جاتے ہوئے اسے شانزل زاویار کی آواز سنائی دی تھی ورنہ وہ مہینوں تک بات نہیں کرتا تھا۔

سر وہ آپ کا انتظار کریں گی، جلد لوٹ کر آئیگا۔!! " وہ گردن اثبات میں ہلاتے ہوئے " اسے ایک امید کی کرن پکڑاتے ہوئے خود بھی مڑ گیا تھا۔

یا اللہ تو انہیں سکون دے، انہیں اپنوں کا ساتھ دے رب، جس سے ان کی تکلیف میں " افاقہ ہو۔۔!! " وہ دل کی گہرائیوں سے دعا مانگتے ہوئے وہاں سے نکل کر زاویار منشن چلا

گیا تھا، اس کے کندھے پر شانزل زاویار نے بہت بڑی ذمہ داری دی تھی جس پر کھرا اترنے کے لئے وہ اپنی جان بھی قربان کر سکتا تھا۔

سردار عون عباس جعفری کے حویلی میں قدم رکھتے ہی دیکھنے والوں کا ایک جم غفیر تھا جو حویلی کے باہری حصے میں کھڑا تھا۔ وہ حویلی پہنچ کر سب سے پہلے انہیں کے پاس پہنچ کر دور سے ہی بایاں ہاتھ اوپر اٹھاتے ہوئے ہلایا تھا اور بس ہر طرف سردار عون عباس جعفری کے نام کا نعرہ بلند ہوا تھا۔

سرجری کی وجہ سے وہ زیادہ دیر نہ بیٹھ سکتا تھا اور نہ ہی کھڑا ہو سکتا تھا جس وجہ سے اسے اس کے روم تک پہنچا کر دین محمد نکل گیا تھا، جب انابی اور آغا جان کے ساتھ ہی حمزہ بھی اس کے روم میں داخل ہوئے تھے۔

دیکھو سکینہ میں کہتا تھا ناں کہ اللہ ہمارے جگر کے ٹکڑے کی حفاظت کریگا۔!! ""
انیس جعفری اس کی پیشانی چومتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کرتے اپنی زوجہ سے مخاطب ہوئے
تھے۔۔

وہ بھی آگے بڑھتیں اس کی پیشانی چوم کر آنکھوں میں آنسو لیے وہیں صوفے پر بیٹھیں
تھیں۔۔

ان کو تسلی دیتے ہوئے عون کی نظر جب دروازہ پر پڑی تھی جہاں حمزہ دروازہ سے ٹیک
لگائے ایک نظر سے دیکھ رہا تھا پھر اپنی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو چھوٹے چھوٹے
ہاتھوں سے صاف کر رہا تھا۔۔

عون کے ساتھ ہی آغا جان اور انابی بھی اسے دیکھ کر ساکت ہوئیں تھیں۔۔

حمزہ۔۔ میرے پاؤں کا ٹکڑا۔۔! ادھر آؤ۔۔!! "وہ لپٹے لپٹے ہی اپنا بایاں ہاتھ بڑھا کر محبت "
سے اسے پکارا تھا۔۔

چندپل وہ اسے دیکھنے کے بعد بھاگ کر اس کے قریب پہنچتے اس کے پیروں پر گردن جھکائے آواز کے ساتھ رو دیا تھا، اسے اس طرح روتا ہوا دیکھ کر عون کا دل بے اختیار تڑپا تھا۔

گڈو۔۔!! "وہ اسے پکارتے ہوئے بھی تڑپا تھا۔"

اس کی پکار پر وہ سر اٹھاتے اس کے بائیں بازو میں لیٹتے ہوئے ابھی تک سسک رہا تھا۔ عون کو داہنے بازو میں دو گولی لگی تھی اور اسی طرف کمر میں بھی، لیکن اس کا بایاں ہاتھ ٹھیک تھا۔

وہ اسے ایک ہاتھ بڑھا کر خود میں دھیرے سے بھینچ لیا تھا۔

میں بہت ڈر گیا تھا لالہ، مجھے لگا کہ امی اور بابا کی طرح آپ بھی مجھے چھوڑ کر بہت دور چلے جائیں گے۔!! "وہ سسکتے ہوئے اپنے احساسات بیان کر رہا تھا جسے سن کر اس کے حوش اڑ گئے تھے۔"

میں آپ کے ساتھ، آپ کے پاس ہوں گڈو۔!! "وہ اس کے سر کو سہلاتے ہوئے" دھیرے سے اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو چوما تھا۔

آئی لویو۔۔ آئی ریلی ریلی لویو لالہ، سب سے زیادہ اور بہت زیادہ۔۔!! "وہ اٹھ کر بیٹھتے" ہوئے اس کے گالوں کو زور سے چومتے ہوئے اپنی بے پناہ محبت کا اظہار کر رہا تھا۔۔

وہ بے اختیار مسکرایا تھا، اس کی محبت تھی ہی اتنی معصوم کہ کسی کا بھی دل موہ لے۔۔

چلیں آپ دونوں باتیں کریں، ہم نیچے سب کو دیکھتے ہیں۔۔!! "آغا جان اور انابی اٹھ کر کھڑے ہوتے روم سے باہر چلے گئے تھے۔۔

آپ کو معلوم ہے آپ بھی بہت ڈر گئیں تھیں اور وہ بہت رو بھی رہیں تھیں۔۔!! "وہ" اب اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اس سے باتیں کرنے لگا تھا۔۔

ماہم کے زکر پر وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچ گیا تھا لیکن کچھ بھی کہنے سے خود کو بعض رکھا تھا۔۔

آپ کو معلوم ہے وہ دو دن سے ایک بار بھی نہیں سوئیں تھیں صرف وہ موبائل کو گھور رہی تھیں۔۔!! "وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اس کے فون کا انتظار کرتی رہی تھی، لیکن کیوں۔۔؟

اسے تو کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر کیوں۔۔؟ کیوں وہ انتظار کر رہی تھی۔۔؟

دل سسک رہا تھا، دہائی دے رہا تھا لیکن وہ اس بار دل کی آواز پر اپنے کانوں کو بند کر گیا

تھا۔۔

انہوں نے کچھ بھی نہیں کھایا تھا اور ناں ہی سو رہی تھیں اس لیے ان کا بی پی لو ہو گیا تھا، " آپ کو معلوم ہے بہت مشکل سے میں نے انہیں دودھ میں دوا مکس کر کے پلا دی تھی۔۔!!" وہ اپنے کارنامہ کو فخر سے اسے بتا رہا تھا۔۔

اس دشمن جاں کا سنتے ہی وہ بے تہاشا پریشان ہوا تھا اور ایک طرف دل خوش فہمی میں بھی مبتلا ہوا تھا کہ کیا وہ اس کے لئے پریشان تھی۔۔؟ کیا اس کی آنکھیں جو کہتی ہیں وہ محسوس بھی کرتی ہے یا پھر یہ ایک گلٹ تھا جس وجہ سے وہ اس کی کال کا انتظار کر رہی تھی۔۔

لا تعداد سوچیں اس کے زہن میں آرہی تھیں جنہیں وہ ایک طرف کر کے حمزہ کو دیکھا تھا جو بیٹھتے ہوئے اپنی انگلیوں سے اسے بیڈ کے داہنے سائیڈ اشارہ کرتے ہوئے کچھ دکھا رہا تھا۔۔

عون نے گردن گھما کر اس طرف دیکھا تھا جہاں ایک وجود کمفرٹ میں لپٹا ہوا فرش پر میسٹرس بچھا کر محو خواب تھا، وہ کچھ پل ساکت ہوا تھا، نظریں اس وجود سے ہٹنے سے انکاری ہوئیں تھیں۔۔ وہ بنا دیکھے بھی جان سکتا تھا کہ وہ اس کی دھڑکن سائیں ہے جو اول روز کی طرح فرش پر سو رہی تھی۔۔

وہ جہاں سو رہی تھی وہاں وہ کسی کو بھی دکھائی نہیں دے سکتی تھی جب تک کوئی واشروم کی طرف نہیں جاتا۔۔

کب سے سو رہی ہیں گڈو۔۔؟ "وہ اس پر نظریں مرکوز کیے حمزہ سے پوچھ رہا تھا، لہجے " میں فکر پہنا تھی۔۔

چار گھنٹے سے۔۔! "حمزہ اسے جواب دیتے ہوئے پھر اس کے پاس لیٹا تھا اور دونوں بھائی " باتیں کرتے نیند کی آغوش میں اترتے چلے گئے تھے۔۔

وہ دو اؤں کے زیر عشر سو رہا تھا جب کہ حمزہ اس کے انتظار میں بہت کم سویا تھا اس لیے وہ بھی سکون سے سو گیا تھا۔۔

نجانے کتنے گھنٹے کے بعد جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ منہ سے کمفرٹ ہٹا کر حواسوں میں لوٹتے ہوئے ایک بار پھر اس دشمن جاں کو یاد کیا تھا جو شاید نہیں یقیناً اس سے ناراض ہو گیا تھا تبھی تو ان دونوں میں ایک بار بھی اس سے بات نہیں کی تھی اور وہ ہریل اس کی آواز سننے کے لئے اس کی کال کا انتظار کر رہی تھی۔۔

وہ اپنے آپ میں کھوئی رہتی جب اسے اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کا ارتکاز محسوس ہوا تھا، وہ اس نظروں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے ہی جان گئی تھی کہ وہ اس کے آس پاس ہی ہے۔۔

کمفرٹ پھینکتے ہوئے وہ اٹھ کر بیٹھتے نظر بیڈ پر کی تھی جہاں آنکھیں بند کر کے لیٹے اس وجود کو دیکھ کر وہ نجانے کتنے ہی پل بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا رہی تھی پھر وہ دھیرے سے گھٹنوں کے بل کھسکتے ہوئے اس کے بیڈ کے قریب پہنچ کر فرش پر ہی بیٹھی تھی۔۔ کوئی ایسا بھی کرتا ہے کیا سردار صاحب۔۔؟ بولیں نا، سزا دینے کا یہ کون سا طریقہ " ہے۔۔؟" وہ اس کے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں قید کیے اس کے ہونے کا یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ نظریں بار بار اس خوب رو چہرے کا دیدار کر رہی تھیں، نظروں کی پیاس تھی جو بجھنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔

چند پل بعد وہ اس کے ہونے کا یقین کرتے ہوئے اس کے بازوؤں پر بندھی پٹی دیکھ کر بے اختیار روئی تھی۔۔

وہ جو آنکھیں بند کر کے اس کے ہاتھوں کے لمس کو اپنے ہاتھوں پر محسوس کرتے ہوئے بے یقین ہوتا سونے کا دکھاوا کر رہا تھا اب کی بار اپنے آپ کو سمجھا نہیں پایا تھا اور اس نازک وجود کی تکلیف کا سوچ کر وہ اپنی آنکھیں دھیرے دھیرے کھول گیا تھا۔

وہ اسے آنکھیں کھولتے ہوئے دیکھ کر اس کے ہاتھوں کو نرمی سے چھوڑتے جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔

کیسے ہیں آپ۔۔؟ "وہ آج ساری جنگ؛ ساری اناپش پشت ڈال کر اس کی طرف ایک " قدم بڑھایا تھا۔

زندہ ہوں۔۔!! "وہ دو لفظی جواب دیتا اپنی نظریں چھت پر مرکوز کیے اسے دیکھنے سے " گریز کر رہا تھا۔

وہ اس کے ٹھنڈے ٹھار لہجے کو سن کر کتنے ہی پل وہ بے یقینی سے دیکھتی رہی تھی۔

تو کیا وہ بدل گیا ہے۔۔؟ "وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی، لیکن یہ سب کچھ خود کا ہی کیا "

دھرا تھا تو کسی اور پر الزام کیوں۔۔؟

آپ کو کسی بھی قسم کے گلٹ میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ سب کچھ " آپ کی وجہ سے نہیں ہوا ہے بلکہ میں نے خود اتنے دشمن پال رکھے ہیں یہ ان کی وجہ سے ہوا ہے استانی سائیں۔۔!!" وہ اس کی گمبھیر آواز اور خوبصورت لبوں لہجے کو دودن بعد سنتی اس میں کھوجاتی جب اس کے کہے آخری لفظ اسے ساکت کر گئے تھے۔۔

استانی سائیں۔۔!!" وہ اس کے کہے لفظ ایک بار پھر دوہرا رہی تھی۔۔ تو کیا وہ اب اس کی " سردارنی سائیں نہیں رہی۔۔؟ کیا وہ اس کا خود کے قریب بیٹھنے اور اس کی فکر کو وہ گلٹ سمجھ رہا تھا۔۔؟

وہ آنکھوں میں آنسو لیے ایک بے یقین نظر اس پر ڈال کر اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی جب اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر فرش کی زینت بنا تھا۔۔

وہ بنا کچھ بولے وہاں سے اٹھ کر واشروم میں چلی گئی تھی، مقابل شخص کا انداز اس کا لہجہ اسے مارنے کو کافی تھا، وہ کب اس سے اس لہجے میں مخاطب ہوا تھا جو وہ برداشت کر پاتی۔۔ وہ تو اس کے بیٹھے رویے کی عادی ہو گئی تھی۔۔

وہ اس کے جانے کا یقین کرتے اپنی آنکھیں میچ گیا تھا، دل اس وقت درد کی انتہاؤں پر پہنچا ہوا تھا۔۔

وہ واشروم میں بند ہو کر بے تہا شمار رہی تھی، وہ نہیں سمجھ پارہی تھی کہ اسے اتنا برا کیوں لگ رہا ہے۔۔؟

پانچ منٹ بعد وہ وضو کرتے ہوئے باہر آ کر دو رکعت شکرانہ کی نماز ادا کی تھی پھر وہ ایک نظر اسے دیکھتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔۔ وہ اپنے آنکھوں کو بند کیے بھی اس کا جانا محسوس کر گیا تھا۔۔

وہ دین محمد سے اس کی دوا، پرہیز سب کچھ اچھے سے معلوم کر کے اب کچن میں داخل ہوئی تھی۔۔

وہ جلدی جلدی ہاتھ چلاتے ہوئے اس کے لئے سوپ تیار کر رہی تھی جب انابی کچن میں داخل ہوئیں تھیں اور اسے اس طرح عون کے لئے کام کرتے دیکھ کر خوش ہو گئیں تھیں۔۔

دھی آپ عون کے لئے یہ بنا رہی ہیں۔۔؟ "وہ اس کے قریب آ کر کھڑی ہوئی تھیں۔۔"

جی انابی۔۔!" وہ جھجک محسوس کرتے دھیمی آواز میں کہتے سر کو جھکا گئی تھی۔۔"

بیٹا اس میں شرمندگی کی تو بات نہیں ہے جو آپ اس طرح شرمندہ ہو رہی ہیں، آپ " نے کبھی مجھ سے کہا نہیں تھا لیکن میں جانتی ہوں کہ آپ نے ہر پل، ہر لمحہ عون کا انتظار کیا تھا اور جب اللہ نے ہم سب پر کرم کیا تو پھر آپ نے یہ انا کی جنگ کو بیچ میں کیوں لے کر آئیں۔۔؟ محبت اور انا کبھی ایک ساتھ نہیں رہ سکتی ہیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کی وہ دشمن ہیں جو کبھی آمناسا مناتک کرنا پسند نہیں کرتی ہیں، اگر محبت ہو تو انا کبھی نہیں آنی چاہیے اور اگر انا آگئی تو محبت بڑی خاموشی کے ساتھ وہاں سے نکل جائے گی۔۔!!" وہ آج اس کے دل کو صاف کرنے کی ٹھان چکی تھیں۔۔

م۔۔م۔۔ محبت۔۔!!" وہ لڑکھڑائی تھی۔۔"

ہاں محبت۔۔! آپ کی آنکھوں نے یہ راز چھپانے سے انکار کر دیا ہے ماہم، وہ صاف بتاتی " ہیں کہ آپ کو عون عباس جعفری سے بے انتہا محبت ہے۔۔!!" وہ اسے کندھے سے پکڑ کر خود سے لگاتے ہوئے مسکرا پڑی تھیں۔۔

اور ایک راز کی بات بتاؤں، وہ بھی آپ سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور وہ آج سے نہیں کرتے بلکہ جب وہ خود بارہ سال کے تھے تب سے وہ ڈنکے کی چوٹ پر آپ سے محبت کا اظہار کرتے تھے۔۔ مت خود کو اور انہیں تکلیف دیں میری جان، آج مجھے ان کی آنکھوں کی اداسی اور وہ محبت جو ہمیشہ آپ کو دیکھ کر آتی تھی وہ ماتم کرتی نظر آئی ہے۔۔!!" وہ اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے سمجھا رہی تھیں۔۔

وہ نہیں کرتے کوئی محبت و حبت، وہ تو اب مجھ سے صرف نفرت کریں گے انابی۔۔ وہ تو" مجھے کبھی معاف بھی نہیں کریں گے، بھلا دل کو چیرتے لفظوں پر بھی کوئی کسی کو معاف کر سکتا ہے۔۔؟ میرے لفظ بڑے جان لیوا تھے۔۔!!" وہ اپنے ہونٹوں کو بھینچے دل ہی دل میں روئی تھی، لیکن وہ انہیں تکلیف نہیں پہنچانا چاہتی تھی اس لیے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ٹرے لے کر بقول اس کے ظالم پلس کھڑوس سردار سائیں کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔ دل بے اختیار دھڑکا تھا، انابی کی بات سوچ کر وہ کچھ پل وہیں دروازہ کے قریب رکی تھی۔۔

تو کیا میری آنکھوں سے سب کو معلوم ہو گیا ہوگا۔۔؟ نہیں۔۔ نہیں۔۔!!" وہ خود سے " سوال کرتے ہوئے خود ہی انکاری ہوئی تھی۔۔

کیوٹ اپنا آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں، اندر دیکھیں لالہ کو ڈریسنگ کروانی ہے اس لیے " نرس اندر ابھی گئیں ہیں اور انہوں نے مجھے باہر نکال دیا۔!! " وہ ابھی وہیں کھڑی رہتی جب روم سے باہر نکلتے حمزہ نے منہ پھلائے نرس کا بتا کر اس کا بی پی ہائی کیا تھا، وہ بنا سوچے سمجھے دھاڑ سے دروازہ کھولتے غصے سے اندر داخل ہوئی تھی۔۔

نرس جو فرسٹ ایڈ کٹ لے کر عون کی طرف بڑھ رہی تھی اسے اندر داخل ہوتے دیکھ کر ابھی کچھ کہتی کہ اس سے پہلے ہی وہ ٹرے ٹیبل پر رکھتے اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر باکس لیتے اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔۔

آپ جاسکتی ہیں یہاں سے، شکریہ لیکن ہم ان کی ڈریسنگ کروالیں گے۔!! " وہ بر فیلے " انداز میں اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے باہر کاراستہ دکھا کر دروازہ لاک کیا تھا۔۔ عون جو ابھی تک اس کے تیور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اسے دروازہ لاک کر کے اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنا چہرہ دوسری طرف کر گیا تھا، دل بار بار خوش فہمی میں مبتلا ہو رہا تھا لیکن وہ اسے ڈپٹ رہا تھا۔۔

وہ اسے رخ موڑتے دیکھ کر وہیں تھمی تھی، آنکھیں نمکین پانیوں سے بھری تھی جنہیں وہ اندر اتارتے ہوئے خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کرتی پلٹ جانے کو تھی لیکن پھر اپنی جنگ کو چھوڑ کر اس کی طرف قدم بڑھا گئی تھی جیسے وہ ہمیشہ اس کی طرف قدم بڑھا جاتا تھا۔

وہ بنا کچھ بولے واشر روم سے ٹاول بھگو کر لے کر آئی پھر اس کی شرٹ الماری سے نکال کر لے آئی تھی۔

وہ اب اس کی کاروائی دیکھ رہا تھا۔

وہ اب اپنے دھڑکتے دل کو ڈپٹتے ہوئے اس کے قریب آ کر جھکی تھی اور ہاتھ اس کی گردن کے قریب کیا تھا جب وہ اپنی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھتا سوالیہ نظروں سے ایک ایرواچکا گیا تھا جیسے پوچھ رہا ہو کہ کیا کرنے کا ارادہ ہے۔؟

دین محمد کو بلا دیں، آپ سے نہیں ہوگا۔!! "وہ اس کا خیال کرتے ہوئے دین محمد کو" پکارا تھا جب وہ جلدی سے اس کی طرف بڑھتی ایک ہاتھ اس کے بائیں بازو پر رکھتے دوسرا ہاتھ اس کی گردن کے گرد جمائل کرتی اسے سہارا دیتی اٹھانے کی کوشش کرتی بیڈ کراؤن

سے ٹیک لگا کر بیٹھا یا تھا۔ یہ سب بہت اچانک ہوا تھا، وہ اس پر زیادہ زور نہ دے کر خود بھی کوشش کرتے اٹھ بیٹھا تھا۔

وہ اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گئی تھی، روم میں معنی خیز خاموشی پھیلی ہوئی تھی لیکن دونوں کی دھڑکنیں ایک ہی انداز میں دھڑک کر ایک دوسرے کو سکون دینے کا باعث بنی تھیں۔۔

پہلی بار اس کے اتنے قریب بیٹھنے پر اس کا چہرہ لال سرخ ہوا تھا، وہ ہاتھ اس کی شرٹ کی بٹن پر رکھتے اسے ایک نظر دیکھا تھا جو اسے دیکھنے کے بجائے دوسری طرف دیکھ رہا تھا، لیکن اس کے ہاتھوں کی لرزش وہ صاف محسوس کر سکتا تھا۔

وہ ہمیشہ اسے کرتا شلوار پہنے نظر آیا تھا لیکن آج وہ بلیک پینٹ پر بلیک ہی شرٹ پہنے رف سے حولیہ میں بھی بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا۔

وہ اس کی شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے شرٹ دھیرے سے نکال کر اس کے زخموں کا معائنہ کیا تھا اور پھر بالکل پروفیشنل انداز میں اس کی ڈریسنگ کر کے ٹاول سے گردن اور بازوؤں کو پوچھ کر اسے شرٹ پہنائی تھی۔۔

زخم بہت زیادہ گہرے ہیں۔۔!!" وہ خود کو نارمل کرنے کے لئے اس سے بات کر رہی تھی۔۔

ہاں جب زخم لگتے ہیں تو وہ گہرے ہی ہوتے ہیں۔۔!!" وہ زہر خندا انداز میں مسکرایا تھا " لیکن اس کی مسکراہٹ میں پناہ درد دیکھتے وہ ساکت ہوئی تھی۔۔

پھر خود کو سنبھال کر کچھ بھی کہنے سے گریز کرتے سوپ لے کر اس کی طرف بڑھی تھی۔۔

سردار عون عباس جعفری کو ہمدردی لفظ سے بڑی نفرت ہے اس لیے استانی سائیں آپ " مجھ سے ہمدردی کا رشتہ بھی نہیں رکھیں تو یہ ہم دونوں کے لیے سب سے بہترین ہوگا۔۔!!" وہ پہلی بار ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے ہوئے لاجواب کر گیا تھا۔۔

کس نے کہا آپ سے کہ میں ہمدردی کر رہی ہوں آپ سے، ہم۔۔ کیوں بھلا " آخر۔۔؟" وہ چیخ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔ عون بنا منہ کھولے اس رنگ بدلتی تتلی پر نظریں مرکوز کی تھی، وہ سوچنے پر مجبور ہوا تھا کہ آخر چل کیا رہا ہے۔۔

دو دن پہلے کہے آپ کے لفظوں نے جو زخم یہاں پہنچایا ہے وہ ان گولیوں کے زخم سے " کہیں زیادہ ہے، میں آپ سے دستبردار نہیں ہو رہا ہوں لیکن میں آپ سے دور ہونا چاہتا ہوں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پھر کبھی آپ کو مجھ سے کوئی اذیت اور تکلیف پہنچے۔!!" وہ اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو بھینچ گیا تھا۔

وہ اسے زبردستی منہ کھولنے کا کہتی اسے سوپ پلانے لگی تھی، وہ جانتی تھی کہ ان کے بیچ بہت سی باتیں ادھوری ہیں اور جب تک وہ پوری نہیں ہونگی دونوں ہی تکلیف میں مبتلا رہیں گے۔

دیکھیں سردار صاحب بات کچھ یوں ہے کہ اس وقت میں کوئی لڑائی نہیں چاہتی، آپ " مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتے ہیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن میں اس روم سے، آپ کے پاس سے ایک انچ بھی نہیں ہلوں گی۔ لڑائی اپنی جگہ لیکن اپنے پار ٹنر کا خیال رکھنا اپنی جگہ۔!!" وہ اپنے ہی دھن میں مگن کیا کہہ رہی تھی اسے کچھ بھی نہیں معلوم تھا، حوش تو تب آیا جب وہ اس کے چچچ والے ہاتھوں کو پکڑ کر کھینچا تھا وہ جھٹکے سے اس کے قریب ترین ہوئی تھی۔

پار ٹنر۔۔! کیا پار ٹنر کا مطلب بھی جانتی ہیں۔۔؟" وہ اس لفظ پر حیران ہوتے ہوئے "اپنی سردارنی سائیں کو غور سے دیکھا تھا۔۔

اس وقت دونوں کا چہرہ اتنا قریب تھا کہ اس سے سانس لینا تک دشوار ہوا تھا، چہرہ شرم سے لال سرخ ہوا تھا۔۔

عمون نے اس گلابیاں چھلکاتے رخصار کو بہت غور سے دیکھا تھا، دل بے اختیار دھڑکا تھا وہ خود کو ڈپٹتے ہوئے طنزیہ مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا تھا۔۔

مم۔۔۔ میں یہ رکھ آؤں۔۔!!" وہ فوراً اڑے لے کر باہر بھاگی تھی۔۔"

یا اللہ یہ تو مغرور، ظالم پلس کھڑوس سردار کے ساتھ ساتھ ٹھکر کی سردار بھی ہیں۔۔"

اف۔۔!!" وہ دروازہ پر کھڑی بلند آواز میں تبصرہ کرتی اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس کھڑوس سردار کی نظروں کا لمس خود پر سے مٹانے کی کوشش کی تھی۔۔

اندر وہ اس کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیتے ہوئے حیران رہ گیا تھا۔۔

رات کا دوسرا پہر تھا جب وہ کھلے گیٹ سے اندر داخل ہوا تھا، آنکھیں شدت غم سے سرخ تھیں؛ آنسوؤں پلکوں کی باڑ پھلانگ کر باہر نکلنے کو بیتاب تھے، پیر بے جان تھے۔۔ وہ جب بھی یہاں آتا تھا اسی حال میں آتا تھا۔۔

رات کے اس ہولناک اندھیرے اور خاموشی کو چاند کی روشنی اور اس کے پیروں کے نیچے آتے پتوں کے چرچراہٹ کی آواز ایک عجیب سا منظر پیش کر رہی تھی۔۔

وہ لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھتا لائن سے بنی ان تین قبروں کے سامنے روکا تھا اور پھر ضبط کے سارے بندھن توڑتے وہ سسکتے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا۔۔

وہ جب بھی یہاں آتا تھا اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے وہ آج ہی اپنوں کو اس منومٹی طلعے دفنایا ہو۔۔

مما۔۔ ممما۔۔! آپ ہمیشہ مجھے چاند کہتی تھی نا، کیوں چاند کہتی تھیں جب کہ آپ کو " معلوم بھی تھا کہ چاند ہمیشہ تنہا ہوتا ہے اس کے ساتھ کوئی نہیں ہوتا ہے۔۔ ممما دیکھیں

اپنے چاند کو وہ بھی تنہا ہے اور تنہا مر رہا ہے ماما۔!! "وہ بے تہا شمار رہا تھا، آج اسے کچھ بھی یاد نہیں تھا بس وہ آج اپنی فیملی کو یاد کر رہا تھا جو اسے تنہا کر گئے تھے۔"

پاپا آپ نے دیکھا اپنے شانزل کو؛ آج بھی وہ وہیں کھڑا ہے جہاں آٹھ سال پہلے کھڑا تھا، کیوں دیا پاپا آپ نے اس کا ہاتھ میرے ہاتھوں میں، جب آپ کو معلوم تھا کہ اس کے حصے میں صرف درد ہی آئے گا، صرف تکلیف ہی ملے گی اسے۔!! "وہ قبر کی مٹی کو اپنے ہاتھ سے سہلاتے ہوئے اس منومٹی تلے سوئے وجود سے شکوہ کر رہا تھا۔"

انتہایہ تھی کہ وہ ان سے باتیں کر کے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کیا ہمیشہ خسارہ ہی میرے حصے میں آئے گا یا پھر کبھی محبت کی ایک بوند بھی میرے نصیب میں ہوگی۔؟ بہت ترسا ہوں محبت کو، اپنوں کو لیکن شانزل زاویار کو کبھی محبت اس ہی نہیں آتی ہے۔!! "وہ سسک رہا تھا، تڑپ کر شکوہ شکایات کر رہا تھا۔"

شانزل زاویار ٹوٹ چکا ہے، اس کے پاس اب کچھ نہیں بچا؛ وہ ادھورا ہے اسے پورا کرنے والا شاید کوئی نہیں ہے، کوئی شانزل زاویار کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ سب کو لگتا ہے اس کے پاس دل نہیں ہے۔!! "وہ نجانے کتنے گھنٹے روتا رہا تھا پھر وہ فاتحہ پڑھ کر

وہاں سے قریبی مسجد پہنچا تھا، فجر کی نماز ادا کر کے وہ پھر روپوش ہوا تھا، وہ اس حال میں مہینوں تک کسی کا سامنا نہیں کر سکتا تھا۔

پر یہاں نے سو بے چوٹوں اور بھاری ہوتے سر کے ساتھ آنکھیں کھولی تھی۔ وہ اس وقت پسینہ سے شرابور ہوئی تھی؛ خواب ہی ایسا دیکھا تھا، وہ خواب میں اس دشمن جاں کوروتے دیکھ کر بے چینی سے اٹھ بیٹھی تھی جب رات کا ایک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزرتا ہوا اسے ساکت کر گیا تھا۔

چند پل بعد وہ سب کچھ فراموش کر کے کمرے سے نکل کر اسے ڈھونڈ رہی تھی، بے چینی حد سے سوا تھی؛ وہ ہر کمرے کورات کے تین بجے چیک کر رہی تھی لیکن وہ اسے کہیں بھی نہیں ملا تھا۔

اتنا بڑا زویا رمنشن سنٹوں میں ڈوبا سے ڈر و خوف میں مبتلا کر گیا تھا۔

وہ اب جلدی جلدی باہری دروازہ کے قریب پہنچ کر ونڈو سے لان میں ٹہلتے گا رڈ کو دیکھ رہی تھی جو اپنی ڈیوٹی پر معمور تھے، وہ ان کپڑوں میں باہر بھی نہیں نکل سکتی تھی۔ وہ اسی کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔۔

کہاں ہے آپ۔۔؟ "وہ اس دشمن جاں کو یاد کر رہی تھی جس سے نفرت کی دعویٰ دار" تھی لیکن آج اس نفرت میں پہنا فکر اسے محسوس تک نہیں ہو رہی تھی۔۔

وہ صبح سورج کی روشنی پھیلنے تک وہیں بیٹھی رہی تھی لیکن آج رضیہ کے سوا ایک بھی ملازمین اندر نہیں آئے تھے۔۔

صبح سے دوپہر ہو گئی لیکن وہ جس کا انتظار کر رہی تھی وہ انتظار ہی رہا۔ رضیہ اسے صبح سے کچھ ناں کچھ ٹرے میں لے کر آتی اور وہ اسے ویسے ہی واپس کر دیتی۔۔

میم پلیزیہ کھالیں، آپ نے صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے طبیعت خراب ہو جائے گی۔۔!! "وہ اس کی منت کر رہی تھی لیکن پر یہاں نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔

جب تک وہ اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے تب تک میں نہیں کھاؤں گی۔ انہیں بلا دیں؛ وہ " کیوں نہیں آرہے ہیں میرے سامنے، مجھے ان سے بات کرنی ہے۔۔!! " وہ غصہ کرنا

چاہتی تھی لیکن کر نہیں پارہی تھی۔ چہرہ رونے کی وجہ سے لال سرخ ہوا تھا آنکھوں کے پوٹے بھاری ہوئے تھے، آواز رونے کے باعث بھاری ہو رہی تھی۔۔

میم میں شاداب سر کو بلاتی ہوں۔۔!! "وہ اس کی بات نہیں سن رہی تھی اس لئے وہ" اب شاداب کو بلانے جا رہی تھی، وہ اس کے اس مالک کی مالکن تھی جو ہمیشہ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے آ رہا تھا۔۔

وہ اس حویلیے میں تو کسی سے نہیں مل سکتی تھی اس لئے وہ سب سے پہلے اپنے سلک کا ٹراؤز اور شرٹ اس پر دوپٹے لیے جو آج رضیہ نے دھلوائے تھے وہ پہن کر دوپٹے سر پر لے کر وہ باہر آئی تھی جہاں شاداب کسی سے فون پر مصروف تھا۔۔

نورین سر کی ایک ماہ تک کی ساری میٹنگ کینسل کر دو، اور اگر کوئی پرابلم ہو آفس میں تو " مینیجر دیکھ لیگا، میں بھی آتا جاتا ہوں گا۔۔!! " وہ کسی کو ہدایت دے رہا تھا۔۔

شاداب بھائی کیا وہ کہیں چلے گئے ہیں۔۔؟ وہ ایسے کیسے مجھے یہاں قید کر کے جاسکتے " ہیں۔۔؟ " وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے پریشان ہوئی تھی۔۔

اس کی آواز سن کر شاداب اپنی نظریں فرش پر مرکوز کر گیا تھا، وہ کیسے اسے بتاتا۔۔؟

ہاں وہ لندن جا رہے ہیں۔۔!!" وہ ایک لفظی جواب دے کر مڑا تھا جب اس کی بات " سن کر وہ حیرت سے آنکھیں واں کر گیا تھا۔۔

اپنے سر سے کہہ دیں کہ جب تک وہ نہیں آجاتے اور اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے تب تک " ایک بھی لقمہ مجھ پر حرام ہے۔۔!!" وہ ضدی انداز میں کہتی بھاگ کر روم میں بند ہو گئی تھی۔۔

اور شاداب سوچ میں تھا کہ وہ رابطہ کرے بھی تو کیسے کرے، کیونکہ وہ موبائل بند کر کے رات میں اسے ہی دے دیا تھا۔۔

وہ سب سے رابطہ توڑ کر خود روپوش تھا۔۔

وہ صوفے پر بیٹھ کر مین دروازہ پر نظریں مرکوز کیے بیٹھی اس کا انتظار کر رہی تھی، صبح سے دوپہر اور دوپہر سے رات ہو گئی تھی، اس نے رضیہ کو اس کے کوارٹر بھیج دیا تھا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن اس کے حکم پر عمل کرتے ہوئے چلی گئی تھی۔۔

آپ اگر ضدی ہیں ناں شانزل زاویار تو پر یہاں عباس جعفری آپ سے زیادہ ضدی " ہے، جب تک آپ میرے سامنے نہیں آئیں گے اور وعدہ نہیں پورا کریں گے میں بھی اپنی ضد سے ایک انچ نہیں ہٹوں گی۔!!" وہ بھوک ہڑتال کیے خیالوں میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

رات کا گیارہ بج رہا تھا وہ ویسے ہی لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی تھی جب دروازہ پر کھٹکا ہوا تھا، وہ نظر اٹھا کر دروازہ کی سمت دیکھتی ساکت ہوئی تھی، نظریں اس دشمن جاں پر مرکوز تھیں جو اپنی جیکٹ کندھے پر رکھے لڑکھڑاتے قدموں سے گھر میں داخل ہوا تھا۔۔

وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے قریب گئی تھی جو نظریں اس پر مرکوز کیے ایک قدم اس کی طرف بڑھایا تھا۔۔

بال بے ترتیب سے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے، کپڑے شکن زدہ تھے، چہرہ لال سرخ اور آنکھیں۔۔ ہاں آنکھیں ہر احساس سے آری تھی ان میں زندگی کی ایک بھی رمل پر یہاں کو نہیں دکھائی دے رہی تھی۔۔ اس کا دل اسے اس حال میں دیکھ کر کچھ پل کے لئے دھڑکنا بھول گیا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ اسے ہوا کیا ہے۔۔

تمہیں لگتا ہے ناں ہنی کہ میں تم سے بھاگ رہا ہوں۔۔؟ لیکن میں تم سے نہیں خود سے " بھاگ رہا ہوں، دیکھو ہنی شانزل زاویار کو۔۔!!" وہ لڑکھڑاتے لبوں لہجے میں اس سے مخاطب ہوتا لال سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

اس کے لہجے میں کانچ کی کرچیوں سی چھن محسوس ہوئی تھی۔۔

وہ جیکٹ فرش پر پھینکتے ہوئے اپنا سردونوں ہاتھوں میں جکڑتے ہوئے درد سے بے حال ہوا تھا اور وہ جوا بھی تک ساکت کھڑی تھی بھاگ کر اس کے قریب پہنچی تھی جب وہ پورے قد سے فرش پر گرا تھا۔

اس کی چیخ بے ساختہ ہلق سے نکلی تھی۔۔

شان۔۔ شان، اٹھیں میری طرف دیکھیں، شان کیا ہوا ہے آپ کو۔۔!! "وہ اس کا سر" اپنے گود میں رکھے بے تہا اشاروتے ہوئے اس کے گالوں کو تھپتھپا رہی تھی لیکن وہ آنکھیں موندے حوش و خرد سے بیگانہ تھا، وہ آج آٹھ سال بعد اسے اپنے پسندیدہ نام سے پکار رہی تھی لیکن آج وہ اس پکار کو سننے سے قاصر تھا۔۔

شاداب بھائی۔۔! "وہ اب شاداب کو پکار رہی تھی جو اس کی ایک آواز پر بھاگتے ہوئے" لاؤنج میں آیا تھا لیکن اسے اس طرح دیکھ کر وہ بھی کچھ پل سن کھڑا رہا تھا۔۔ دیکھیں انہیں کیا ہو گیا ہے۔۔؟ "وہ ابھی تک روتے ہوئے اس کے سر کو سہلا رہی" تھی۔۔

آپ پریشان نہ ہوں، سب سے پہلے ہم انہیں روم میں لے کر چلتے ہیں۔۔!! "وہ خود کو" سنبھال کر اب شانزل کو کندھوں سے پکڑ کر اٹھاتے ہوئے اس کو بھی ایک طرف سے پکڑنے کو کہا تھا لیکن وہ جو صبح سے بھوک ہڑتال پر تھی جس وجہ سے وہ بھی چکر سا محسوس کر رہی تھی۔۔

وہ اور شاداب اسے کسی طرح سے روم میں لا کر بیڈ پر لٹا دیا تھا اور خود باہر نکلا تھا۔۔

وہ اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ کر اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی جو آج اسے ویران لگا تھا، اس کا دل اسے اس حالت میں دیکھ کر کُرا لایا تھا۔

وہ کانپ رہا تھا، پر یہاں اسے کانپتے ہوئے دیکھ کر اس پر کمفرٹ درست کرتے ہوئے جلدی سے دروازہ کے پاس پہنچی تھی۔

شاداب بھائی آپ ڈاکٹر کو کال کریں پلیز۔!! "وہ اس دشمن جاں کے لئے منت پر" اتری تھی جسے دیکھ کر شاداب بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوا تھا۔

ہاں میں ڈاکٹر کو کال کر رہا ہوں لیکن ہمیں تب تک سر کو شاور کے نیچے کھڑا کرنا ہے۔!! "وہ موبائل جیب میں رکھتے ہوئے شانزل کے وجود سے کمفرٹ ہٹا کر اسے واٹر روم میں لے جا رہا تھا۔

کیا آپ مجھے بتانا پسند کریں گے کہ انہیں کیا ہوا ہے۔؟ انہیں ٹھنڈ لگ رہی ہے اور آپ انہیں شاور دلانے کی بات کر رہے ہیں۔!! "وہ پریشانی سے آنکھوں میں آنسوؤں بھرے اس پوچھ رہی تھی لیکن اسے شاید بتانے کی اجازت نہیں تھی۔

وہ بنا جواب دیے اسے شاور کے نیچے کھڑا کرتے ہوئے شاور آن کیا تھا، جیسے جیسے اس پر پانی کی بوندیں پڑ رہی تھی اس نے کانپنا بھی بند کر دیا تھا۔

شاداب اسے چیخ کر واکر پھر سے روم میں لایا تھا جب ڈاکٹر سیفی روم میں داخل ہوتے ہی اپنا بیگ پھینک کر اسے پکڑتے ہوئے بیڈ پر لٹا دیا تھا۔

یہ ساری کارروائی وہ روم کے وسط میں کھڑی ملاحظہ فرما رہی تھی۔

اب اسے کمفرٹ اوڑھاتے ہوئے سیفی نے بی بی چیک کیا پھر ایک انجکشن لگا کر لائٹ آف کرتے باہر نکلنے لگا تھا جب وہ حواس میں لوٹے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

سیفی بھائی۔۔!! "وہ اس کے پیچھے آتے زور سے پکارتے ہوئے دروازہ کھولا تھا۔"

شش گڑیا۔۔! وہ ڈسٹرب ہوگا۔۔!! "وہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ رہنے کا"

اشارہ کرتے ہوئے دروازہ بند کرتے ہوئے لاؤنج میں آکر بیٹھا تھا جہاں شاداب بھی سر

جھکائے بیٹھا ہوا تھا۔

آپ یہاں کیسے اور انہیں کیا ہوا ہے آپ دونوں لوگ جانتے ہیں لیکن مجھے بتا نہیں " رہے۔۔ اور آپ تو ہمیشہ لالہ سے کہتے ہیں کہ آپ کی ان سے اب دوستی نہیں ہے پھر یہ

کیا ہے۔۔؟" وہ کئی سوالات ایک ہی سانس میں پوچھتے ہوئے اسے شاک کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

گڑیا میں تو اس سے بھی یہی کہتا ہوں کہ میری عون عباس جعفری سے دوستی نہیں " ہے۔۔ کیونکہ میں ان دونوں کو کھونا نہیں چاہتا، بھلا بتاؤ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں۔۔!!" وہ اب اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

وہ اس کی بات سمجھتے ہوئے وہیں سنگل صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی۔۔

وہ ٹھیک ہیں میم، آپ پریشان نہ ہوں۔۔!!" شاداب اسے جھوٹی تسلی دیتے ہوئے خود " کو کوس رہا تھا۔۔

وہ ٹھیک بالکل نہیں ہیں، کیا آپ دونوں کو کہیں سے بھی وہ شانزل زاویار لگ رہے "

تھے۔۔ نہیں مجھے تو نہیں لگے تھے۔۔!!" وہ اسے ڈپٹتے ہوئے رونے لگی تھی اس کی

نظروں سے او جھل ہی نہیں ہو رہا تھا شانزل کا آج والا روپ۔۔

گڑیا رو نابلد کرو، ہاں یہ بات کسی سے نہیں بتانا ہے یہاں تک کہ شانزل کو بھی " نہیں۔۔!!" وہ اسے پرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے اسے بتانے کی ٹھان چکا تھا۔۔

ڈاکٹر کیا جو میں سوچ رہا ہوں وہی آپ کرنے جا رہے ہیں، یہ مشکل ضرور ہے لیکن " ناممکن نہیں ہے۔ اگر میم ساتھ دیں تو ہم ایک بار پھر اسی شانزل زاویار کو دیکھیں گے جو سب کے دلوں پر راج کرتا تھا۔!!" سیفی کو دیکھتے ہوئے شاداب بھی پر جوش ہوا تھا اسے پر یہاں میں ایک امید کی کرن نظر آنے لگی تھی۔۔۔

بالکل شاداب۔۔ میری گڑیا بہت بہادر ہے، اور دل کی بھی بہت پیاری ہے کیونکہ یہ " عون عباس جعفری کی بہن اور شانزل زاویار کی بیوی ہے۔!!" وہ بھی پر جوش سا ہوا تھا۔۔

وہ ان دونوں کو دیکھتی اپنے ہاتھوں کو مروڑ رہی تھی، اسے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔۔

گڑیا میں جانتا ہوں کہ یہ دو خاندانوں کا مسلہ ہے جس میں میں کچھ نہیں بولنا چاہتا ہوں " لیکن شانزل کی زندگی کے اس رخ سے پردہ ہٹانے کو میں تیار ہوں۔۔!! " وہ تمحید باندھتے ہوئے اسے دیکھ کر سب کچھ بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اسے کچھ نہیں ہوا ہے یہ تنہائی کا شکار ہے، اسے کوئی سمجھنے والا، کوئی بات کرنے والا نہیں " ہے، یہ اپنی فیملی کو بہت یاد کرتا ہے۔۔ تمہیں معلوم ہے ایسا اس کے ساتھ پہلی بار کب ہوا تھا۔؟ آٹھ سال پہلے۔۔!! " وہ اس کے اڑتے ہوئے چہرے کو دیکھ کر بتا رہا تھا۔

میں جانتا ہوں کہ تم دونوں ایک ہی راہ کے مسافر ہو، دونوں نے ہی تکلیفیں اٹھائیں ہیں " لیکن اس نے تو اپنے سارے رشتے ہی کھو دیے ہیں، جب یہ اس طرح سے ہوتا ہے پھر یہ مہینوں تک کسی سے نہیں ملتا اور نہ ہی بات کرتا ہے، یہ دنیا سے بالکل کٹ جاتا ہے۔۔ اس کا اعلان لندن کے ایک بہترین سائبرکائرسٹ سے چل رہا ہے۔۔ لیکن ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ یہ تب تک ٹھیک نہیں ہو سکتا جب تک یہ خود کو تنہا محسوس کریگا۔۔!! " وہ چندپل چپ ہوا تھا لیکن یہ چندپل پر یہاں کی دنیا ہلانے کو کافی تھا۔

وہ سن ہوتے زہن کے ساتھ اس کی داستان سن رہی تھی اور ایک فیصلے پر پہنچتے ہوئے
پر سکون ہو گئی تھی۔۔

میں نہیں جانتی سیفی بھائی کہ ان کی اور لالہ کہ دشمنی کب ختم ہوگی، میں یہ بھی نہیں "جانتی کہ ہم سب کو ٹھکرا کر اس آدمی کا ساتھ یہ کیوں دے رہے ہیں۔۔؟ لیکن آج میں خود سے وعدہ کرتی ہوں کہ انہیں تنہا نہیں چھوڑوں گی، میں اپنی پوری کوشش کروں گی انہیں سب کی طرح نارمل زندگی کی طرف لانے کی۔۔!!" وہ آج ان سب کے ساتھ ساتھ خود سے بھی وعدہ کر رہی تھی جسے وہ ہر حال میں نبھانے کو تیار تھی۔۔

آج پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹے بعد واپس آ گیا ہے ورنہ وہ دو تین دن تک کسی سے کوئی رابطہ نہیں رکھتا ہے اور میں یہ لکھ کر تمہیں دے سکتا ہوں گڑیا کہ وہ صرف اور صرف تمہارے لئے واپس آیا ہے لیکن وہ اس چیز کو مانے گا نہیں۔۔!! "ڈاکٹر سیفی پورے یقین سے کہتے اسے ششدر کر گئے تھے۔۔

میم ڈاکٹر بالکل درست کہہ رہے ہیں، ہاں لیکن ایک بات اور وہ کل لندن جانے کی ضد " کریں گے لیکن آپ کو انہیں روکنا ہے اور دھیرے دھیرے یہ احساس دلانا ہے کہ وہ ٹھیک ہیں۔۔!! " شاداب بھی ان کی باتوں میں حصہ لیتے اسے بتا رہا تھا۔۔

وہ ان دونوں سے مشورہ کرتی ہوئی اٹھی تھی جب اسے زور سے چکر آیا تھا، وہ اپنے سر کو پکڑتے دوبارہ صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔۔

کیا ہوا گڑیا۔۔! کیا تم بھوکی ہو؟ " وہ پریشانی سے اس کی طرف بڑھا تھا۔۔

میم میں کچھ لاتا ہوں آپ کھالیں، آپ جب مضبوط رہیں گی تبھی تو ان کا خیال رکھ سکتی " ہیں۔۔!! " وہ اس کے لئے اٹھ کر کچن میں جانے لگا تھا جب وہ اس کی بات سن کر واپس مڑا تھا۔۔

نہیں شاداب بھائی! انہوں نے بھی تو کچھ نہیں کھایا ہوگا؟ میں اب ان کے ساتھ ہی کھانا " خاؤنگی۔۔!! " وہ خود کو سنبھالتی روم میں دوبارہ داخل ہوئی تھی۔ نظر اس پر پڑی تھی جو دواؤں کے زیر اثر بے خبر سو رہا تھا لیکن چہرے پر رقم درد صاف جھلک رہا تھا۔۔

وہ اس کے قریب پہنچ کر دوسری طرف سے بیڈ پر بیٹھ کر نظریں اس پر مرکوز کی تھی۔۔

آج آپ نے آٹھ سال بعد مجھے ہنی کہا تھا، کیا آپ کو سچ میں مجھ سے نفرت نہیں ہے۔۔؟ اگر نفرت نہیں ہے تو پھر کیوں آپ نے آج تک دشمنی کا دعویٰ کیا۔۔؟" وہ سرگوشی نما آواز میں اس سے مخاطب ہوتی اپنی نیلی آنکھیں اس خوب روچہرے پر مرکوز کی تھیں۔

اس دشمنی کے کھیل کو شروع آپ نے کیا تھا شانزل زاویار اور اس کھیل کو ختم میں " کروں گی۔۔!!" وہ ایک عظیم لئے اسے دیکھتی آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ بے چینی اور درد سے بے حال ہوتے ہوئے کھلی تھی، وہ رات میں انابی کے ہاتھ سے کھانا کھا کر اور دین محمد سے دو لیکر سو گیا تھا۔۔

اندھیرے کے باعث اسے کچھ بھی دیکھائی نہیں دے رہا تھا، اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کوئی روم میں ہے بھی یا نہیں۔۔؟ اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی تھی۔۔

وہ عون کے سونے کے بعد کمرے میں داخل ہوئی تھی ایک نظر اسے دیکھ کر وہ فرش پر اپنا میٹرس روز کی طرح بچھا کر وہ لیٹ گئی تھی۔۔ نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، زہن میں صرف اپنی اور عون کی ساری باتیں گھوم رہی تھیں۔۔

وہ سوچتے سوچتے ابھی نیند کی آغوش میں اتری تھی جب اسے ہلکی سی کراہ سنائی دی تھی، اس کی آنکھیں فوراً کھلی تھی۔۔

وہ روم کی لائٹس آن کرتے ہوئے نظر بیڈ پر ڈالی تھی جو درد سے بے حال اپنے ہونٹوں کو بھینچے اپنے ہاتھوں کو مٹھی کی صورت میں بیڈ پر مار رہا تھا۔۔

عون۔۔! "وہ اسے بے تابی سے پکارتے ہوئے بھاگ کر اس تک پہنچی تھی۔۔"

وہ آج اتنے سالوں بعد اسے اس کے نام سے پکار رہی تھی جس کا احساس ان دونوں کو ہی

اس وقت نہیں تھا۔۔ www.novelsclubb.com

کیا ہوا ہے۔۔؟ درد دہور ہا ہے کیا آپ کو، بتائیں مجھے۔۔؟ "وہ اس تک پہنچ کر اس کا"

کمفرٹ ہٹا کر جیسے ہی نظر ڈالی تھی اس کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی۔۔

اس کی کمر کے زخم سے خون نکل کر اس کی شرٹ کے ساتھ ساتھ پوری چادر کو رنگ گیا تھا۔۔

اس کی چیخ سن کر وہ آنکھیں کھولتے ہوئے اپنی لال سرخ آنکھیں اس پر مرکوز کی تھیں جو حواس باختہ سی ہونٹوں پر ہاتھ رکھے اپنی چیخ کا گلا گھونٹنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔۔

آپ پریشان نہ ہوں، بس دین محمد سے کہیں کہ ڈاکٹر کو بلا دے۔۔!! "وہ بمشکل بولتے " ہوئے اس کے ڈرے سہمے چہرے کو دیکھ کر تسلی دی تھی۔۔

وہ اس کی آواز پر حواسوں میں لوٹتے ہوئے سب سے پہلے فرسٹ ایڈ کٹ لے کر آئی اور اس کو بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھنے میں مدد کرتی اس کی خون سے رنگی شرٹ کو نکال کر پھینکتے ہوئے کمر سے ہٹی بینڈیز کو دیکھا تھا۔۔

وہ ایک پل کے لئے شرم سے اپنی نظریں جھکالی تھی لیکن پھر وہ اس کی تکلیف کا سوچتے شرم کو دور ہٹاتے ہوئے اس کی کمر پر بینڈیز کرنے لگی تھی۔۔

پانچ منٹ بعد وہ بینڈیز کر کے دین محمد کو بلانے کے لیے روم سے نکلنے لگی تھی جب پیچھے سے آتی اس کی آواز پر رکی تھی۔۔

یہ میرا موبائل ہے اس سے دین محمد کو کال کر کے کہیں۔۔!! "وہ فوراً اس کا موبائل لیتی " کال کر کے ڈاکٹر کو لانے کا کہتی دوبارہ اس کے قریب آئی تھی۔۔

زیادہ درد ہو رہا تھا تو آپ نے مجھے بلایا کیوں نہیں۔۔؟ کیا آپ کے دل میں میری بس " اتنی ہی جگہ تھی جو میری نادانی کی وجہ سے اب ختم ہو گئی ہے سردار صاحب۔۔!! " وہ اپنے آنکھوں میں آنسوؤں لیے اسے دیکھتے ہوئے وہ سوال کر رہی تھی جس کا جواب وہ دینا نہیں چاہتا تھا۔۔

وہ ایک ہاتھ بڑھا کر اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے نیچے کال کرتے ہوئے کسی ملازمہ کو بلایا تھا چادر بدلنے کے لئے۔۔

وہ اپنی بات سمیت خود کو نظر انداز کیے جانے پر بے بسی سے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو ہتھیلی سے صاف کرتے واشروم گئی تھی۔۔

وہ اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتے ہوئے بے تہاشاروئی تھی، زیادہ رونے سے اس کا سانولہ چہرہ گلابی ہوا تھا۔۔

ملازمہ کی آواز سنتے وہ باہر نکلی تھی جہاں انابی اور آغا جان سمیت سب موجود تھے۔۔ دس منٹ بعد چادر بدل کر اسے پھر سے لٹایا گیا تھا وہ دور کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جو اس کی طرف دیکھنے سے بھی گریز کر رہا تھا۔۔

ڈاکٹر کو دیکھانے کے بعد سب لوگ کچھ وقت تک اس کے پاس بیٹھے تھے جنہیں وہ سونے کے لئے بھیج چکا تھا اور خود بھی زبردستی آنکھیں موند گیا تھا۔۔

وہ وہیں دروازہ پر کھڑی نجانے کب تک اسے دیکھتی رہتی جب اسے اپنے سر کو ادھر ادھر بٹکتے دیکھ کر ایک بار پھر اس کے پاس پہنچی تھی۔۔

اب کی بار وہ بنا کچھ بولے بیڈ پر اس کے قریب پہنچ کر بیٹھتی اس کی پیشانی پر اپنے نرم و ملائم ہاتھ رکھا تھا۔ عون نے اسے محسوس کرتے ہی پٹ سے اپنی آنکھیں کھولیں تھیں، اس کی نظر سیدھے اس پری پیکر کے ادا اس چہرے پر پڑتی اس کے دل کو تڑپا گئیں تھیں۔۔

کہا تھا آپ سے ناں کہ مجھ سے ہمدردی نہیں کریں۔۔!! "وہ دھیمے لہجے میں مخاطب " ہوتا اپنی پیشانی پر رکھے اس کے ہاتھ کو دھیرے سے ہٹایا تھا۔۔

وہ اپنے ہاتھوں کے ہٹائے جانے پر تڑپ اٹھی تھی۔۔

کس نے کہا آپ سے کہ یہ ہمدردی ہے۔۔؟ ہمدردی نہیں ہے یہ۔۔!! "وہ اب کی بار" غصے سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی دھیمی آواز میں کہتی اسے ساکت کر گئی تھی۔۔

ہمدردی نہیں ہے یہ تو پھر کیا ہے استانی سائیں۔۔؟ "وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال" کر اس سے مخاطب ہوا تھا۔۔

وہ اس کے آج دوبارہ استانی سائیں کہنے پر بلبلا اٹھی تھی، اسے ایسا محسوس ہوا جیسے سردار عون عباس جعفری نے اس کے منہ پر تاجہ مارا ہو۔ وہ اس کے لفظ سن کر بے اختیار اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے جھکی تھی۔۔

مجھے آپ استانی سائیں کہہ کر اذیت دے رہے ہیں سردار سائیں، اگر اس لفظ کو آپ " میری سزا کے طور پر استعمال کر رہے ہیں تو بھی مجھے یہ نہیں سننا ہے بلکہ آپ مجھے کوئی اور سزا دے لیں مجھے منظور ہے۔۔!! "وہ اس کی حرکت کے بعد اب اس کے کہے لفظوں اور انداز پر بے یقینی کا شکار ہوا تھا۔۔

وہ بے بس ہوئی تھی جب اس کی آنکھ سے آنسو ٹپکتا اس دشمن جاں کی داڑھی میں جرب ہوا تھا۔۔

وہ اس کے آنسوؤں کو اس طرح بے مول ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس وقت وہ بے بس تھا۔۔

کیا آپ میرا سرد باسکتیں ہیں سردار نی سائیں پلیز۔۔!!" وہ اپنے لفظوں سے اس کی " تکلیف کم کر گیا تھا، وہ اس کی سردار نی سائیں تو کیا وہ تو اس کی دھڑکن سائیں تھی، وہ بھلا اسے تکلیف میں کیسے دیکھ سکتا تھا۔۔

وہ اس کے منہ سے اپنے لیے سردار نی سائیں سن کر اپنی بے قرار نظریں اس پر مرکوز کیے اپنے نرم ہاتھوں سے اس کے سر کو دبانے لگی تھی، اس کے لفظوں نے ماہم کے دل پر مرہم کا کام کیا تھا۔۔

وہ اس کی کرم نوازی محسوس کرتے آنکھیں موند گیا تھا۔۔

وہ رات بھر اس کے قریب بیٹھی اس کے سر کو سہلاتی رہی تھی، صبح اس کی انگلیوں کے لمس پر عون کی آنکھیں کھلی تھیں، وہ ابھی تک اس کے قریب بیٹھی اسے دیکھتے ہوئے اس کے سر کو سہلا رہی تھی۔۔

آپ سوئی نہیں تھیں۔۔!! "وہ حیران ہو کر اسے دیکھ رہا تھا، آنکھیں بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔"

نہیں، آپ اب کیسا محسوس کر رہے ہیں۔۔؟ "وہ اس سے پوچھتی اس کے پاس سے اٹھی" تھی۔۔

ٹھیک ہوں۔۔!! "دو لفظی جواب دے کر وہ خاموش ہوا تھا۔۔"

آپ سو جائیں۔۔!! "وہ اسے ہدایت دیتے ہوئے اسے جاتے دیکھ رہا تھا۔۔"

ابھی آپ ناشتہ کر کے دو الیں پھر میں سو جاؤں گی۔۔!! "وہ ناشتہ منگوا کر اس کا منہ دھلاتی ہوئی، پہلے اسے ناشتہ کروا کر دوادی پھر خود ناشتہ کر کے اپنے میسٹرس کے پاس پہنچی تھی جب اس کی آواز سن کر واپس مڑی تھی۔۔"

وہاں نہیں سونا ہے، جا کر حمزہ کے روم میں سوئیں، نیند پوری کر کے ہی اٹھنا ہے۔۔ میں

بھی دین محمد کے ساتھ آج مردان خانے میں ہی رہوں گا۔۔!! "وہ اسے دوبارہ میسٹرس پر

جاتے دیکھ کر تفصیل دیتا روک گیا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ پہلے ہی دن سے میسٹرس پر کیو

سور ہی ہے لیکن اسے میسٹرس پر سوتے دیکھ اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔۔

وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے باہر نکلی تھی پھر دوبارہ روم میں گردن ڈالتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

آپ نے مردان خانے میں زیادہ دیر تک بیٹھنا نہیں ہے بلکہ آرام کرنا ہے۔!! "وہ حق" سے اس پر روبرو جماتی غائب ہوئی تھی۔

اس کی اس اد پر وہ پہلی بار دل سے مسکرایا تھا۔

چہرے پر سورج کی سنہری کرنیں پڑتے ہی وہ اپنی آنکھیں بمشکل کھولتے ہوئے اپنے بھاری ہوتے سر کو دباتے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے ہوئے شاداب کو وائس میسج بھیجا تھا۔

شاداب پر ایویٹ جیٹ تیار کرو مجھے آج ہی لندن جانا ہے۔!! "وہ جانتا تھا کہ لندن" جانے کے باوجود مہینوں لگ جائیں گے اسے ٹھیک ہونے کے لئے۔

وہ اٹھنے لگا تھا جب اسے اپنے قریب کسی کے وجود کی خوشبو محسوس ہوئی تھی، وہ بے اختیار مڑ کر اسے دیکھتے ہوئے حیران ہوا تھا جو اس کے قریب ہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سو رہی تھی۔۔

اس کے چہرے پر پڑتی سورج کی سنہری کرن اسے اور بھی سنہرا بنا رہی تھی، خوبصورت گلابی چہرہ، بند پلکیں اور اس پر پتلی سی کھڑی ناک۔۔ وہ اس سے آگے اس پریوش کو دیکھ ہی نہیں پایا تھا جو اس کے اس بے جان وجود میں ایک زندگی کی رمق سی محسوس کروادی تھی۔۔

وہ اپنے سر کو جھٹکتے ہوئے اٹھا تھا جب اسے رات کا منظر یاد آیا تھا، وہ بے ساختہ اپنے ہونٹوں کو بھینچنے واشروم میں داخل ہوا تھا اور ایک گھنٹے بعد وہ اسے اسی طرح سویا ہوا چھوڑ کر خود لندن کے لئے روانہ ہوا تھا۔۔

شاداب میرے واپس لوٹنے تک پر یہاں کا خیال رکھنا اور میں کہاں ہوں یہ اسے بتانے کی کوشش بھی نہیں کرنا۔۔!! "وہ اپنی لال سرخ آنکھوں سے سامنے تیار جیٹ کو دیکھ رہا

تھا اور ہدایت شاداب کو دے رہا تھا لیکن اس دل کا کیا کرتا جو بار بار اپنے قریب سوئے ہوئے اس وجود کو چھوڑ کر آنے پر دھتکار رہا تھا۔

سر کیا آپ نے میم سے بات نہیں کہ، انہوں نے آپ کا انتظار کرتے ہوئے کل صبح سے " کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔۔!! " شاداب اسے روکنے کی ایک ادنیٰ سی کوشش کر رہا تھا۔

وہ اس کی بات سن کر ٹھٹکا تھا، رگوں میں دوڑتا خون جیسے سرد پڑا تھا جب اس کا موبائل بجا تھا، وہ زاویار منشن کا نمبر دیکھ کر بنا سوچے سمجھے کال اٹھا گیا تھا لیکن کال سنتے ہی وہ چیختا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بھاگا تھا، زہن مفلوج ہوا تھا، اسے دیکھتے شاداب بھی اس کے ساتھ ہی نکلا تھا۔

ہنی اگر خود کو نقصان پہنچانے کی زراسی بھی کوشش کہ ناں تو ساری دنیا کو آگ لگا دوں " "!! گا۔۔

وہ موبائل پھینکتے گاڑی میں بیٹھتے بڑبڑایا تھا، بے چینی حد سے سوا تھی۔۔

اس کی آنکھ کھلی تو وہ بے چینی سے اٹھ کر اسے ادھر ادھر تلاش کرنے لگی، روم سے منسلک اسٹڈی روم اور بالکونی میں دیکھنے کے بعد وہ باہر آئی تھی لیکن رضیہ کے سوا اسے کوئی بھی دیکھائی نہیں دے رہا تھا۔

اس دشمن جاں کی تلاش میں اس کا دل دھڑک دھڑک کر پاگل ہو رہا تھا۔

کیا وہ سچ میں مجھے ہمیشہ کی طرح چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔۔؟ "وہ بے چینی سے سڑھیاں" اترتی ہوئی لاؤنج میں آئی تھی۔ وہ اسے اپنے قریب نہ پا کر سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

رضیہ آپ نے شانزل کو کہیں دیکھا ہے۔۔؟ "وہ اپنے خدشات کو دور کرنے کے لئے" رضیہ سے پوچھ رہی تھی، اس دشمن جاں کے خیال سے ہی دل دھڑک دھڑک کر پاگل ہو رہا تھا۔

میم وہ تو لندن چلے گئے ہیں۔۔!! "رضیہ اسے حیرانی سے دیکھتی ہوئی بتا رہی تھی لیکن" اس کی بات سن کر اس کا ذہن مفلوج ہوا تھا، وہ اپنے لڑکھڑاتے وجود کو سنبھال کر تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی لاؤنج میں رکھے فون کے پاس پہنچی تھی۔

وہ فون پر رضیہ سے نمبر لگوا کر کان کے پاس رکھتے ہوئے اپنے روتے دل کی دہائی پر بے بسی سے سسکیوں سے روئی تھی، جب ایر پیس سے اس دشمن جاں کی آواز سنتے خود کو روک نہیں پائی تھی۔۔

تو آج پھر ایک بار شانزل زاویار نے پر یہاں شانزل کے یقین کو توڑ دیا۔۔!! "وہ اس کی" آواز سنتے ہی سسک پڑی تھی، آج آنکھوں کے ساتھ ساتھ دل بھی رو رہا تھا۔۔

پر یہاں۔۔!! "وہ اسے پکارتے ہوئے بے چین ہوا تھا لیکن وہ سن کب رہی تھی۔۔"

پر یہاں کی ضرورت تو کبھی کسی کو تھی ہی نہیں، پر یہاں کسی کے لیے ضروری نہیں ہے، "آپ کے لئے تو بالکل بھی نہیں۔۔!!" وہ بے اختیار ہوئی تھی آج پہلی بار اس دشمن جاں کے سامنے۔۔ شانزل اس کی آواز اور لہجے میں پنہا درد کو محسوس کرتے بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچا ہوا تھا۔۔

جار ہے ہیں ناں تو خوشی خوشی جائیں لیکن یہ یاد رکھیے گا کہ میں ایک لقمہ بھی اپنی حلق " سے نیچے نہیں اتاروں گی اور ہاں اسے صرف دھمکی مت سمجھیے گا، پر یہاں شانزل اپنے ضد کی بہت پکی ہے اور یہ بات آپ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا ہے۔۔!! "وہ طنزیہ ہنسی ہنستی

اس کی روح فنا کر گئی تھی۔ مقابل شخص کچھ کہتا کہ اس سے پہلے ہی وہ فون رکھتے ہوئے ایک بار پھر روئی تھی۔۔

آج میرے اس یقین کو مت توڑیے گا شانزل ورنہ پر یہاں آج ٹوٹ کر بکھر جائے " گی۔۔!!" وہ اپنے چکراتے سر کو پکڑتے ہوئے باہری دروازہ کی طرف دھیمے قدموں سے بڑھ رہی تھی۔ لیکن کل سے کچھ بھی نہ کھانے کی وجہ سے اس کو چکر محسوس ہو رہا تھا اس لیے وہ وہیں فرش پر دیوار سے ٹیک لگائے کھڑی ہوئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ ضرور آئیگا۔۔

وہ تیس منٹ بعد وہاں سے دھیرے قدموں سے چلتی ہوئی داخلی دروازے کی سمت جا رہی تھی جب راہداری میں رکھے کر سٹل کے شوپیس میں الجھ کر اس پر گرتی کہ کسی نے مضبوطی سے اسے اپنے حصار میں جکڑتے ہوئے گرنے سے بچا کر اسے اپنی سمت موڑا تھا۔۔

شانزل زاویار کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ ایک بار پھر سسکی تھی۔۔

آپ نے واپس آ کر میرے ٹوٹے بکھرے یقین کو جوڑ دیا ہے شان۔!! "وہ اس کی" شرت کی کالر اپنے ہاتھوں میں بھینچے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی، آنسو لڑیوں کی صورت میں رخصت سے ہوتے فرش پر گر کر بے مول ہو رہے تھے۔

شانزل اس کا رویا ویا سو جا ہوا چہرہ دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا، اس کا دل ابھی تک اپنی جگہ پر نہیں آیا تھا۔ وہ جب بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوا تو اسے کرسٹل پر گرتا ہوا دیکھ کر حواس باختہ ہو کر اس کی طرف بھاگا تھا لیکن اب اسے اپنی باہوں میں سہی سلامت دیکھ کر خود کو روک نہیں پایا تھا اور اسے خود میں سمیٹ کر زور سے بھینچا تھا۔

وہ اس کے سینے سے لگی اور زور و شور سے رو رہی تھی، یہ آنسو آج کے نہیں بلکہ ان آٹھ سالوں کے تھے جن میں اس کا یقین ٹوٹا تھا۔

ہنی پاگل کر دیا ہے تم نے مجھے۔!! "وہ اسے خود میں بھینچے سب کچھ بھولا تھا۔"

کیا میں اب بھی آپ کی ہنی ہوں جیسے آٹھ سال پہلے تھی۔؟ آپ نے کل بھی مجھے ہنی" کہا اور آج بھی۔!! "وہ اس کے سینے سے سر اٹھا کر پوچھتی اسے ساکت کر گئی تھی۔

چندپل بعد وہ حواس میں لوٹتے ہوئے اسے خود سے دور کیا تھا، وہ اسے کوئی امید کی کرن نہیں تھا سکتا تھا۔۔

وہ آنکھوں میں آنسو لیے اسے خود کو جھٹکتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔

تم نے بھی تو آٹھ سال بعد کل مجھے شان کہا تھا اور آج بھی شان کہا ہے تو کیا اب تمہاری "نفرت ختم ہو گئی کیونکہ میں آج بھی وہی تمہارا اور تمہارے خاندان کا واحد دشمن شانزل زاویار ہوں۔۔!!" وہ اسے دیکھتے ہوئے طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے اسے ساکت کر گیا تھا۔۔

وہ کیسے اعتراف کر لیتا، کھیل تو اب شروع ہوا تھا۔۔

وہ اس کے لفظوں اور حرکت پر بے یقین ہوتی اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔۔

میں نے تو آپ سے کبھی نفرت کی ہی نہیں شانزل۔۔!!" وہ اپنی نیلی جھیل سی آنکھوں "میں سمندر لیے اسے لاجواب کرتی ایک قدم آگے بڑھی تھی۔۔

اس کے انداز پر اس کے دل میں ہلچل مچی تھی۔ وہ کانچ کے ٹکڑوں پر قدم رکھتے ہوئے

ایک درد بھری مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔

وہ کچھ کہنے کے لئے اپنے ہونٹوں کو کھولتا جب نظر اسکے خون سے رنگے پیروں پر پڑی تھی، وہ اس کی طرف دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔

یہ کیا کر رہی ہو پر یہاں۔۔؟ پاگل مت بنو۔۔!! "وہ اسے کانچ کے ٹکڑوں پر دوسرا قدم" رکھتے ہوئے دیکھ کر بے اختیار چیخ اٹھا تھا اور اس کی طرف بڑھا تھا جب وہ اسے ہاتھ اٹھا کر روک چکی تھی۔۔

میں آپ کی طرف قدم بڑھا رہی ہوں شان، چاہیں تو مجھے تھام لیں؛ چاہیں تو میرے اس" بڑھے ہوئے ہاتھ کو جھٹک کر مجھے دنیا کے سامنے رسوا کر دیں۔۔!! "وہ اپنے زخموں کی پرواہ کئے بغیر دوسرا قدم اٹھا کر جیسے ہی کانچ پر رکھنا چاہتا تھا سامنے کھڑے اس ساکت وجود میں ہلچل ہوئی تھی اور وہ پیل میں ہی اسے بنا پاگل پن کا کوئی موقع دے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اٹھاتے ہوئے لاؤنج میں آیا تھا۔۔

فرش پر ہر طرف خون ہی خون نظر آ رہا تھا جسے دیکھ کر ایک بار پھر اس کا دل بے اختیار تڑپا تھا۔۔

شاداب ڈاکٹر کو بلاؤ فوراً۔!!" وہ چیخ کر شاداب سے کہتے ہوئے اس کے پاس ہی فرش " پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کے پیروں سے کانچ نکالنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

وہ اسے خود کے لئے فکر مند ہوتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔۔ یہ کون سا انداز تھا جہاں وہ ایک طرف اس کے وجود سے انکاری تھا اور دوسری طرف اس کی تکلیف بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

وہ اس کے پیروں سے کانچ کا ٹکڑا نکالنے میں کامیاب ہوتا فوراً اس کے پیروں کی بینڈیز کرنے لگا تھا جب ڈاکٹر اندر داخل ہوتے وہاں پہنچے تھے۔۔

وہ درد کا ٹیبلٹ دے کر اور کچھ ہدایت دیتے ہوئے روانہ ہو گئے تھے۔۔

سر آپ کے کپڑوں پر خون لگا ہے چینیج کر لیجئے، میں ابھی رضیہ سے آپ کے لئے کھانا " بھیجتا ہوں۔!!" شاداب اسے اس کی شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کچن کی طرف بڑھا تھا۔۔

پر یہاں اس سارے وقفے میں ایک بار بھی اس دشمن جاں کے چہرے سے نظر نہیں ہٹا سکی تھی۔۔

وہ نجانے کتنے دیر تک خاموش کھڑا فرش پر نظریں مرکوز کیے سوچتا رہتا جب اسے اپنے چہرے پر اس کی نظروں کا ارتکاز محسوس کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ لیکن اس کے دیکھنے پر بھی وہ اپنی نظریں نہیں ہٹا سکی تھی۔۔

وہ بنا کچھ بولے آگے بڑھ کر اسے ایک بار پھر اپنے مضبوط بازوؤں میں بھرتے سیڑھیاں چڑھتے اپنے روم میں داخل ہوا تھا اور اسے بیڈ پر لٹا کر خود چینج کرتے ہوئے دوبارہ روم میں داخل ہوا تھا جب رضیہ اسے ٹرے پکڑاتے ہوئے چلی گئی تھی۔۔

وہ دونوں اس وقت خاموش سے تھے، جیسے طوفان آنے کے بعد خاموشی ہوتی ہے۔ وہ اس کے سامنے ٹرے رکھتے ہوئے اسے کھانے کا اشارہ کرتے خود بھی کھانے لگا تھا، کھانے کے بعد وہ اسے دوا دے کر تکیہ درست کرتے لٹایا تھا۔۔

ابھی تمہیں آرام کی ضرورت ہے، سو جاؤ، ہم بعد میں بات کریں گے۔۔!! "وہ اس پر" کمرٹ درست کرتے ہوئے خود وہیں صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔۔

وہ ایک کتاب اٹھا کر پڑھ رہا تھا لیکن ہر بیس منٹ بعد وہ جب اسے دیکھتا تو وہ آنکھیں واں کیے ٹیبل کو گھورتے نظر آتی تھی۔۔ اسی طرح دو گھنٹے تک یہی سلسلہ جاری رہا تھا جب وہ

ایک لمبی سانس لیتے ہوئے خود کو پر سکون رکھنے کی کوشش کرتے اس کے قریب آیا تھا۔۔

آخر تم سو کیوں نہیں رہی۔۔؟ "وہ اس کی نیند سے بھری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے" پوچھ رہا تھا۔۔

میں نہیں سو سکتی کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ میرے سوتے ہی آپ مجھے چھوڑ کر چلے " جائیں گے، جیسے ہمیشہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔۔!! "اس کے لفظوں میں بسا دردا اور بے یقینی کو دیکھ کر وہ ایک بار پھر بے بسی کی انتہاؤں پر پہنچا ہوا تھا۔۔

یقین رکھو اس بار۔۔ تم نے روکا ہے مجھے پھر میں کہیں کیسے جاسکتا ہوں۔۔!! "وہ اس" کے قریب بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھ کر اس کی بے یقینی کو دور کرنے کے لئے پہلا قدم اٹھایا تھا۔۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی تھی، اور وہ بھی اس تھکا دینے والے وقت کے بعد اس کے قریب ہی لیٹ گیا تھا۔۔

میں جانتا ہوں ہنی کہ یہ سب کچھ تم نے میرے لئے کیا ہے، لیکن مجھے یقین نہیں ہو رہا" ہے، کیا میں آج بھی تمہاری نظروں میں وہی شان ہوں جو آج سے آٹھ سال پہلے تھا۔!!" وہ اس کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار جھکا تھا اور اس کی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑتے ہوئے اپنی آنکھیں موند لیں تھیں۔۔

وہ آج ہاسپٹل سے دوبارہ چیک اپ کروا کر واپس آیا تھا، دس دن کی دیکھ بھال کے بعد وہ اب بالکل ٹھیک تھا، اسے ٹھیک دیکھ کر سبھی ر ب کا شکر ادا کر رہے تھے۔۔

ان دس دنوں میں ان دونوں کے درمیان تھوڑی بہت تبدیلی یہ ہوئی تھی کہ وہ اس پر حق جتانے لگی تھی اور وہ خاموش تماشائی بنا اس کے ہر انداز اور لہجے کے بدلاؤ پر غور و فکر کر رہا تھا۔۔

اس وقت رات کا دس بج رہا تھا، گاؤں کی رات بہت جلدی ہو جاتی ہے، وہ لوگ بھی رات کا کھانا کھا کر اپنے اپنے روم میں تھے۔۔

وہ روز کی طرح اپنا بستر فرش پر لگا کر اس پر بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی اور عون واشر روم میں تھا، دس منٹ بعد وہ فریش ہو کر سیاہ ٹی شرٹ پر سیاہ ٹراؤزر پہن کر نکلا تھا۔ وہ کتاب سے نظر اٹھا کر اسے جیسے ہی دیکھا اس کی نظریں ٹہر گئیں تھیں۔۔

کھڑے مغرور نین نقش، اونچا قد، بے حد خوبصورت پرکشش آنکھیں، گوری رنگت جو سیاہ کپڑے پہن کر اور بھی خوب رو لگ رہا تھا۔۔ وہ نجانے کتنے پل اسے دیکھتی رہتی جب عون کا موبائل بجا تھا، اس کے دیکھنے میں خلل پیدا ہوا تھا۔۔

وہ ایک بار اسے اور ایک بار اپنے کتاب پکڑے سانولے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی، وہ بس اس کے اور اپنے رنگ کا موازنہ کر رہی تھی جب عون کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی جو موبائل پر دین محمد سے مخاطب تھا۔۔

ہیلو سردار سائیں۔۔! ہمارے گندم کے گودام میں آگ لگ گئی ہے، ابھی مجھے خبر ملی " ہے لیکن مجھے یہ دشمنوں کی کوئی چال لگ رہی ہے۔۔!! " وہ سردار عون عباس جعفری کی آواز سن کر کہہ رہا تھا۔۔

دین محمد گودام کے آس پاس بہت چھوٹی چھوٹی بستیاں ہیں، اگر ہم وقت پر نہیں پہنچے تو یہ آگ کے شعلے ان تک ناں پہنچ جائے۔۔!! " وہ اٹھ کر پریشانی سے کھڑا ہوا تھا۔۔ اس کی بات سن کر ماہم بھی اٹھ کر اس کے قریب آئی تھی۔۔

سردار سائیں۔۔! آپ وہاں تنہا نہیں جا سکتے ہیں، کیونکہ یہ خبر کتنی پکی ہے میں نہیں " جانتا ہوں۔۔!! " وہ اس کی وجہ سے پریشان ہوا تھا۔۔

دین محمد تمہیں جس کام کے لئے شہر بھیجا ہے وہ کر کے ہی واپس آنا، میں جا رہا ہوں۔ " گودام میں لگی آگ سے بچاؤ ہو سکتا ہے لیکن اگر گاؤں کے ایک بھی فرد کو نقصان پہنچا تو میں خود کو معاف نہیں کر سکتا۔۔!! " وہ اسے سختی سے ہدایت دیتے فون بند کر کے ڈرا سے اپنی ریوالور لیتے ہوئے جلدی جلدی جوتے پہننے لگا تھا۔۔

سنیں۔۔! کیا ہوا ہے۔۔؟" وہ اس کے قریب کھڑی اسے اتنی رات کہیں جانے کی " تیاری کرتے ہوئے دیکھ کر مخاطب ہوئی تھی۔۔

اس کے لہجے اور انداز پر چند پل کے لئے اس کے ہاتھ تھمے تھے پھر وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔۔

گودام میں آگ لگ گئی ہے، دین محمد یہاں نہیں ہے اس لیے میں خود جا رہا ہوں۔۔!!" وہ اسے مختصر سا بتا کر اب گاڑی کی چابی لینے بڑھا تھا جب وہ اچانک اس کے آگے ہاتھ پھیلا کر کھڑی ہوئی تھی، وہ حیرت سے اسے دیکھ کر سوالیہ نظروں سے ایک ایسے اچکا یا تھا۔۔ یہ اس طرح سے دیکھ کر آپ مجھے ڈرا نہیں سکتے ہیں، دیکھیں صاف بات ہے یا تو میں " آپ کو جانے نہیں دوں گی یا پھر میں خود آپ کے ساتھ جاؤں گی۔۔!!" وہ گردن اکڑا کر کہتے ہوئے اسے پہلی بار مسکرا نے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

اچھا لیکن اتنی کرم نوازی مجھ پر کس خوشی میں ہو رہی ہے، زرا بتانا پسند کریں گی سردار نی " سائیں۔۔!!" وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو اپنے ہونٹوں کو بھینچے روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا۔۔

میں ان بھیڑیوں کے چنگل میں آپ کو تنہا کیسے جانے دے سکتی ہوں۔۔!! "وہ آنکھیں"

پٹپٹاتے ہوئے اپنی شال لپیٹ کر اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔۔

اگر وہ بھیڑیا ہیں تو سردار عون عباس جعفری بھی شیر ہے اور جنگل میں شیر کو شکار کرنے کے لئے دعوت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے، وہ شکاری تک خود ہی پہنچ جاتا ہے۔۔!!"

وہ اب اپنی ریو الورچیک کر کے جیکٹ پہن رہا تھا۔۔

شیر کی طاقت کو بخوبی مانتی ہوں ہوں لیکن آپ شیرنی کی استعداد کو نظر انداز نہیں کر سکتے ہیں۔ جب شیر مشکل میں ہوتا ہے تو شکار اس کی باؤنڈ پاٹرن شیرنی کرتی ہے۔۔!!" وہ اسے لاجواب کرتی اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار کھڑی تھی۔۔

سردار نی سائیں میں آپ کو نہیں لے جاسکتا ہوں، وہاں حالات کیسے ہیں کچھ بھی نہیں معلوم ہے۔۔!!" وہ اب اسے سختی سے منع کرتا ہوا دروازہ کی سمت بڑھا تھا۔۔

ٹھیک ہے نہ لے کر جائیں مجھے لیکن میں آپ کے پیچھے ضرور آؤں گی۔۔!!" وہ ہٹ "دھرمی سے کہتی ہوئی اس سے پہلے باہر نکلی تھی اور وہ پیچھے سے اسے بے بسی سے دیکھ رہا تھا۔۔

وہ جانتا تھا کہ وہ ضد کی پکی ہے اس لیے وہ اس کے پیچھے ضرور آئے گی۔

اچھا چلیں میرے ساتھ، لیکن میرے ساتھ ہی رہنا ہے، اب وہاں کوئی خدمت کرنے لگ جائیگا۔!!" وہ اسے اپنے ساتھ لے کر جاتے ہوئے ہدایت دینا نہیں بھولا تھا۔

اس کی گاڑی گیٹ سے نکلتے ہی گاڑی کی پانچ گاڑیاں بھی پیچھے نکلیں تھیں۔

بھرپور نیند لینے کے بعد بھی وہ اپنی آنکھیں بمشکل کھولتے کسمساتے ہوئے ہاتھ دابنے بازوؤں میں رکھا تھا لیکن وہ اس بات سے انجان تھی کہ دھیرے سے رکھا ہاتھ کسی کو بڑی زور سے لگا تھا۔

وہ اسے اپنے قریب ترین دیکھ کر آنکھیں واں کیے بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

آپ جیسا نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں ویسے ہیں نہیں، پھر آپ یہ دکھاوا کیوں کر " رہے ہیں۔۔؟ دشمنی اور نفرت کے جذبات میں بھی نرمی کون کرتا ہے بھلا۔۔؟ " وہ اس کے خوب روچہرے پر نظریں مرکوز کیے سوچوں میں گم تھی جب وہ اس کے ہاتھ لگنے کی وجہ سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھتے ہوئے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہٹایا تھا۔

یہ اتنی زور سے ہاتھ مار کر پر یہاں شانزل کس چیز کا بدلہ لے رہی ہے۔۔!! " وہ اٹھ کر " بیٹھتے ہوئے عام سے لبوں لہجے میں کہتا اسے ساکت کر گیا تھا۔

وہ حیران تھی اس کے کہے ہوئے لفظ پر جو وہ اس کے نام کے ساتھ بڑے آرام سے اپنا نام جوڑ دیا تھا۔

شانزل زاویار کے اپنے احساسات اور جذبات کو اپنے تک رکھنے کا بدلہ لیا ہے پر یہاں " شانزل نے۔۔!! " وہ جو اس میں لوٹے ہوئے اسے دو بدو جواب دیا تھا۔

جذبات اور احساسات کوئی عام شے نہیں ہیں جو ایسے ہی بانٹ دیا جائے، کبھی کبھی انہیں " اپنوں کے لئے دل میں دبانا پڑتا ہے۔۔!! " وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا اٹھ کر واشروم میں بند ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکل کر اس کے قریب آیا تھا۔

اٹھو واٹروم لے کر چلوں تمہیں۔۔!! "وہ اس کے پیروں کی وجہ سے اس کو اپنے" بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے واٹروم میں لے جا کر کھڑا کرتے خود باہر نکل کر کھڑا ہوا تھا۔

اس کے نرم انداز پر وہ کتنی دیر تک سوچوں میں غرق رہی تھی، وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ وہ اس سے ہمدردی دکھا رہا ہے یا پھر ہمدردی کی آڑ میں محبت بھی موجود ہے۔

وہ دس منٹ بعد اپنے ایک پیر پر زور دیتے ہوئے دروازہ کے قریب پہنچی تھی جب وہ باہر کھڑا سے محسوس کرتے ہوئے دروازہ کھول کر اسے دیکھا تھا۔

میں یہیں کھڑا تھا، مجھے آواز دے لیتی۔۔!! "وہ اس سے شکوہ نہیں کر رہا تھا لیکن کچھ تو" تھا اس کے لہجے اور انداز میں جو اسے چونکا گیا تھا۔

ہمیشہ آواز دی تھی آپ کو لیکن آپ کبھی میری آواز پر نہیں پلٹے۔۔!! "بے ساختہ اس" کے منہ سے یہ لفظ نکلے تھے جنہیں وہ کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن جو دل کے قریب محسوس ہوتا ہے شکوہ بھی انہیں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

وہ اس کے شکوہ پر بھی بنا کوئی تاثر دیے سنجیدگی سے اسے اپنے حصار میں سمیٹ کر روم میں لایا تھا۔۔

مجھے لاؤنج میں بیٹھنا ہے۔۔!!" وہ اس کی شرٹ کی بٹن پر نظریں مرکوز کیے اسے نیچے " چلنے کو کہہ رہی تھی۔۔

وہ اسے اسی طرح کسی کانچ کی گڑیا کی طرح اٹھائے سیڑھیاں اترتے ہوئے لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھایا تھا اور خود کچن میں داخل ہوا تھا۔۔

یا اللہ کسی کھڑوس اور مغرور بندے کو بتادیں کہ پر یہاں کو برگر کھانے کا دل کر رہا ہے " اس لیے کوئی نیک بندہ مجھے برگر ہی کھلا دے۔۔!!" وہ گردن اٹھا کر کچن کی طرف دیکھتی اپنے ہونٹوں کے قریب ایک ہاتھ رکھتی تیز آواز میں کہتے ہوئے اسے سنایا تھا۔۔

وہ ان تین دنوں کی ازیت ناک تکلیف کو بھولتے پہلی بار دل سے مسکرایا تھا، اس کی مسکراہٹ بڑی دلکش تھی۔۔

وہ فریج بند کرتے ہوئے شاداب کو فون پر برگر کا آرڈر دے کر خود دوبارہ لاؤنج سے ہوتے ہوئے سیڑھیاں چڑھتے اوپر ایک روم میں غائب ہوا تھا۔۔

ارے روکیں تو، بلکہ مجھے برگرناں کھلائیں لیکن اس طرح ناراض ہو کر تو نہ " جائیں۔۔!! " وہ اسے کچن سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتے روم میں جاتے دیکھ کر پیچھے سے چیخی تھی لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوتے دیکھ کر ہونقوں کی طرح سیڑھوں پر نظریں مرکوز کی تھیں۔۔

یا اللہ رو لیکس کی گھڑی پہننے والا، نوکروں کی فوج رکھنے والا، ٹاپ بزنس مین شانزل " زاویار کادل اتنا چھوٹا ہے کہ وہ ایک برگر نہیں کھلا سکتا۔۔!! " وہ منہ بنا کر کافی تیز آواز میں بڑبڑاتے ہوئے نظریں کچن کی طرف کہ تھیں۔۔

تین منٹ بعد وہ روم سے کچھ لے کر سیڑھیاں اترتے ہوئے دوبارہ اس کے قریب آیا تھا، وہ اسے محسوس کر کے نظریں اوپر اٹھائیں تھیں۔۔

یہ رہا لپ ٹاپ جس پر روز کی کلاسز آن لائن کرنی ہے، میری اجازت کے بغیر یونیورسٹی " تو دور زاویار منشن سے قدم باہر نہیں نکالنا ہے۔۔!! " وہ اسے لپ ٹاپ پکڑاتے ہوئے اس کی نیلی آنکھوں میں اپنی کانچ سی بھوری آنکھیں گاڑے ہدایت دیتے ہوئے خود سنگل صوفے پر بیٹھا تھا۔۔

یہ رہا تمہارے لئے موبائل، اس میں سیم ایکٹیویٹ کر دی ہے لیکن اس سے تم کسی بھی " اپنی دوست کو کال نہیں کرنا، ہاں اگر تم چاہو تو اپنے لالہ کو فون کر سکتی ہو۔۔!! " وہ نیا موبائل اس کے ہاتھوں میں پکڑاتے ہوئے غور سے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا تھا۔۔ مجھے اپنے لالہ سے بات نہیں کرنی۔۔!! " وہ موبائل کو ٹیبل پر رکھتے ہوئے اسے حیرت " میں ڈال گئی تھی۔۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پہلے دن سے ہی تم نے کہا تھا کہ تم جب تک اپنے لالہ سے " بات نہیں کر لیتی تب تک تم کھانا نہیں کھاؤ گی، لیکن تم تو کھانا بھی کھا رہی ہو اور اپنے لالہ سے بات بھی نہیں کر رہی آخر کیوں۔۔؟ " وہ اسے کھوجتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

اگر میں اس کا جواب نہیں دینا چاہوں تو۔۔؟ " وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ کر پوچھ " رہی تھی۔۔

تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔!!" وہ بیگانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے وہاں سے اٹھ کر " دوبارہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے روم میں چلا گیا تھا اور وہ اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھ کر کچھ بھی اندازہ نہیں لگا سکی تھی۔۔

آدھے گھنٹے بعد شاداب ہاتھ میں شاپر لئے داخل ہوا تھا اور اس کے قریب پہنچ کر شاپر اسے پکڑا یا تھا۔۔

وہ شاپر کھول کر دیکھتے ہوئے بے اختیار مسکرا پڑی تھی۔۔

میم آپ نے شاید پہلی سیڑھی پر قدم رکھ دیا ہے، بس آپ پیچھے مت ہٹے گا۔!!" وہ " بھی سیڑھیوں کی طرف دیکھتی ہوئی اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔

یہ سرنے آپ کے لئے منگوایا ہے۔!!" وہ برگر کو دیکھ رہی تھی جب وہ اسے بتاتے " ہوئے باہر نکلا تھا اور وہ جیت کی پہلی کڑی کو جوڑتے ہوئے برگر کھاتے آن لائن کلاس لینے لگی تھی۔۔

وہ گاؤں کی حدود چھوڑ کر باہر نکلے تھے جب سردار عون عباس جعفری کی گاڑی کے پیچھے اس کے گاڑی کی پانچ گاڑیاں بھی تھیں لیکن اگلی سڑک سے بالکل سیم پانچ گاڑیاں ان کی گاڑی کے آگے پیچھے چلنے لگی تھی۔۔

وہ بیک مرر سے دیکھتے ان کی چال کو بھانپ گیا تھا۔۔

مجھے آپ کو ساتھ نہیں لانا چاہیے تھا۔۔!! "وہ بے بسی سے اسٹیرنگ پر مکار تے ہوئے" بڑبڑایا تھا۔۔

کیا ہوا ہے۔۔؟ "وہ اسے پریشان دیکھ کر پوچھ رہی تھی لیکن وہ جواب دینے کے بجائے" ایک بار پھر پیچھے دیکھ رہا تھا اور گاڑی کی اسپید بڑھائی تھی۔۔

پانچ منٹ بعد اسے اپنے پیچھے کوئی بھی گاڑی نظر نہیں آئی تھی، وہ کچے راستے پر گاڑی دوڑاتے ہوئے کچھ دور آ کر گاڑی روکی تھی، اسے معلوم تھا کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔۔

سردار نی سائیں نکلیں فوراً۔۔!! "وہ خود گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے اسے کہتے" ہوئے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔۔

وہ اندھیرے میں نکل کر اس کی طرف بڑھی تھی جب وہ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں بھینچے تیزی سے قدم جنگل کی طرف بڑھایا تھا۔۔

وہ گاڑی سے نکل کر چند قدم ہی دور گئے ہونگے جب پوری فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اٹھی تھی، ان کو گاڑی میں ہی سمجھ کر وہ گولیوں کی بو چھاڑ کر رہے تھے۔۔

یہ لوگ کون ہیں۔۔؟" وہ ڈر و خوف سے پسینہ پسینہ ہوتے ہوئے لڑکھڑاتی سرگوشی نما " آواز میں اس سے پوچھتی اس کے بازوؤں کو اپنے دوسرے ہاتھوں سے بھینچ لیا تھا۔۔

عون اندھیرے خوفناک جنگل میں اسے لے جا کر ایک سیف جگہ پر بیٹھاتے ہوئے اس کے ڈر و خوف کو سمجھتے اس کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔۔

یہ جو بھی لوگ ہوں، بس آپ کو ڈرنا نہیں ہے سردار نی سائیں۔ جب تک سردار عون "

عباس جعفری کی ایک بھی سانس باقی رہے گی آپ کو ایک کھرونچ بھی نہیں آسکتی

ہے۔۔!!" وہ اپنے ہاتھوں کو اس سے نرمی سے چھڑاتے ہوئے چاند کی روشنی سے چمکتے

اس پر نور چہرے پر ڈالی تھی۔۔

آپ یہیں رہے جب تک کہ میں واپس ناں آجاؤں۔۔!!" وہ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں " کے پیالے میں لیتے بہت شدت سے اپنے لب اس کی پیشانی پر رکھا تھا، کیا کچھ نہیں تھا اس لمس میں، شدت، محبت اور تحفظ کے احساس سے لبریز تھا۔۔

گولیوں کی آواز ابھی تک آرہی تھی لیکن وہ اپنی آنکھیں بند کیے اس شدت بھرے لمس کو محسوس کرتے ہوئے سب کچھ بھولی تھی۔۔

وہ اسے وہیں بیٹھا کر ریوالور نکالتے ہوئے آگے بڑھا تھا جب دور کھڑی اس کی گاڑی میں بلاسٹ ہوتے ہی آگ کی لپٹیں بلند ہوئیں تھیں۔۔

وہ بلاسٹ کی آواز پر آنکھیں کھولتے ہی اپنے سامنے عمن کو ڈھونڈنے لگی تھی لیکن وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دیا تھا۔۔ آگ کی لپٹیں بلند ہوتے دیکھ کر وہ چیختے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

نہیں۔۔! ایسا نہیں ہو سکتا، امی۔۔ بابا۔۔!!" وہ سسکتے ہوئے بے اختیار گھٹنوں کے بل " گری تھی، اسے آج وہ لمحہ یاد آیا تھا جب اس کے اپنے اسی آگ کی نظر ہو گئے تھے۔۔

وہ عوں کو ڈھونڈنے کے لئے آگے بڑھنا چاہتی تھی لیکن اس کے پیراٹھنے سے انکاری ہوئے تھے، سانسیں بے ترتیب ہوئی تھیں، وہ چلانا چاہتی تھی لیکن لفظ کہیں گم ہو گئے تھے۔۔

سردار عوں عباس جعفری اپنی ریوالور لئے آگے بڑھا تھا جب اسے محسوس ہوا کہ گولیوں کی آواز ایک طرف نہیں بلکہ دو طرفہ ہے، وہ حیران ہوا تھا کہ کون ایسا خیر خواہ ہے جو اس کی حفاظت کر رہا ہے۔۔

وہ دیکھنا چاہتا تھا لیکن اسے سردار نی سائیں کی حفاظت کے لئے پیچھے مڑنا پڑا تھا۔۔

وہ دوبارہ انہیں قدموں سے واپس آتے اپنی سردار نی سائیں کے قریب پہنچا تھا۔۔

سردار نی سائیں اٹھیں ہمیں یہاں سے نکلنا ہوگا۔۔!! "وہ اسے ساکت و جامد ایک جگہ " بیٹھے دیکھ کر اسے اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی۔۔

آ۔۔ آگ۔۔!! "وہ یہی ایک لفظ بولتے ہوئے ایک طرف کو لڑھکنے لگی تھی جب وہ " ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اسے اپنی حصار میں سمیٹ لیا تھا۔۔

سردارنی سائیں۔۔! آنکھیں کھولیں، کیا ہوا ہے آپ کو۔۔؟ میری طرف دیکھیں " دھڑکن سائیں، مجھے اس طرح پریشان تو نہیں کریں۔۔!! " وہ اسے ایک بازو میں سمیٹے دوسرے سے اس کے گال کو تھپتھپاتے ہوئے ہوش میں لانے کی کوشش کہ تھی لیکن وہ حوس و خرد سے بیگانہ ہوتے ہوئے اس کی آواز تک سننے سے قاصر تھی۔۔

وہ پیچھے مڑ کر ایک بار پھر جنگل کے اس حصے سے فائرنگ کی آواز پر متوجہ ہوتے ہوئے دل ہی دل میں اس خیر خواہ کا شکر یہ ادا کیا تھا۔۔

وہ بنادیر کیے اپنی زندگی کو باہوں میں سمیٹے جنگل کے دوسرے حصے میں پہنچ کر ڈھلان سے نیچے اترتے ایک چھوٹے سے گاؤں میں پہنچا تھا۔۔

رات کا بارہ بج رہا تھا، ہر کوئی محو خواب تھا۔۔ چہار سو خاموشی اور اندھیرے کا راج تھا۔۔ کسی کسی گھر سے پیلے بلب کی روشنی باہر آتے راہگیروں کو راستہ دکھا جاتی تھی۔۔

وہ اسے لئے ہی ایک گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا، چند پل بعد ایک بزرگ نے دروازہ کھول کر اندھیرے کے باعث لالٹین ہاتھوں میں لیے اس آنے والے کے چہرے پر کی تھی۔۔

بیٹا آپ کون۔۔؟" وہ اس کے ہاتھوں میں ایک اور وجود دیکھتے پریشانی سے پوچھ بیٹھے " تھے۔۔

ہم یہیں پاس کے گاؤں کے ہیں، ہماری گاڑی جنگل کے اس پار خراب ہو گئی ہے۔ یہ " میری بیوی ہیں۔ انہیں معلوم نہیں کیا ہوا ہے جو یہ بے حوش ہو گئیں ہیں، ہمیں اس وقت آپ کی مدد درکار ہے۔۔!!" وہ اپنا اصل ظاہر نہیں کر سکتا تھا اس لیے وہ عام سے لبوں لہجے میں کہتے ہوئے ان سے مدد طلب کی تھی۔۔

آئیں بیٹا، اندر آجائیں۔۔!!" وہ اسے اندر بلاتے ہوئے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا " دروازہ کھول کر وہ کھڑے تھے۔۔

عون ان کے پیچھے سے ہوتے ہوئے روم میں داخل ہوتے سنگل پلنگ پر اسے لٹایا تھا۔۔

یہ بہت ہی چھوٹا سا گھر تھا جس میں دو چھوٹے کمرے اور بیچ میں ایک دالان تھی۔ کمرے میں صرف ایک سنگل پلنگ تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا اسٹول تھا۔۔

بیٹا میں پانی لے کر آتا ہوں، پریشان نہ ہوں بچی کو ہوش آجائے گا۔۔!!" وہ اسے تسلی دے " کر باہر نکل گئے تھے۔۔

سردارنی سائیں کیا ہو گیا ہے آپ کو، پلیز آنکھیں کھول کر مجھ سے بات کریں۔!!" وہ "بے بسی سے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے دوبارہ اس پر جھکا تھا جب وہ پانی لے کر اندر داخل ہوئے تھے۔۔

بیٹا پانی کا چھینٹا ماریں، ہوش آجائیگا، میں ابھی آپ لوگ کے لئے کچھ کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔!!" وہ جگ سے پکڑاتے ہوئے باہر نکلنے لگے تھے۔۔

نہیں آپ پریشان نہ ہوں، آپ کا بہت شکریہ جو آپ نے ہماری مدد کی، ہم آپ کے اس احسان کو کبھی نہیں بھولیں گے۔!!" وہ عقیدت سے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے انہیں رخصت کر کے دروازہ بند کرتے ہوئے جگ سے پانی اپنے ہاتھوں میں لیتے اس کے چہرے پر چھینٹے مارے تھے۔۔

ایک دو کوشش کے بعد اس کی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی، وہ جگ رکھ کر اس کے قریب بیٹھتے اس کے گالوں کو نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے اسے محبت سے پکارا تھا۔۔

دھڑکن سائیں آنکھیں کھولیں، کیا ہوا ہے مجھ سے کہیں پلیز۔۔!! "وہ اس پر جھکا اس" کے گالوں کو نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے اب بے بسی سے منت پر اتر اٹھا، اپنی زندگی کو اس طرح ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ کر اس کا دل تڑپ اٹھا تھا۔۔

امی۔۔ بابا۔۔!! "اس کے ہونٹوں کی جنبش سے وہ ساکت ہوا تھا، اس کی پکار کی شدت" عون عباس جعفری کی دل کی دنیا ہلانے کو کافی تھی۔۔

دھڑکن سائیں آنکھیں کھولیں۔۔!! "وہ اس کے قریب جھکتے ہوئے اسے اپنے ایک" بازو میں سمیٹے تھوڑا سا اونچا کرتے دوسرے ہاتھ سے گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے اسے پانی پلانے میں کامیاب ہوتے گلاس اسٹول پر رکھتے اس کی طرف متوجہ ہوا تھا، جو بے تہا اشارہ رہی تھی۔۔

ان لوگوں نے امی بابا کو ماہم سے دور کر دیا، ماہم کو تنہا کر دیا۔۔ میں بالکل تنہا ہوں، کوئی" میرے ساتھ نہیں ہے۔ عون عباس جعفری تو بالکل بھی نہیں ہے۔۔!! "اس کی بے بسی اور ازیت سے کہے گئے یہ لفظ عون کے دل کے آر پار ہوئے تھے۔۔

سردار عون عباس جعفری ہمیشہ اپنی سردارنی سائیں کے ساتھ تھا، ساتھ ہے اور مرتے " دم تک ہمیشہ ساتھ رہے گا۔!! " وہ اس کے سرخ چہرے کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیے اس کے بہتے اشکوں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کیا تھا۔

وہ اس کے لفظوں پر کچھ پل کے لئے ساکت ہوئی تھی پھر حواسوں میں لوٹتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو اس کے خوب روچہرے پر پھیری تھیں، عون کو ایسا لگا جیسے وہ اسے محسوس کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

اس کی اس بے ساختہ حرکت پر عون عباس جعفری کا دل پاگل ہوا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے چہرے کے نقوش میں سختی در آئی تھی، وہ اس کا پل میں بدلتے تیور دیکھ کر حیران ہوا تھا۔

آپ میرے ساتھ ہیں۔؟ سردار عون عباس جعفری ماہم سکندر کے ساتھ ہے۔۔ " ہا ہا ہا۔!! " وہ لال سرخ چہرہ لیے گلابی آنکھوں سے اسے دیکھتی طنزیہ ہنسی ہنستی ہوئی اسے ساکت کر گئی تھی۔۔

کوئی میرے ساتھ نہیں ہے، کوئی بھی نہیں۔۔ بچپن سے انابی سے سنتی آئی تھی کہ ماہم " تم عون عباس جعفری کی امانت ہو، تم ماہم سکندر نہیں ماہم عون عباس جعفری ہو، بس میں بھی اس نام سے وفا کرتے ہوئے فنا ہو گئی۔۔ ایک بھی پل ایسا نہیں گزرا ہو گا جب میں نے آپ کا انتظار نہیں کیا ہو گا، ہر پل ہر لمحہ انتظار کیا لیکن آپ نہیں آئے۔۔!!" وہ اس کے جیکٹ کا کالر اپنے ہاتھوں میں دبوچتے ہوئے دھاڑا اٹھی تھی، اس کے لہجے کی تڑپ اور بے بسی نے عون کے دل کے ٹکڑے کیے تھے۔۔

آج ایک بار پھر وہ خاموش تماشائی بنا سے سن رہا تھا صرف اور صرف اس کے دل کا حال جاننے کے لئے۔۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک وہ اپنے دل کی بات زبان پر نہیں لاتی تب تک ان دونوں کے مابین تعلقات ٹھیک نہیں ہو سکتے ہیں۔۔

ماہم سکندر کسی کے لیے ضروری نہیں ہے، سردار عون عباس جعفری کے لئے تو بالکل " بھی نہیں۔۔ میں نے اپنی زندگی میں صرف محرومی ہی دیکھی ہے اور شاید ساری زندگی "!!" محرومیوں میں گزر جائے گی۔۔

وہ اس کے کالر کو چھوڑتے اس کے ہاتھوں پر سر جھکاتے بے بسی سے روتی اسے بھی تڑپنے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

وہ بے اختیار اس کے سر کو اٹھاتے ہوئے اپنے سامنے کیا تھا، وہ اس کے لال سرخ چہرہ کو دیکھتے ہوئے ساری ناراضگی پیش پشت ڈال کر آج اسے سمیٹنے کی ٹھان چکا تھا۔۔

آپ میرے دل کی دھڑکنوں میں دھڑکن بن کر تب سے دھڑکتیں ہیں دھڑکن سائیں " جب مجھے ان دھڑکنوں کی گنتی بھی نہیں معلوم تھی۔۔!! " وہ اس کا ہاتھ اپنے دل کے مقام پر رکھتے، اپنے گمبھیر لبوں لہجے میں کہتے اس کا بھی دل دھڑکا دیا تھا۔۔

وہ نجانے کتنے پل ان شور مچاتی دھڑکنوں کو محسوس کرتی رہی تھی لیکن پھر اس کے ہاتھ کے نیچے دبے اپنے ہاتھ کو نکالتے ہوئے رُخ موڑ گئی تھی۔۔

جھوٹ ہے، سب جھوٹ ہے۔ تب سے اب تک آپ نے مجھے ڈھونڈا کیوں نہیں۔۔؟ " جب ہم اور انابی جا رہے تھے تو آپ نے ہمیں جانے سے روکا کیوں نہیں۔۔!! " وہ شکوہ کرتی ہوئی سیدھا اس کے دل میں اُتری تھی۔۔

آج سے پہلے کب اس نے شکوہ کیا تھا۔۔؟ کبھی نہیں، وہ اپنی دھڑکن سائیں کا رخ اپنی طرف موڑتے اسے اپنے قریب ترین کیا تھا۔۔

بولیں ناں بولتے کیوں نہیں۔۔؟ "وہ بے بسی سے چیخنی تھی۔۔ عون عباس جعفری غور" سے اپنی دھڑکن سائیں کا چہرہ دیکھتے ہوئے اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر ہاتھ رکھا اور پھر بے اختیار جھک کر ان آنسوؤں سے لبریز آنکھوں پر اپنے عنابی لب رکھے شدت سے چوم لیا، جیسے ان آنسوؤں کو عزت بخشی گئی ہو۔۔

جانِ جاناں اس سب میں میری غلطی کہاں ہے۔ اگر اس وقت میری مانوبلی چھوٹی اور "نا سمجھ تھی تو میں بھی تو چھوٹا تھا۔۔!!" اتنا نرم انداز اور باتیں سننے کی دیر تھی جیسے، وہ عون عباس جعفری کے سینے پر سر رکھ کر دھاڑے مار کر رونے لگی تھی اور سردار عون

عباس جعفری نے اپنی زندگی کو اپنی باہوں میں بھینچ کر رونے دیا۔۔ جانتا تھا یہ ساری محرومیاں آج آنکھوں سے نکل جائے تو اچھا ہے۔۔

جب آپ پہلی بار میرے سامنے آئیں تھیں ناں سردارنی سائیں تبھی اس دل نے گواہی "دی تھی کہ یہ میری دھڑکن سائیں ہیں۔۔!!" وہ اسے خود میں بھینچے ہوئے ہی اس کے سر پر محبت سے لب رکھے تھے۔۔

آج اعتراف محبت کی رات تھی، جوان دونوں کے درمیان آکر بڑی خاموشی سے مسکاتی ٹھہر گئی تھی۔۔

میں آپ کو بہت یاد کرتی تھی۔۔!!" وہ اس کے گرد حصار باندھتے نم آواز میں پہلا شکوہ "کیا تھا۔۔

میں بھی۔۔!!" وہ اپنے گرد اس کے نرم نازک ہاتھوں کے حصار کو محسوس کرتے "دھیرے سے مسکرایا تھا۔۔

میں آپ سے ناراض بھی تھی۔۔!!" فوراً دوسرا شکوہ آیا تھا۔۔"

میں بھی۔۔!!" وہ ازیت سے آنکھیں مینچتے اسے جواب دیا تھا۔ وہ اس کے جواب پر " حیران ہوتے ہوئے اس کے سینے سے سر اٹھا کر اسے بغور دیکھا تھا۔۔

مجھ سے ناراض تھے۔۔؟" وہ اس کے خوب روچہ پر ہلکے پیلے بلب کی روشنی میں نظر ڈالی " تھی۔ وہ پر سوچ انداز میں اس کی انگلیوں کو ہلکا ہلکا سہلار ہا تھا۔۔

نہیں۔۔!!" ایک لفظی جواب آیا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔"

پھر۔۔!!" وہ اس کے جواب کی منتظر تھی۔۔"

خود سے۔۔!!" وہ ہونقوں کی طرح اب اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے دوبارہ لب کشائی کی " تھی۔۔

لیکن خود سے کیوں ناراض تھے۔۔؟" وہ اس کی آنکھوں میں نمی محسوس کر کے تڑپ " اٹھی تھی۔۔

www.novelsclubb.com

کیونکہ آپ کو ڈھونڈ جو نہیں پار ہا تھا، دل ناراض ہوا تھا مجھ سے، بہت شکوہ کرتا " تھا۔۔!!" وہ اپنے آنکھوں کی نمی اپنے اندر اتارتے شدت سے اسے خود میں بھینچتے ہوئے اپنے دل کو اس کے قریب ترین ہونے کا یقین دلا یا تھا۔۔

سردار عون عباس جعفری اپنی سردارنی سائیں کے بغیر ادھورا ہے۔!! "وہ اس کا چہرہ" اپنی نظروں کے سامنے کیے اس کی آنکھوں میں آنکھ ڈالے اظہار کیا تھا۔

اس اظہار میں چھپی محبت اور تحفظ محسوس کرتے ماہم دل سے بے اختیار مسکرائی تھی۔ اس کے مسکرانے سے اس کا ڈمپل پہلی بار اپنا چھب دکھلا کر مقابل کو زیر کیا تھا۔

آہ۔! میں کس کس چیز سے محروم تھا۔!! "وہ بے اختیار ان ننھے گڈھوں پر جھکا" تھا۔

ماہم اس کے والہانہ محبت پر شرماتے ہوئے اسی کے سینے میں منہ چھپایا تھا۔

چند پل بعد وہ اس سے زراسادور ہوئی تھی جب وہ ہاتھ بڑھا کر پھر خود سے قریب ترین کیا تھا۔ یہ اشارہ تھا کہ اب مجھ سے دور نہیں جانا۔

یہ ہم کہاں ہیں۔۔؟ "وہ دوبارہ اس کے کندھے پر سر رکھتے اس کا زہن بٹانے کہ کوشش" کی تھی۔۔

یہ ہمارے ہی علاقے کا ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔!! "وہ پلنگ پر لیٹتے ہوئے اس کے" لئے اپنا بازو پھیلا یا تھا۔ وہ جھجکتے ہوئے اس کے بازو پر سر رکھ کر سکون محسوس

کرتے ہوئے آنکھیں بند کر گئی تھی، اس وقت سو جانے میں ہی اسے عافیت نظر آئی تھی۔۔

عون اپنی دھڑکن سائیں کو خود میں بھینچے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ہوئے اسے سلانے کی کوشش کی تھی۔۔

وہ اس من موہنے چہرے پر اپنی نظریں مرکوز کیے اسے اپنے قریب ترین ہونے کا یقین کرتے ہوئے بے اختیار مسکرایا تھا اور پھر اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا جس نے اس کے سکون کو اس کے قریب پہنچا دیا تھا۔۔

وہ دوپہر سے اس روم میں بند تھا، وہ اس کے ساتھ بیٹھ کر لاکھ اپنے دل کو بہلانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہاں ہر طرف بس اسے خاموشی ہی محسوس ہو رہی تھی۔۔

زہن ماعوف تھا اور دل تو جیسے پتھر کا ہو گیا تھا۔ ان آٹھ سالوں کا درد خود پر جھیلنے ہوئے وہ خود اب ایک پتھر بننے والا تھا اور اس پتھر سے خود کو پاش پاش کرنے کو اس کی جانِ جاناں

تیار تھی۔ وہ پاگل تو نہیں تھا اسے سب سمجھ آ رہا تھا۔ اس کا اپنے کہے سے پیچھے ہٹنا، اس کے لئے اپنے لالہ سے بات نہ کرنا۔

کیا یہ سب وہ اس کے لئے کر رہی ہے۔۔؟ وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

وہ اس نیم اندھیرے کمرے میں فرش پر بیٹھا خود کو دل دل میں دھنستا محسوس کر رہا تھا۔

اس نفرت اور دشمنی کی آگ میں خود کو جلا کر میں خاکستر ہو رہا ہوں، لیکن میں تمہیں "

اس کی بھینٹ کبھی نہیں چڑھنے دوں گا۔۔!!" وہ اپنے آنسوؤں سے ترچہرے کو اپنے

مضبوط ہاتھوں سے صاف کرتے ہوئے اپنے بالوں کو زور سے مٹھیوں میں جکڑا تھا۔

وہ نجانے کب تک اسی طرح بیٹھا رہتا جب دروازہ پر مسلسل دستک کے ساتھ کسی نسوانی

وجود کے رونے کی آواز سنتے فوراً زہن میں جھماکا ہوا تھا۔

روئی روئی بلو آنکھوں کے ساتھ شکوہ کرتی نظریں اور خون سے رنگے پیر یاد آتے ہی وہ فوراً

دروازہ پر پہنچ کر دروازہ کھول دیا تھا۔

سامنے اسے کوئی بھی دیکھائی نہیں دیا تھا لیکن سسکنے کی آواز ابھی بھی آرہی تھی۔ وہ

دروازہ سے ایک قدم باہر نکلتے دروازہ کے داہنے طرف دیکھتے ساکت ہوا تھا۔

وہ اپنے ایک پیر کو موڑے دوسرے کو سیدھے پھیلا کر بے تہا اشارہ ہی تھی، اس کی نظر جب اس کے پیروں پر پڑی، جو پیروں پر لگی پٹی کو خون سے رنگے ہوئے دیکھ کر وہ بے قرار ہوا تھا۔

ہنی یہ کیسے ہوا۔۔؟ "وہ جھک کر فوراً اس کے قریب بیٹھتے استفسار کیا تھا۔"

اسے اس طرح سے دیکھ کر دل بے اختیار شدت سے رویا تھا۔

آپ کو اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے، آپ پانچ گھنٹوں سے مجھے تنہا چھوڑ کر یہاں کس کے بھروسے پر تھے۔۔؟ ہاں بولیں ناں۔۔ کہہ دیں شانزل زاویار کی پر یہاں شانزل آپ کے لئے بھی بوجھ ثابت ہوئی ہے۔۔!! "وہ ان خوبصورت آنکھوں کا رو کر حشر بگاڑتے ہوئے اسے تکلیف سے دوچار کر گئی تھی۔"

وہ اس کے کہے لفظوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے اپنے روم میں لا کر بیڈ پر بیٹھا یا تھا۔ فرسٹ ایڈکٹ اس کے قریب لئے وہ اب اس کی بینڈیز دوبارہ کر رہا تھا اور وہ سسکتے ہوئے اس کو بغور دیکھ رہی تھی۔

بکھرے بال، بڑھی ہوئی شیو، روئی روئی بے تہاشا سرخ آنکھیں، سو جے پوٹے، بھینچے ہوئے لب، بکھرا حولیہ وہ کہی سے بھی کچھ دن پہلے والا شانزل زاویار لگا ہی نہیں تھا۔ اسے ایسے دیکھ کر اس کا دل بے اختیار رویا تھا۔

وہ اسے دیکھ ہی رہی تھی جب وہ بھی نظریں اٹھا گیا تھا دونوں کی نظریں آپس میں ملی تھی، وہ فوراً اپنا رخ پھیر گئی تھی۔

کھانا کھا لیا تم نے۔۔؟" وہ واثر و م سے ہاتھ دھو کر واپس آتے پوچھا تھا، آج وہ اپنی اس " کوتاہی پر دل سے شر مسار تھا۔

نہیں۔۔! آپ کے ساتھ کھاؤں گی۔۔!!" وہ اپنی بھیگی پلکیں اٹھا کر اس کی " آنکھوں میں دیکھا تھا۔

اگر میں نہ کھاؤں تو۔۔؟" وہ نجانے کیوں یہ کہہ گیا تھا۔

تو میں بھی نہیں کھاؤں گی۔۔!!" وہ ابھی تک سسک رہی تھی۔

وہ اس کے جواب پر مدھم سا مسکراتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ کر اپنی انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے اس کے گالوں کو سہلایا تھا۔

اس کی حرکت پر پر یہاں کا دل زوروں سے دھڑکا تھا۔

میرا دل خوش فہم ہو رہا ہے کہ کہیں پر یہاں شانزل کو شانزل زاویار سے شدید قسم کی " محبت تو نہیں ہو گئی ہے۔!!" وہ اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو نیچلے ہونٹوں کو بھینچے روکنے کی کوشش کرتے اسے زچ کیا تھا۔

نجانے کتنے ہی پل وہ اپنے دل کا حال جان لینے پر ساکت رہی تھی لیکن پھر خود کو سرزنش کرتے ہوئے اس کی بات کو نکارا تھا۔

جس دن پر یہاں شانزل کو شانزل زاویار سے شدید قسم کی محبت ہوئی اس دن۔!!" وہ " بے اختیار کچھ کہتے کہتے چپ ہوئی تھی۔

اس دن کیا۔!!" آگے بولو ہنی، میں یہ لفظ پورا سننا چاہتا ہوں۔۔ وہ اس پر بے ساختہ "

جھک کر اسے بولنے پر اکسایا تھا۔

ہنی مجھے بات یا کام بیچ میں چھوڑنے والے لوگ زہر سے بھی زیادہ برے لگتے " ہیں۔!!" وہ اسے باور کرواتے خود اٹھا تھا اور روم سے نکل کر باہر چلا گیا تھا۔

اور ساکت سی دروازہ پر نظریں مرکوز کیے سوچوں میں غرق ہوئی تھی۔

اتنا آسان تو نہیں ہے شانزل زاویار کہ نفرت کا ڈھنڈورا پیٹتے ہوئے اچانک محبت کا اظہار " کر دیا جائے۔۔ ابھی تو اس محبت کو بہت زلیل و خوار ہونا باقی ہے، کیونکہ اتنی آسانی سے محبت جھولی میں نہیں گرتی، بہت کچھ سہنا پڑتا ہے اور بہت کچھ چھوڑنا بھی پڑتا ہے تب جا کر یہ محبت اپنی چادر پھیلا کر اپنے آپ میں سمیٹتی ہے۔۔!! " وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

بیس منٹ بعد وہ روم میں ایک ٹرے لیے داخل ہوا تھا۔ ٹرے اس کے آگے رکھتے ہوئے وہ پاٹ میں پانی لے کر اس کا وہیں بیٹھے بیٹھے ہاتھ واش کروایا تھا۔۔

وہ اب ٹرے میں رکھی بریانی کو دیکھ کر اب اسے ہونقوں کی طرح دیکھ رہی تھی۔۔

اپنے چھوٹے سے زہن پر زیادہ زور ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے، میں اتنا سو گھڑ نہیں " ہوں جو بیس منٹ میں بریانی بنا لوں۔ یہ رضیہ بنا کر گئی تھی اسے گرم کر کے بس میں لایا ہوں۔۔!! " وہ اسے اپنی طرف دیکھتے پا کر فوراً اس کی سوچ پر پانی پھیرا تھا، وہ منہ بناتے ہوئے اب اس کے سامنے پلیٹ رکھنے لگی تھی۔۔

ہاں بھلا میں بھی سوچنے لگی تھی کہ کہاں بزنس ٹائیکون شانزل زاویار اور کہاں " بریانی۔۔!! " وہ اس کا نام لیتے ہاتھ نیچے کر گئی تھی اور بریانی کا نام لیتے ہاتھ اوپر کر گئی تھی۔۔ وہ اس کی تڑتڑ چلتی زبان پر عیش عیش کراٹھا تھا۔۔

چپ چاپ کھاؤ ورنہ ہڈی اٹک گئی تو میں ڈاکٹر کے پاس نہیں لے کر جاؤں گا۔۔!! " وہ " اس کی پلیٹ میں بریانی نکالتے ہوئے اسے ڈرایا تھا، انداز سنجیدہ ہی تھا۔۔

توبہ استغفار۔۔! ایک بریانی کھلانے کے بدلے آپ مجھے بددعا دے رہے ہیں۔۔!! " وہ " ڈرنے کے بجائے اپنے دونوں گالوں کو پیٹتے ہوئے اسے شرم دلانے کی کوشش کی تھی۔۔ وہ اس کی اس اد پر دل و جان سے فدا ہوا تھا۔۔

بالکل نہیں، اگر میں کسی کے لیے دعا نہیں کر سکتا تو بددعا تو ہر گز نہیں دوں گا کیونکہ " بددعا دینے والے کی طرف پلٹ آتی ہیں اور میری زندگی میں بددعا دینے والے کی کمی تھوڑی ہے۔۔!! " وہ پلیٹ میں چچ گھماتے ہوئے اپنے لفظوں سے اسے ساکت کیا تھا۔۔ کیا یہ آپ مجھے کہہ رہے ہیں۔۔؟ " وہ اپنا ہاتھ روکے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ " "

کیا تم نے کبھی مجھے بددعا دی ہے۔۔؟" وہ سوال کے بدلے میں سوال کر گیا تھا۔ نظریں " اس پر مرکوز کیے وہ اپنے یقین پر مہر لگنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔

وہ نفی میں سر ہلاتی اس کے یقین پر مہر لگاتی اسے مسکرائے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

وہ ڈنر کرنے کے بعد سونے کے لئے لیٹ گئی تھی لیکن آنکھوں پر ہاتھ رکھے اس کا انتظار بھی کر رہی تھی، وہ کچھ دیر بعد آکر بیڈ پر لیٹ کر لیمپ آف کیا تھا۔ وہ اس کے آنے پر پرسکون ہوئی تھی لیکن اس کے اضطرابی کیفیت میں ہلتے پیروں سے اس کی بے چینی محسوس کرتے خود بھی بے چین ہوئی تھی۔۔

دو گھنٹے تک مسلسل یہی سلسلہ جاری رہا تھا۔ وہ اچانک اٹھ کر بیٹھی تھی، وہ سو نہیں رہا تھا تو پر یہاں کیسے سو سکتی تھی۔۔

کیا ہوا۔۔؟ طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔۔؟" وہ اسے اس طرح اچانک بیٹھتے ہوئے دیکھ " کر پریشان ہوتا لیمپ آن کرتے اسے دیکھا تھا۔۔

وہ اسے سویا ہوا سمجھ رہا تھا، لیکن اس کی گلابی آنکھوں کے ڈوروں کو دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ سو نہیں سکی تھی۔۔

کچھ نہیں، میں ٹھیک ہوں۔ بس مجھے نیند نہیں لگ رہی ہے۔!! "وہ اپنی نظریں " جھکاتے جھوٹ بول رہی تھی۔۔

نیند نہیں لگ رہی یا پھر سونا نہیں چاہتی ہو۔!! "وہ اسے کھوجتی نظروں سے دیکھتے " ہوئے اس کے ہاتھوں کو پکڑتے کف فولڈ کیا تھا۔ وہ اس کے ہی ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھی کیونکہ اس کے پاس ابھی تک کوئی اور کپڑے جو نہیں تھے۔۔

اسے اپنی اس کوتاہی پر بھی شرمندگی ہوئی تھی، وہ اس کا خیال رکھنا چاہتا تھا لیکن شاید ٹھیک سے رکھ نہیں پارہا تھا۔۔

وہ اپنے بازوؤں پر اس کی انگلیوں کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے جھجک گئی تھی۔۔

اچھا کون سا میں لندن کی اس ویکٹورین گلی میں ہوں جہاں رات میں پریاں اترتی ہوں " اور میں ان پر یوں کے انتظار میں سو نہیں رہی۔!! "وہ غصے سے لال سرخ چہرہ لیے تڑک کر اسے جواب دیتی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔۔

منہ پھلانے کی ضرورت نہیں ہے بتاؤ کیا کرنا چاہتی ہو۔!! "وہ اس کے اترے ہوئے " چہرے کو دیکھ کر بیٹھ گیا تھا۔۔

لوڈو کھیلیں۔۔؟" وہ اشتیاق سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی، چہرہ خوشی سے چمک رہا " تھا۔۔

آہ۔۔! جو کام میں نے کبھی زندگی میں نہیں کیے، وہ مجھے اب کرنے پڑ رہے ہیں۔۔!!" " وہ بڑبڑایا تھا۔۔

لیکن یہاں لوڈو تو نہیں ہیں۔۔!!" وہ اندر سے خوش ہوا تھا لوڈو کے نہ ہونے پر۔۔"

اللہ۔۔ اللہ، اب ڈیجیٹل دور ہے، لوڈو موبائل میں کھیلیں گے۔۔!!" وہ اپنے سر پر افسوس سے ہاتھ مارتی اسے شرمندہ کرنے کہ کوشش کی تھی۔۔

وہ شرمندہ کیا ہوتا اس کی حرکت پر مسکراہٹ روکنے کے لئے اپنے نچلے لب کو دانتوں میں دبایا تھا۔۔

وہ دونوں اب لوڈو میں بڑی تھے۔ جب وہ لاسٹ گوٹ کو پٹے دیکھ کر چیخی تھی، وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دیتے ہوئے اسے چپ کروانے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا۔۔

آپ نے چیٹنگ کی ہے، مجھے نہیں کھیلنا آپ کے ساتھ۔۔ بھلا بتاؤ پر یہاں لوڈو میں ہار " جائے ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔۔!! " وہ اپنے دوسری دفعہ ہار جانے پر غصے سے لال سرخ چہرہ لیے اس سے دور کھسکی تھی۔۔

وہ اس کے ریکشن پر جاندار قہقہہ لگاتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔۔ وہ آج نجانے کتنے سالوں بعد دل سے خوش ہوتے قہقہہ لگا رہا تھا، آج وہ اس تنہائی سے نکلا تھا جو اسے ہمیشہ اذیت دیتے تھے۔ اس وقت وہ سب بھولا تھا یاد تو بس اتنا تھا کہ وہ اپنی ہنی کے قریب ہے۔۔

وہ ہاتھ کھینچنے پر سیدھے اس کے سینے سے لگی تھی، وہ نجل ہوتے ہوئے اس سے دور ہونے کے لئے اپنا ہاتھ چھڑا رہی تھی لیکن مقابل کی گرفت سخت تھی۔۔

آپ کو ہنسی کس بات پر آرہی ہے۔۔!! " وہ دانت پیستے ہوئے چہرہ اٹھا کر اسے گھورا تھا " جو ابھی تک ہنس رہا تھا۔۔

ہنی تم گیم میں ہارنے کے بعد سچ میں اتنا غصہ کرتی ہو، تم بھی مجھے ہر الو، میں تم سے " ہارنے کے لئے دل و جان سے تیار ہوں۔۔!!" وہ اپنی ہنسی پر قابو کیے سنجیدگی سے گمبھیر آواز میں مخاطب ہوا تھا۔۔

وہ اس کی کمر میں بازوؤں جھانک لئے لیٹ کر کروٹ لیتے اس کا سر تکیہ پر رکھا تھا۔ وہ اس کی حرکت پر ساکت ہوتی صرف اسے ایک ٹک دیکھ رہی تھی، بولنے کی صلاحیت جیسے کسی نے صلب کر لی تھی۔۔

پھر کب مجھے ہر ار ہی ہو ہنی۔۔!!" صرف تھوڑے سے قریب ہونے پر ہی اس کی " بولتی بند ہوتے دیکھ وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔۔

ماتھے پر بکھرے بال، بڑھی ہوئی شیو میں بھی وہ بلا کا ہینڈ سم لگ رہا تھا، اس نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری تھی۔۔

وہ اس خوب روچہرے کو مسکراتے دیکھ کر فدا ہوئی تھی۔۔

وہ اسے محویت سے خود کو دیکھتے پا کر بے اختیار جھکا تھا اور اس کی جھیل جیسی آنکھوں پر اپنے دہکتے عنابی لب باری باری رکھتے اسے سمٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

وہ اب اس کی شیو کی چھن اپنے گالوں پر محسوس کرتے سٹٹا گئی تھی۔۔

شان مجھے بھوک لگی ہے۔۔!!" وہ جلد بازی میں یہی کہتے ہرکلائی تھی۔۔"

وہ چند پل گردن اٹھا کر اسے دیکھتے ہوئے اٹھ بیٹھا تھا۔ اس کی معصومیت پر ایک بار پھر وہ مسکرایا تھا۔۔

چلو۔۔!!" وہ چیل پہنتے ہوئے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا جب وہ بے اختیار اپنے " دونوں بازو پھیلا چکی تھی۔۔

وہ اس کے پھیلے بازوؤں کو دیکھ کر جھکتے ہوئے اسے خود میں سمیٹ کر اٹھاتے سیڑھیاں اترتے نیچے کچن میں لا کر سلیب پر بیٹھایا تھا۔۔

کیا کھاؤ گی۔۔؟ جو بھی بتانا سوچ کر بتانا کیونکہ رات کے دو بجے باہر سے کچھ نہیں ملے گا" اور مجھے کچھ بھی بنانا نہیں آتا ہے۔۔!!" وہ سیدھے ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے اسے بتا رہا تھا کہ اسے کچھ نہیں آتا ہے۔۔

یا اللہ اتنا نکما شوہر ہی میرے پلے پڑنا تھا۔۔!!" وہ سر پر ہاتھ مارتے بڑبڑاتے ہوئے اسے " دیکھ رہی تھی جو اب فرج میں سر دیے نجانے کیا ڈھونڈ رہا تھا۔۔

اب یہ نکما شوہر دیکھو تمہیں دنیا کی سب بہترین ڈش بنا کر کھلاتا ہے۔!! "وہ اسے"
جواب دیتے چیز نکال کر برز تک آیا تھا۔

رات دو بجے وہ اپرن پہنتے یوٹیوب سے ویڈیو دیکھتے ایک گھنٹے میں اس کے آگے پلیٹ رکھی
تھی۔۔

وہ اپنے سامنے چیز پاستا دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔۔

کھاؤ اور بتاؤ کہ تمہارے نئے شوہر نے کیسا بنایا ہے۔۔؟ "وہ چیچ اس کی طرف بڑھاتے"
ہوئے کھلایا تھا۔۔

واؤ یہ تو سچ میں بہت اچھا بنا ہے۔۔!! "وہ بے اختیار خوش ہوتے چیچ اس کی طرف بڑھا"
گئی تھی، وہ بھی ایک لقمہ لیتے ہوئے خود کو سراہتے اس کے خوشی سے دکتے چہرے کو دیکھ
کر قہقہہ لگایا تھا۔۔

دس منٹ بعد وہ کھا کر پھر سے اس کے ساتھ روم میں آئی تھی۔۔

وہ لیمپ آف کرتے اسے اپنے بازوؤں میں لیے آنکھیں موند گیا تھا، اسے سوتے ہوئے دیکھ
کر وہ بھی مسکراتی ہوئی آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔

آخر مجھے یہ سمجھ نہیں آرہا ہے کہ میرا ہر داؤ خالی کیسے چلا جاتا ہے اور تم سب حرام کا " کھاتے ہو بس، کام تو ایک پیسے کا بھی نہیں کرتے ہو۔!! "عبدال خالق سامنے کھڑے اپنے آدمیوں پر چلایا تھا۔

مزل تم نے بھی مجھے اب تک مایوس ہی کیا ہے، ایک بھی کام تم نے پورا نہیں کیا۔!! "اب وہ سامنے کھڑے مزل پر چیخا تھا۔

سائیں معاف کر دیں، آگے سے غلطی کی گنجائش نہیں ہوگی۔!! "وہ نظریں فرش پر "مر کو زکیے معافی مانگ رہا تھا۔

ہونی بھی نہیں چاہیے۔ آخر اس لڑکی کا کوئی پتہ کیوں نہیں لگا پارہے، اسے اس ہاسٹل کی " زمین کھاگئی جو وہ بھی تم سب کے ہاتھ نہیں لگی۔؟ اور اتنے سارے آدمی اس ایک تنہا

بندے کو قابو نہیں کر پائے۔۔ ایک ہفتہ، بس ایک ہفتہ ہے تمہارے پاس میرے سامنے
پیش کرو اس سردار کی بیوی کو، چودہ سال سے صبر کر رہا ہوں لیکن بس اب اور نہیں۔۔
اور معلوم کرو اسے کہ وہ سچ میں زندہ ہے یا نہیں۔۔!!" وہ منزل پر دھاڑتے ہوئے حویلی
کے اندر چلا گیا تھا۔۔

منزل اب اپنا ہر حربہ استعمال کر کے دیکھنا چاہتا تھا کیونکہ اسے کسی بھی حالت میں اپنے
مالک کو خوش کرنا تھا۔۔

صبح سورج کی سنہری کرنیں کھڑکی سے اندر آتی ان کے چہرے پر پڑتی انہیں آنکھیں
کھولنے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

وہ کسماتے آنکھیں کھولتے ہوئے خود کو کسی کے حصار میں محسوس کرتے نظر اوپر اٹھائی تھی۔ بے اختیار رات کا ایک ایک منظر اس کی نظروں کے سامنے گھومتا سے مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

وہ ایک ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھے دوسرے سے اس کی کمر کے گرد حصار کیے اسے خود میں بھینچے سو رہا تھا۔

وہ بے اختیار مسکراتے ہوئے اپنے قریب ترین اس کا خوب روچہرہ دیکھ کر اس رب کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے اسے سر خر و کر دیا تھا۔

میرے کیوٹ سردار سائیں۔۔!! "وہ کہنی کے بل تھوڑی سی اونچی ہوتی اس کی کھڑی" خوبصورت ناک کو اپنی انگلیوں کے پوروں سے چھوتی ہوئی زور سے ہنستے ہوئے کسی کا دل بے اختیار دھڑکا گئی تھی۔

وہ اب اپنی کمر سے اس کے بازو ہٹانے کی کوشش کی تھی جو اسے پہلے زیادہ مضبوط لگا تھا۔ وہ حیران ہوتی اس کا چہرہ بغور دیکھ رہی تھی جو اسے اب مسکراتا سا لگا تھا۔

چیڑ سردار سائیں۔۔!! "وہ اس کے سینے پر زور سے مکاریتے چیخنی تھی، وہ اپنی تھوڑی " دیر پہلے والی حرکت پر اب شر مندہ ہوئی تھی۔۔

ہاہاہاہا۔۔! گڈ مارنگ میری دھڑکن سائیں۔۔!! "وہ بے اختیار قہقہہ لگاتے آنکھیں " کھولتے تھوڑا سا اونچا ہوتے اس کے گالوں پر اپنا لمس چھوڑا تھا۔۔

وہ اس کی حرکت پر لال سرخ ہوتے چہرہ اس کے بازوؤں میں چھپایا تھا۔۔

آپ جاگ رہے تھے تو یہ سونے کا ڈرامہ کیوں کیا۔۔؟ "وہ اس کے کمر سے جیکٹ اپنی " مٹھیوں میں بھینچے اس کے سینے میں سر دیے شر مندہ ہو رہی تھی۔۔

کیونکہ میں صبح صبح اپنی سردارنی سائیں کی طرف سے گڈ مارنگ وش کا انتظار کر رہا تھا، " لیکن میری ایسی قسمت کہاں۔۔!! "وہ اس کے گرد حصار کیے مسکراہٹ دباتے اسے دیکھنے کی کوشش کی تھی جو اس کے سینے سے سراٹھانے کو تیار نہیں تھی۔۔

میری طرف دیکھیں دھڑکن سائیں۔۔!! "وہ اس کے چہرے کو اپنے سینے سے اٹھاتے " ہوئے اس کے سنہرے چہرے پر گلابیاں چھلکاتے رخصار کو دیکھتے مبہوت ہوا تھا۔۔

آج میری زندگی کی سب سے خوبصورت صبح ہے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسی طرح " شاد و آباد رکھے۔۔ آمین۔۔!!" وہ اس کے دعا مانگنے پر دل ہی دل میں آمین کہہ گئی تھی۔۔

سامنے لگی گھڑی پر نظر ڈالی تھی جو صبح کے سات بج رہی تھی، وہ اسے بھی اٹھنے کا کہتے اپنے جوتے پہنتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھتی اپنے بالوں کو لپیٹتے جوڑے کی شکل دیتے ہوئے دوپٹہ اوڑھتے چادر اپنے گرد لپیٹتے ہوئے اپنی چپل ڈھونڈی تھی جو اسے کہیں بھی نہیں دکھائی دی تھی۔۔

کیوٹ سائیں میری چپل کہاں ہے۔۔؟" وہ پیر پلنگ سے نیچے لٹکا کر چپل ڈھونڈتے " اسے پکارا تھا۔۔

کیوٹ سائیں ساؤنڈ نائس۔۔!!" وہ زیر لب بڑبڑایا تھا۔

وہ پلٹ کر اسے دیکھتے ہوئے اس کے قریب فرش پر گھٹنوں کے بل جھکتے اپنے پیروں سے شوز نکالتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

دھڑکن سائیں آپ کی چپل جنگل میں ہی کہیں گر گئی تھی۔!! "وہ اپنے شوز اس کے" پیروں میں جھک کر ڈالتے ہوئے اسے ساکت کر گیا تھا۔

یہ کیسا خوبصورت اور خوب سیرت مرد تھا جو جھک کر اپنی محرم کے پیروں میں شوز پہناتے ہوئے اسے معتبر کر گیا تھا، یہ کیسا انداز تھا جو اس کے دل کو جکڑ گیا تھا۔

اکثر مرد اپنی بیوی کے سامنے جھکنا اپنی بے عزتی سمجھتے ہیں لیکن وہ اس بات سے انجان ہیں کہ وہ بے عزتی نہیں ہوتی بلکہ اپنی محرم کی نظروں میں ان کا مقام بہت بلند ہو جاتا ہے۔

چلیں۔!! "وہ بنا شوز پہنے کھڑے ہوتے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے" کمرے سے نکل کر باہر سہن میں آیا تھا۔

وہ اپنی نظریں اس کے گلابی پیروں پر مرکوز کیے دیکھ رہی تھی جو مٹی کے کچے سہن میں ننگے پاؤں بڑے آرام سے چل رہا تھا۔

بابا اب ہم نکلتے ہیں۔!! "وہ ان بزرگ کے سامنے جھک کر رخصت ہونا چاہ رہا تھا۔"

ناشتہ کر کے جائیں، رات ہم نے آپ کو پہچانا نہیں تھا لیکن صبح فجر میں آپ کو دیکھتے ہم" حیران ہو گئے تھے، آپ کے قدم ہمارے گھر کی دہلیز پر پڑے یہ ہمارے لئے اعزاز کی

بات ہے۔۔!!" وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے دے دیتے ہوئے رخصت کرتے دروازہ تک آئے تھے۔۔

وہ ہاتھ تھامے ہی دہلیز پار کرتے ہوئے باہر نکلنے لگے تھے جب ماہم کو اپنی طرف دیکھتے پا کر مسکرایا تھا۔۔

میں صبح فجر میں ہی اٹھ گیا تھا، اس کے بعد گاؤں کے لوگوں سے ملاقات کی اور دین محمد کو کال کی تھی۔۔!!" وہ اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے بتا رہا تھا۔۔

سامنے دیکھیں دین محمد ہمارے انتظار میں ہے۔۔!!" وہ اس کو بتاتے ہوئے سامنے اشارہ کیا تھا جہاں دین محمد گارڈز کی گاڑیوں سمیت کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔۔

ان کے قریب پہنچتے ہی دین محمد فوراً عیون کے پاس آیا تھا۔ لال سرخ آنکھیں لیے جو اس کے رات بھر جاگنے کی چغلی کھا رہی تھیں۔۔

سردار سائیں آپ دونوں ٹھیک ہیں نا۔۔؟ کہیں چوٹ تو نہیں لگی۔۔؟ میں بہت ڈر گیا تھا، آپ کی گاڑی جنگل کے پاس جلی ہوئی ملی ہے۔۔!!" وہ حواس باختہ ساعون عباس جعفری کا ہاتھ پکڑے عقیدت سے پوچھ رہا تھا۔۔

ریلیکس دین محمد۔۔! ہم بالکل ٹھیک ہیں۔۔!!" وہ اس کے ہاتھ پکڑ کر اپنے کندھے سے لگا گیا تھا، وہ اس کے دل کا حال سمجھ سکتا تھا۔ جو دل سے محبت کرتے ہیں وہ اسی طرح ڈر جایا کرتے ہیں۔۔

وہ دین محمد کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے اسے تسلی دیتے پیچھے کیا تھا۔۔

چلیں سردار سائیں۔۔!!" وہ گاڑی کا دروازہ اس کے لئے کھول کر کھڑا کہہ رہا تھا جب " کہ سردار عمون عباس جعفری گاڑی کی بیک سیٹ کا دروازہ کھول کر سردار نی سائیں کو پہلے بیٹھاتے ہوئے خود بھی بیٹھ گیا تھا۔۔
وہ سب اب حویلی کی طرف گامزن تھے۔۔

رات دیر سے سونے کی وجہ سے اس کی آنکھ بھی دیر سے کھلی تھی، وہ آنکھیں مسلتے ہوئے اٹھ کر بیٹھتی اسے ڈھونڈ رہی تھی جو اسے تو کہیں نہیں دکھائی دیا لیکن بیڈ کی ایک سائیڈ پر

ایک بڑا سا شاپر اسے نظر آگیا، اٹھ کر کھسکتے ہوئے شاپر کے پاس جھکی تھی جہاں ایک چٹ پڑی تھی۔ وہ چٹ اٹھا کر اب اس پر نظر دوڑائی تھا۔

یہ تمہارے لئے کچھ ڈریسز ہیں، اب انہیں ہی پہننا اور میری ٹی شرٹ اور ٹراؤزر کی جان " چھوڑ دینا اور ہاں ناشتہ کر لینا کوئی نکھرے نہیں دکھانا، میں دس بجے آؤں گاتب تمہیں نیچے لاؤں گا، خود سے ابھی چلنے کی کوشش نہیں کرنا۔!!" وہ اس کی لکھے لفظوں پر نظر ڈال کر مسکرانے لگی تھی۔

نہ کوئی گڈ مارنگ، نہ کوئی وش۔۔ لگتا ہے ابھی سب کچھ سکھانا ہوگا مسٹر شانزل زاویار " کو۔۔!!" وہ لب دباتے مسکراہٹ روکتے ہوئے شاپر میں سے ڈریسز نکال کر دیکھنے لگی۔

چار ڈریسز تھے جو کہ الگ الگ فیبرک کے اور الگ ہی ڈیزائن کے تھے۔ اسے چاروں ڈریس ہی بہت پیارے لگے تھے۔

میں کیسے واشر و م تک جاؤں۔۔!!" وہ سوچ میں پڑی تھی کیونکہ اب تک دو دن سے وہ " اس کا بہت خیال رکھتے آیا تھا اور آج صبح ہی صبح غائب تھا۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے گھڑی پر نظر ڈالی تھی جو دس بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔۔

وہ مسکراتے ہوئے اپنے پیروں کو نیچے لٹکا کر گنتی گننا شروع ہو گئی تھی۔۔

ون۔۔ ٹو۔۔ تھری۔۔ فور۔۔!!" وہ اگلا نمبر لیتی کہ تبھی دروازے پر کلک کی آواز کے " ساتھ ہی وہ کھلا تھا اور اس کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔۔

وہ اسے دیکھتے ہوئے اپنی مسکراہٹ چھپانے لگی تھی، وہ قریب آتے اس سے بنا کچھ پوچھے اپنے بازوؤں میں بھرے واشر و م کا رخ کیا تھا۔۔

پندرہ منٹ بعد وہ اس کے ساتھ نیچے ڈائننگ ٹیبل پر موجود ناشتہ کرنے میں لگن تھی۔۔

وہ میروں سندھی کڑھائی کا سوٹ پہنے دوپٹہ سر پر لیے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ بھی بلیک تھری پیس سوٹ میں بے حد وجیہ لگ رہا تھا۔۔

ابھی انہوں نے تھوڑا سا ہی کھایا ہو گا کہ شاداب اندر داخل ہوتے اس کے پاس آیا تھا۔۔

کیا ہوا شاداب۔۔؟" وہ اسے دیکھ کر مخاطب ہوا تھا۔۔"

سر صوفیہ میڈم آئیں ہیں وہ بس یہیں پہنچتی ہی ہوں گی۔!! "وہ مدہم آواز میں اس" کے پاس جھک کر بتا رہا تھا۔

اوہ شٹ۔!! "وہ اپنی مٹھی بھینچ گیا تھا۔"

پر یہاں اس کے سامنے ایک لفظ بھی نہیں بولنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔!! "وہ" سختی سے اس تنبیہ کرتے اب دروازہ کی سمت دیکھ رہا تھا جہاں سے ایک بے حد ماڈرن سی لڑکی اندر داخل ہو رہی تھی۔ وہ اپنا ادھورا ناشتہ چھوڑ کر اس کے استقبال میں کھڑا ہوا تھا۔

وہ غصے سے لال سرخ چہرہ لیے ہیل کی ٹک ٹک کی آواز سنتی اسے ایک لڑکی کے لئے اٹھ کر کھڑے ہوتے دیکھ رہی تھی۔

کبھی میرے لئے تو نہیں اٹھ کر کھڑے ہوئے۔!! "وہ اس سے نظروں سے شکوہ کر" گئی تھی جسے وہ نظر انداز کرتے ہوئے اب الٹرا ماڈرن لڑکی سے مل کر اسے بھی ناشتہ کی دعوت دے رہا تھا۔

میں دو بئی سے بس ابھی آئی ہوں اور دیکھو سب سے پہلے میں تم سے ملنے چلی " آئی۔۔!! " وہ اب ایک ادا سے اپنے بالوں کو جھٹکتے ہوئے اس کے پاس ہی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔۔

پر یہاں غصہ سے اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں، سامنے رکھے پلیٹ سے اب اس کا دل اچاٹ ہوا تھا۔۔

شانزل یہ لڑکی کون ہے۔۔؟ " وہ اب اس پر نظر رکھے شانزل سے مخاطب ہوئی تھی۔۔ " یہ ڈاکٹر ظفر کی بہن ہے، وہ کسی کورس کے سلسلے میں گیا ہے اس لیے یہ یہیں رکی " ہے۔۔!! " وہ اس کے پلیٹ میں آلیٹ ڈالتے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا تھا۔۔

پر یہاں اس کے جھوٹ پر ہونقوں کی طرح منہ کھولے اسے چند پل دیکھتی رہی تھی پھر وہ پرسکون ہوتے عجیب انداز میں مسکرائی تھی۔۔

اتنی اہمیت اس میک اپ والی چڑیل کی، ابھی اس کا سارا میک اپ اتارتی ہوں۔۔!! " وہ " دل ہی دل میں بڑ بڑاتے ہوئے اپنے چائے سے بھرے مگ کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔۔

چند سیکنڈ کا کھیل تھا، چائے کا مگ اس کے ہاتھوں سے پھسلتا ٹیبل پر گرا تھا، وہ دونوں جب تک کچھ سمجھتے چائے صوفیہ کے پیروں پر گرتی اسے جلا گئی تھی۔۔
وہ اچانک چیختے ہوئے اٹھ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

جاہل لڑکی یہ کیا حرکت تھی، تم نے میرا پیر جلا دیا۔۔!! "وہ خونخوار نظروں سے اسے " گھورتی چیخ چلا رہی تھی۔۔

رضیہ برنال لے آئیں۔۔!! "وہ سامنے کھڑی رضیہ سے کہتا اب سرد انداز میں پر یہاں " سے مخاطب ہوا تھا۔۔

معافی مانگو، میں کہہ رہا ہوں کہ معافی مانگو ابھی۔۔!! "وہ اس کے قریب جھکتے غرایا تھا، " اس کے انداز پر پر یہاں کا دل خوف زدہ ہوا تھا، آنکھوں میں آنسو بھرے وہ نفی میں سر ہلا گئی تھی۔۔
www.novelsclubb.com

معافی مانگو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔!! "وہ اب اس کا بازو زور سے دبوچتے " ہوئے دھاڑا تھا۔ رضیہ بھی اس کا یہ انداز دیکھ کر ششدر ہوئی تھی۔۔

سوری۔۔!!" وہ اپنے بازؤں پر بڑھتے دباؤ سے معافی مانگ کر آنکھوں میں آنسو لیے " اسے بے یقینی سے دیکھتی ہوئی اس کے ہاتھوں کو جھٹکتی نیچے ہی ایک روم میں لڑکھڑاتے قدموں سے غائب ہوئی تھی۔۔

شانزل اس کے پٹی زدہ پیروں پر نظریں مرکوز کیے اپنے اشتعال کو دباتے مٹھی کو بھینچ گیا تھا۔۔

رضیہ صوفیہ کے پیروں پر برنال لگاتے اپنے دھوپ چھاؤں جیسے مالک کو دیکھا تھا۔۔

یہ جاہل لڑکی کب تک تمہارے گھر رہے گی شانزل، اسی ہفتے تک دفاع کرو"

اسے۔۔!!" وہ بھی اس کے ساتھ اٹھ کر کھڑی ہوتی نفرت آمیز نظروں سے اسی

دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے پر یہاں غائب ہوئی تھی۔۔

وہ بنا کچھ بولے اسے لئے باہر چلا گیا تھا لیکن دل کہیں اندر ہی اٹک کر رہ گیا تھا۔ اس کی شکوہ

سے پُر آنکھیں یاد آتے ہی وہ تکلیف سے اپنی مٹھیوں کو سختی سے بھینچ گیا تھا۔۔

وہ روتی ہوئی روم میں داخل ہوتے بیڈ پر اوندھے منہ گری تھی۔ دل آج اس کی دھتکار پر اداسی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

کیوں، کیوں ہمیشہ ہی میرے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں۔۔؟ وہ چڑیل آپ کی زندگی میں مجھ سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے، پھر میں آپ کی زندگی میں کس مقام پر ہوں۔۔!!" وہ دل ہی دل میں اس سے شکوہ کر رہی تھی۔ آنکھوں سے اشک بہتے تکیہ میں جذب ہو رہے تھے۔۔

رضیہ ٹرے لیے روم میں داخل ہو کر ٹیبل پر رکھتے اس کے پاس آئی تھی۔۔

میم آپ نے ناشتہ نہیں کیا تھا، یہ سر نے بھجوا یا ہے۔۔!!" وہ اس کے قریب پہنچ کر اپنے سر کا پیغام دیتے ہوئے اپنی مالکن کو دیکھا تھا۔۔

اپنے سر سے کہیں رضیہ کہ یہ ناشتہ صوفیہ میڈم کو کھلا دیں۔۔!!" وہ غصے سے اپنی ہاتھوں کی پشت پر ہوتی جلن کو نظر انداز کرتے ہوئے روتے روتے سو گئی تھی۔۔

رضیہ فون کر کے شانزل کو اس کے ناشتہ نہ کرنے کا بتا دیا تھا۔ وہ پریشان ہوا تھا لیکن صوفیہ نے اس کی جان دو بجے تک چھوڑی تھی، وہ اسے الگ الگ شاپنگ مال میں گھماتی رہی تھی۔۔ اس لیے وہ اب زاویار منشن پہنچا تھا۔۔

رضیہ لنچ کے لئے ہم ٹیبل پر آرہے ہیں، آپ سب سیٹ کریں۔۔!! "وہ رضیہ سے کہتا" جس روم میں پر یہاں تھی اس روم میں داخل ہوا تھا۔۔

پر یہاں بیڈ پر سوئی ہوئی تھی۔ وہ اس کے قریب جا کر بیٹھا تھا، نظریں اس پر پیکر کے چہرے کا بے تابی سے طواف کر رہی تھیں۔۔

وہ ایک ہاتھ تکیہ پر دوسرا ہاتھ پیٹ پر رکھے سو گئی تھی، چہرے پر آنسوؤں کے نشان تھے، زیادہ رونے کی وجہ سے چہرہ اور ناک لال سرخ سو جا ہوا تھا۔۔

اس کی نظر پیٹ پر رکھے اس کے ہاتھ پر پڑی تو وہ اس کی ہاتھ کی پشت کو لال سرخ دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔۔

وہ فوراً دو الے کر اس کے پاس بیٹھتے نرمی سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے جھک کر پھونک مارتے نرمی سے دو الگائی تھی۔۔

پاگل لڑکی اس کا ہاتھ جلاتے خود کا بھی ہاتھ جلا بیٹھی تھی۔!! "وہ بڑبڑایا تھا۔"

وہ اتنی گہری نیند سوتی تھی کہ کوئی سر پر ڈھول بھی بجا رہا ہو تو بھی اس کی نیند میں کوئی خلل نہیں پیدا ہو سکتا تھا۔

وہ دلچسپی سے اسے دیکھ کر مسکرایا تھا، جانتا تھا کہ وہ اٹھنے کے ساتھ ہی اس سے دوسری جنگ عظیم چھیڑے گی، پھر بھی اسے جگانا تو تھا۔

ہنی۔۔ ہنی اٹھو۔!! "وہ اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے اسے اٹھا رہا تھا، اور آج پہلی بار وہ ایک بار کے اٹھانے پر ہی بنا چوں چرا کیے آنکھیں کھول کر بنا اسے دیکھے اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔"

وہ اپنے ہاتھوں پر لگی دوادیکھ کر آگ بگولہ ہوئی تھی، لیکن منہ سے کچھ نہیں بولی تھی۔

اتنی مہربانی کی کیا ضرورت تھی۔۔؟ "وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوئی تھی لیکن"

منہ سے کچھ نہیں بولی۔

وہ اس کی چپی پر حیران ہوا تھا، اتنی سنجیدہ تو اسے وہ پہلے دن بھی نہیں نظر آئی تھی۔

وہ فرش پر پیر رکھتے ہوئے اٹھی تھی جب وہ جلدی سے اس کا بازو پکڑ لیا تھا۔ وہ بنا اس کی طرف دیکھے اپنے بازوں کو اس کی گرفت سے آزاد کراتے دھیمے قدموں سے واشروم میں چلی گئی تھی۔۔

شانزل اپنے خالی ہاتھوں کو گھورتے ہوئے اس کا رویہ جانچ رہا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ یہ اس کے رویے کا بہت چھوٹا سا بدلہ تھا۔۔

پانچ منٹ بعد وہ وہاں سے نکل کر اس کے پاس سے گزرتے ہوئے نیچے کی طرف بڑھی تھی جب وہ ایک بار پھر اس کے قریب پہنچ کر اس کے پیروں کے خیال سے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جب وہ اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے ہوئے اس کو روک گئی تھی۔۔

لوگ سہی کہتے ہیں کہ اپنا بوجھ خود اٹھانا چاہیے اور یہ بات مجھے بہت اچھے سے سمجھ آگئی " ہے مسٹر شانزل زاویار، کیونکہ لوگ کا کیا ہے ایک دو دن سہارا دینے کے بعد وہ کسی بوجھ کی طرح اپنے کندھوں سے اتار پھینکتے ہیں۔۔!!" وہ سرد لبوں لہجے میں کہتے ہوئے اسے ساکت کرتے خود سیڑھیاں اترتے ہوئے ٹیبل کے پاس پہنچی تھی۔۔

مسٹر شانزل زاویار۔۔!! "وہ خود ہی اپنا نام بڑبڑایا تھا، حیرت تھی کہ ابھی بھی کم نہیں" ہو رہی تھی لیکن پھر سر جھٹکتے ہوئے وہ بھی ٹیبل پر پہنچتے سر براہی کر سی کھینچ کر بیٹھا تھا اور پر یہاں ٹھیک ٹیبل کے اس پار اس کے سامنے والی کر سی پر بیٹھی تھی۔۔

آج وہ اسے خود سے اتنے دور دیکھ کر مٹھیاں بھینچ گیا تھا لیکن وہ دوبارہ کوئی شدید رد عمل نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔

وہ اسے رغبت سے کھاتے دیکھ کر حیران ہوا تھا کہ روز تو نکھرے ہوتے تھے اور آج تو بہت سکون سے کھانے سے انصاف کر رہی تھی۔ وہ بھی زہر مار چند لقمے لے کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

وہ شخص بھی انا کا پرچم بلند کرتے ہوئے بنا اس سے کچھ کہے دوبارہ آفس چلا گیا تھا اور وہیں بیٹھی اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھی۔۔

وہ ناشتہ کرنے کے بعد بھی وہیں بیٹھی رہی تھی، رضیہ پلیٹ اٹھا کر کچن میں رکھنے لگی تھی جب وہ بھی اٹھ کر کچن میں داخل ہوئی تھی۔۔

میم کچھ چاہیے تھا تو آپ مجھ سے کہتیں۔۔!! "رضیہ اپنی مالکن کو اپنے پیچھے کھڑے دیکھ" کر پریشان ہو گئی تھی۔۔

رضیہ اگر آپ چاہتیں ہیں کہ میں اس زاویار منشن کا ایک بھی لقمہ اپنے منہ میں رکھوں تو " آپ مجھے یہ کچن کے کام کرنے دیں۔۔!! " وہ چہرے پر سنجیدگی لئے رضیہ کو حیران کرنے پر تلی ہوئی تھی۔۔

میم کوئی غلطی ہو گئی ہے۔۔؟ آپ ایسا کیوں کہہ رہی ہیں۔۔!! "رضیہ کی سمجھ سے" سب باہر تھا۔۔

غلطی مجھ سے ہوئی ہے تو ہر جانہ بھی میں ہی ادا کروں گی۔ آپ باقی سارے کام دیکھ لیں " بس کچن مجھ پر چھوڑ دیں اور ہاں کسی سے کچھ بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔!! " وہ رضیہ سے کہتی برتنوں کے پاس پہنچ کر اسے دھو کر رکھنے لگی تھی۔۔

رضیہ کو سمجھ تو کچھ بھی نہیں آ رہا تھا لیکن وہ اپنی مالکن کی بات کبھی ٹال نہیں سکتی تھی۔۔

وہ اسی وقت سے کچن کا سارا کام اپنے ذمہ لیتے سب کرنے کے بعد رات کا کھانا بھی خود ہی بنایا تھا۔۔

میم اس سے زیادہ میں آپ کو اس طرح کام کرتے نہیں دیکھ سکتی اب آپ جائیں باقی کا کام میں دیکھ لوں گی۔۔!!" وہ ہاتھ باندھے اب اسے روم میں بھیجنے پر آمادہ تھی۔۔

وہ مصروف سے انداز میں اپنے ہاتھ پونچھتے ہوئے اس کے قریب آ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

رضیہ کیا آپ میرا ایک چھوٹا سا کام کریں گی، اسے میری درخواست سمجھیں۔۔!!" وہ لاؤنج کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی نما آواز میں اس سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

میم آپ درخواست نہیں حکم کیجیے، آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔۔!!" وہ اپنے سر کو جھکائے اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔۔

پر یہاں اپنے گلے میں پہنی چین کونکالتے ہوئے دھیرے سے اس کے ہاتھوں میں پکڑایا تھا۔۔

کل آپ اسے بچ کر میرا کچھ سامان لاسکتی ہیں، میں آپ کو ابھی لسٹ دیتی ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ان پیسوں سے میرا سامان آسانی سے آسکتا ہے، بس دھیان رہے کہ یہ بات

کسی کو بھی معلوم نہیں ہو۔۔!!" وہ اس کے اثبات میں سر ہلانے پر اسے لسٹ دے کر خود روم میں غائب ہوئی تھی۔۔

رضیہ اس چین کو اپنی ہتھیلیوں میں لیے کتنے پل دیکھتی رہی تھی پھر ایک فیصلے پر پہنچتے پر سکون ہوئی تھی۔۔

وہ شانزل کے لائے کپڑوں کو الماری میں رکھ کر خود منہ ہاتھ دھو کر روم سے باہر آئی تھی جب اس کے پیر سیڑھیوں پر تھمے تھے۔ نظریں لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی صوفیہ پر پڑی جو سکون سے بیٹھی موبائل یوز کر رہی تھی۔۔

صوفیہ کی نظر اچانک سیڑھیوں پر پڑی تھی اور اسے دیکھتے ہی وہ نفرت سے مسکرائی تھی۔۔

سے یو۔۔! ادھر سنو۔۔!!" وہ اسے انگلی کے اشارے سے بلارہی تھی۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

جاؤ میرے لئے پانی لے کر آؤ۔۔!!" وہ اسے آرڈر دے کر دوبارہ موبائل میں گم ہوئی تھی۔۔

پر یہاں کتنے پل تک اس کے حکم پر شذر ہوئی تھی پھر زہر خند مسکراہٹ چہرے پر لیے کچن کی طرف بڑھی تھی جب رضیہ اسے پانی کا گلاس پکڑانے لگی تھی۔۔

تم سے کہا تھا پانی لانے کو۔۔، مممم، اپنے کام سے کام رکھو۔۔!!" وہ اس پر دھاڑتے " ہوئے کچن کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں سے پر یہاں پانی کا گلاس لیے اس کے قریب آ کر کھڑی ہوئی تھی۔۔

انسان کو اپنی اوقات نہیں بھولنا چاہیے۔ سنو شانزل کی طرف نظر اٹھا کر بھی مت دیکھنا " کیونکہ وہ صرف میرا ہے تم جیسی لڑکیاں اس کے پیروں کی دھول بھی نہیں ہیں۔۔!!" وہ گلاس پکڑ کر زور سے فرش پر پھینکتے ہوئے اسے اس کی اوقات بتا رہی تھی۔ رضیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس منسوس عورت کو نکال کر باہر پھینک دیتی۔۔

پر یہاں بنا کوئی تاثر دیے اپنے سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے وہاں سے جانے لگی تھی جب اس کی آواز پر دوبارہ رکی تھی۔۔

ویسے تم تو مجھے میڈلگ رہی ہوں، شانزل نے شاید مجھ سے مزاق کیا تھا۔!! "وہ اپنے" ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے ایک ادا سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

سہی کہہ رہی ہیں آپ، میں میڈ ہی ہوں۔ مسٹر شانزل زاویار نے مجھ سے بھی مزاق کیا تھا۔!! "وہ سنجیدگی سے کہتے ایک روم میں داخل ہو کر دروازہ لاک کیا تھا۔۔

آنسوؤں لڑیوں کی صورت میں بہتے ہوئے خود کو بے مول کر رہے تھے، وہ وہیں فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھتی چلی گئی تھی۔۔

وہ سب جیسے ہی حویلی پہنچے تو انابی، آغا جان اور حمزہ حویلی کے مین دروازہ پر ہی کھڑے ان کے انتظار میں تھے۔۔

وہ دونوں سب سے مل کر ایک ساتھ گھٹنوں کے بل اپنے چھوٹے سے پاؤں کے ٹکڑے اور لالی پاپ کے آگے بیٹھے تھے۔۔

آپ دونوں کو معلوم ہے کہ حمزہ عباس جعفری آپ دونوں سے بہت محبت کرتا ہے۔۔!! "وہ ان دونوں کے گلے میں بازو ڈالے بالکل چمٹا ہوا تھا۔ اس کے لہجے کی نمی نے وہاں کھڑے ہر نفوس کو تڑپایا تھا۔۔

میں بھی اپنے پاؤں کے ٹکڑے سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔۔!! "وہ اس کے سر کو سہلاتے ہوئے اپنے کندھے سے چہرے کو اٹھا کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے اسے بتایا تھا کہ وہ بھی بہت محبت کرتا ہے۔۔

میرا تو ایک ہی لالی پاپ ہے اور وہ بھی اتنا سویٹ ہے کہ میں اس سے بہت سارا پیار کرنے پر مجبور ہوں، کیوں حمزہ۔۔!! "ماہم اس کو کھینچ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس کے پھولے پھولے گالوں کو کھینچتے ہوئے اسے زور سے گدگدی کی تھی۔۔

اچانک حمزہ کے قہقہے کی آواز حویلی کی فضا میں گونج اٹھی تھی، اسے ہنستے ہوئے دیکھ کر ماہم کے ساتھ سبھی ہنس دیے تھے۔۔

کیوٹ اپنا چلیں آج ہم دونوں ڈھیر ساری باتیں کریں گے اور گیمنز بھی کھیلیں " گے۔۔!!" وہ اپنی ہنسی روکتے ہوئے اسے پکڑ کر اندر لے جانے لگا تھا۔۔

ہاں کیوں نہیں۔۔!!" وہ پیچھے مڑ کر عون کی طرف دیکھتی جب وہ اسے مسکراتے " ہوئے آنکھوں سے اشارہ کیا تھا وہ سکون سے حمزہ کا ہاتھ تھامے اندر چلی گئی تھی۔۔

اس کی اس جان لیوا اور وہ زیر لب مسکراتے ہوئے مردان خانے میں چلا گیا تھا کیونکہ وہاں بہت سے لوگ اس کا انتظار کر رہے تھے۔۔

سب سے بات چیت کرتے ہوئے بہت وقت گزر گیا تھا اور اب مردان خانے میں صرف دین محمد اور عون عباس جعفری بیٹھے تھے۔۔

کیا ہوا دین محمد، تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔۔!!" وہ دین محمد کو سوچوں میں گم دیکھ کر اسے " مخاطب کیا تھا۔۔

ہاں سردار سائیں پہلی بات تو میں عبدال خالق کی دیدہ دلیری کے بارے میں سوچ رہا " ہوں کہ اب بس بہت ہو ہمارے پاس اس کے خلاف اتنے سبوت تو ہیں ہی جسے ہم آرمی

کو دے کر اسے اندر کروادیں۔!!" وہ اپنے سردار سائیں کو دیکھتے ہوئے رات والی حرکت پر غصے سے آگ بگولہ ہوا تھا۔

نہیں دین محمد ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے اور جہاں تک رہی کسی اونچی اوڑان کی تو، جس کی " اوڑان اونچی ہو وہ اتنی ہی زور سے زمین پر گر املتا ہے۔۔ جب پرواز اونچی کرنی ہو تو ہواؤ کا رخ بھی دیکھا جاتا ہے۔!!" وہ اسے تسلی دے کر خود پر سکون بیٹھا تھا۔

دوسری بات کیا ہے دین محمد۔!!" وہ دین محمد سے دوبارہ پوچھ کر اسے حیرت میں ڈال دیا تھا۔

سردار سائیں آپ کو کیسے معلوم کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔!!" وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔

جیسے تمہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مجھے تم سے کیا کہنا ہے۔!!" وہ بھی اب دھیرے سے " مسکرایا تھا۔

سردار سائیں وہ سردار نی سائیں کی دوست استانی سائیں ہیں نہ ان کے بابا آج ہی رات " تک شہر سے آئے ہوئے رشتے کو قبول کرتے ہوئے اپنی بیٹی کا بیاہ کر دیں گے۔!!" وہ اتنا ہی کہہ کر خاموش ہوا تھا۔

آگے بولو دین محمد، بات کیا ہے۔!!" وہ اسے سوچوں میں غرق دیکھ کر پھر پکارا تھا۔ " سردار سائیں وہ۔۔ وہ رفیق آیا ہے اور وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔!!" عون نے غور سے دین محمد کا چہرہ دیکھا جہاں رفیق کا کہتے وہ سنجیدہ ہوا تھا۔

سردار سائیں رفیق استانی سائیں کے گھر رشتہ بھیجنا چاہتا تھا لیکن اس کے پہلے حالات " ٹھیک نہیں تھے اور جب سب ٹھیک ہوا ہے تو یہ سب۔۔ سردار سائیں رفیق انہیں خوش رکھ سکتا ہے، آپ بات کریں اور انہیں کہیں کہ شہر میں رہنے اور زیادہ کمانے والے کے ساتھ ہی بیٹی نہیں خوش رہ سکتی، اگر گاؤں کا بھی ہو اور اپنے زور بازو پر کما کر اسے کھلا سکتا ہو، ان کی خوشیاں پوری کر سکتا ہو تب بھی بیٹی خوش رہ سکتی ہے۔!!" وہ نظریں فرش پر مرکوز کیے اداس لبوں لہجے میں کہتا سردار عون عباس جعفری کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر گیا تھا۔

چلو دین محمد اچھے کام کے لئے وقت نہیں دیکھا جاتا۔ سب سے پہلے رفیق سے میں بات " کرنا چاہتا ہوں۔!!" اس کے کہتے ہی دین محمد نے آواز دے کر رفیق کو اندر بلا یا تھا۔

اسلام و علیکم سردار سائیں۔!!" وہ عقیدت سے سلام کرتے ہوئے بیٹھ گیا تھا۔"

و علیکم السلام، رفیق میں صرف ایک سوال تم سے کروں گا اس کے بعد ہی میں فیصلہ کر سکتا ہوں۔!!" وہ رفیق کو بیٹھا کر سنجیدگی سے اس سے مخاطب ہوا تھا۔

جی سردار سائیں۔!!" وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کے سوال کا منتظر تھا۔"

کیوں ایک باپ اپنی بیٹی تمہیں دے، سوچ کر جواب دینا۔!!" وہ اس کا چہرہ دیکھتے " جواب کا منتظر تھا۔"

سردار سائیں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ میں انہیں خوش رکھنے کے لئے اپنے زور بازو کا استعمال کرتے حلال کھلاؤ گا، اگر دو وقت کی روٹی کما کر لایا تو سب سے پہلے اسے کھلاؤ گا خود چاہے بھوکا سو جاؤں لیکن ان پر ایک تکلیف بھی نہیں آنے دوں گا۔!!" وہ نظریں فرش پر مرکوز کیے ہوئے وہاں بیٹھے ان دونوں کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

سردار عون عباس جعفری اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

رفیق تم اپنی زندگی میں آنے والی خوشی کے لئے انتظام کرو ہم تمہارے لئے ہاں کروا کر " ہی واپس لوٹیں گے۔۔!!" وہ اور دین محمد وہاں سے نکل کر گاڑی میں بیٹھتے حنا کے گھر آئے تھے جہاں اس کا بھائی انہیں دیکھتے ہوئے خوشی سے اندر لے کر آیا تھا۔۔

حنا کے والد انہیں دیکھتے ہوئے خوش ہو کر انتظام کرنے کو کہا لیکن سردار عون عباس جعفری نے منع کرتے سیدھے مدعا کی بات پر آیا تھا۔۔

ابرار سائیں میں سردار عون عباس جعفری، اپنے مینیجر رفیق کا رشتہ آپ کی بیٹی حنا کے " لئے لے کر آیا ہوں۔۔!!" اس کی گمبھیر آواز اس چھوٹے سے سخن میں گونجتی ایک سحر سا طاری کر رہی تھی۔۔

سردار سائیں آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن شہر سے بھی ایک بہت اچھا رشتہ آیا " ہے۔۔!!" وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھے دھیرے سے کہتے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔۔

یسیاں گھر میں ہوں تو رشتے تو آتے ہی ہیں لیکن آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی بیٹی کہاں " خوش رہ سکتی ہے۔۔!!" سردار سائیں کی بات سن کر وہ کچھ پل کے لئے خاموش ہو گئے تھے۔۔

آپ کو معلوم ہے ابرار سائیں کہ عورت کی خوشی کس چیز میں ہے۔۔؟ عورت تو وہاں " خوش رہتی ہے جہاں اس کا شوہر اسے محبت سے کہیں زیادہ اسے عزت دے کیونکہ عورت محبت کے بغیر توجی سکتی ہے لیکن عزت کے بغیر نہیں، اس کے لئے حق حلال کا کما کر لا سکتا ہو، ہر مشکل سے بچانے کے لیے ہمیشہ اس کے سامنے تن کر کھڑا ہو اور میں یہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ سب آپ کی بیٹی کو رفیق دے سکتا ہے۔۔!!" اس کی بات سن کر حنا کے والد مسکراتے ہوئے اٹھ کر کھڑے ہوئے تھے۔۔

جاؤ منہ میٹھا کر او بیٹا۔ جس رشتے کی ضمانت ہمارے سردار سائیں دے رہے ہیں وہاں " مجھے اپنی بیٹی کا ہاتھ دینے میں کوئی آر نہیں ہے۔۔ بہت بہت شکر یہ سردار سائیں۔۔!!" وہ اپنے بیٹے کو میٹھے کے لئے بھیج کر خود سردار عون عباس جعفری کا شکر یہ ادا کیا تھا۔۔

دین محمد کا چہرہ خوشی سے تمتمما اٹھا تھا۔۔

آدھے گھنٹے تک مسلسل بات چیت کے بعد وہ باہر نکل کر گاڑی میں بیٹھے تھے۔

دین محمد تمہیں معلوم ہے جب کسی کو خود اس کی محبت نہ ملے تو وہ دوسروں کی محبت کو ملانے کے لئے اپنی جان لڑا دیتا ہے۔!!" وہ اپنے کندھے پر رکھی شمال درست کرتے ہوئے اپنی باتوں سے دین محمد کو ساکت کر گیا تھا۔

کیا مطلب سردار سائیں۔!!" وہ گڑ بڑایا تھا جیسے چوری کرتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔" وہی مطلب ہے دین محمد جو تم آج چار سالوں سے سمجھ کر بھی نا سمجھ بنے ہو، کب تک دین محمد کب تک۔۔؟ کب تک اپنے دل کے ساتھ کھیلتے رہو گے۔!!" وہ سنجیدگی سے کہتا اب دین محمد کو ایک طرف گاڑی روکنے پر مجبور کر گیا تھا۔

دین محمد اب اپنی نظریں چراتے ہوئے اپنے دل کی دھڑکنوں میں سنائی دیتے اس نام کی گونج کو سننے پر مجبور ہوا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ محبت کا جذبہ ایک بہت خوشنما احساس ہے لیکن کسی کو یہ نہیں معلوم کہ جب محبت ایک طرف ہو تو بڑی جان لیوا ثابت ہوتی ہے اور خاموش محبت تو درد کے اس سمندر میں اتار دیتی ہے جہاں سے نکلنا تو دور نکلنے کی کوشش کرنا بھی محال ہوتا ہے۔ تمہیں

معلوم ہے دین محمد محبت دو طرفہ ہونی چاہیے لیکن یہ دو طرفہ محبت تبھی ہو سکتی ہے جب مقابل سے نکاح جیسا پاک او خالص رشتہ ہو۔۔!!" وہ غیر مرئی نقطہ پر نظریں مرکوز کیے دین محمد سے مخاطب تھا۔

مجھے نہیں معلوم دین محمد کہ آج سے چار سال پہلے تم نے خاموشی کیوں اختیار کی تھی " لیکن آج بھی وہ تپتے صحرا میں ننگے پاؤں اور تنہا کھڑی ہے، ابھی بھی وقت ہے دین محمد، مت لوٹاؤ کھالی ہاتھ محبت کو کیونکہ اگر یہ لوٹ گئی تو پھر صرف آنسو ہی رہ جائیں گے۔۔!!" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اس کا لال سرخ چہرہ دیکھا جو شدت غم سے لال سرخ ہوا تھا۔

ابھی بھی ان کا درد یہاں محسوس ہوتا ہے سردار سائیں یہاں، انہیں تو علم بھی نہیں کہ " کوئی ان سے عقیدت کی حد تک محبت کرتا ہے۔۔!!" وہ دل پر انگلی رکھ کر ضبط سے آنکھیں بند کی تھی جس سے کئی آنسو ٹوٹ کر اس خوب مرد کے چہرے پر بکھرتے شیو میں جذب ہوا تھا۔

تو اس درد کو خود میں سمیٹ کر اپنی محبت کو سُرخ و کر دودین محمد۔!! "وہ اس کی پشت" تھپتھپاتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

سردار سائیں ڈر لگ رہا ہے۔!! "وہ فوراً آنسوؤں پوچھ کر اس کی طرف دیکھتے" معصومیت کے سارے رکارڈ توڑے تھے۔

ہا ہا ہا۔! ہر کام چٹکیوں میں کرنے والا دین محمد اس میں بھیگا بلا کیسے بن گیا۔!! "وہ" بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنسا تھا ساتھ دین محمد بھی ہنسنے لگا تھا۔

محبت کے آگے گٹھنے ٹیک دیئے ہیں اس لئے۔!! "وہ گردن جھکا کر شرمایا تھا جسے دیکھ" کر ایک بار پھر عون ہنستے ہوئے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا تھا۔

چلو اس معاملے میں تمہاری سردارنی سائیں سے بھی مدد لے لیں گے۔!! "وہ اب" اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پرسکون ہوتے گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔

محبت پانا اتنا بھی آسان نہیں کبھی کبھی صدیاں گزر جاتی ہیں محبت کے حصول میں لیکن وہ پھر بھی ہاتھ نہیں آتی بند مٹھی میں ریت کے جیسے پھسل جاتی ہے۔

وہ رات گئے زاویار منشن میں داخل ہوا تھا، لان میں گارڈ اپنی ڈیوٹی پر معمور تھے، شاداب بھی اس کے ساتھ ہی گاڑی سے نکلا تھا۔

سر رضیہ ابھی آپ سے اپنے کوارٹر میں ملنا چاہتی ہے۔!! "اس کے اندر جاتے قدم" ختمے تھے، وہ فوراً سر و منٹس کوارٹر کی طرف بڑھا تھا جب دروازہ پر ہی رضیہ اس کے انتظار میں کھڑی مل گئی تھی۔

سراگر بہت ضروری نہیں ہوتا تو میں آپ کو پریشان نہیں کرتی۔!! "وہ نظر جھکائے" ہوئے اسے اندر ایک کرسی دی تھی۔

بولور رضیہ۔!! "وہ اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولنے کو کہا تھا۔"

سر آپ کا نمک کھایا تو نمک حرامی کیسے کرتی، لیکن سر مجھ سے یہ نہیں ہو پارہا تھا۔!! "وہ اپنی بند مٹھی اس کے آگے کرتے ہوئے اپنے مالک کا چہرہ دیکھا تھا جو ہاتھ پر پڑی اس چین کو دیکھتے ہوئے اس کا افیت سے چہرہ زرد ہوا تھا۔"

وہ اس چین کو کیسے نہیں پہچانتا جو پہلے دن سے ہی اس کے گلے کی زینت بنے نظر آئی تھی، اسے دیکھ کر جو سوچ اس کے زہن میں آرہی تھی وہ اسے اذیت سے دوچار کرنے کے لئے کافی تھی۔۔

سر یہ چین میم نے دیا ہے سیل کرنے کے لئے اور یہ لسٹ دی ہے اسی سے ان کا سامان لانے کے لئے۔۔!!" وہ چین کے بعد اب لسٹ اس کے ہاتھوں میں پکڑائی تھی۔۔

سر میم نے مجھ پر یقین کر کے کہا تھا اور میں وہ یقین توڑنا نہیں چاہوں گی۔۔!!" وہ نظر ابھی تک اس چین پر مرکوز کیے بیٹھا تھا۔۔

کل تمہیں یہ تمام چیزیں مل جائے گی رضیہ، تم اپنی میم کو سب دے دینا۔ کیا کچھ اور بھی بتانا ہے رضیہ۔۔!!" وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

سر جب آپ نہیں تھے تب صوفیہ میڈم نے میم کی بہت انسٹ کی تھی اور۔۔!!" وہ ادھوری بات پر ہی خاموش ہو گئی تھی۔۔

اور۔۔ اور کیا رضیہ۔۔؟" وہ اب اٹھ کر کھڑا ہوا تھا، رضیہ کے بات نے اس کے خون میں شرارے دوڑائے تھے۔۔

اور سر میم نے صبح سے کچن کے سارے کام کیے ہیں، سوری سر لیکن انہوں نے مجھ سے " ایسے کہا کہ میں انہیں روک نہیں پائی۔۔ سر آپ بھی اگر انہیں روکنے کی کوشش کریں گے تو وہ کھانا نہیں کھائیں گی۔۔!!" وہ اسے پوری بات بتاتی ساکت کر گئی تھی۔۔

وہ مٹھیاں بھینچے اپنے ضبط کو آزمانے کی کوشش کر رہا تھا، تکلیف سے آنکھیں لال سرخ ازگارہ ہوئیں تھیں۔۔

وہ بنا کچھ بولے سروئٹس کو ارٹرس سے نکل کر منشن میں داخل ہوتا روم کی طرف بڑھا تھا۔۔

محبت کا غم ہے ملے جتنا کم ہے

یہ تو زمانہ نہیں جان پائے گا

www.novelsclubb.com

میرا جو ستم ہے زرا بے رحم ہے

دے کر مجھے وہ درد مسکرائے گا

روم میں ملگجاسا اندھیرا پھیلا ہوا تھا، وہ دشمن جاں بیڈ پر کمفرٹ میں لپٹی محو خواب تھی۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے قریب گیا تھا اور وہیں بیڈ پر ہی اس کے قریب بیٹھتے جھکا تھا۔ وہ چہرے پر بال بکھرائے، سوچی آنکھوں سمیت نیند میں بھی سسک رہی تھی، اگر آج وہ اذیت سے دوچار ہوا تھا تو وہ بھی تو ہوئی تھی۔۔

دل کو ایسے دلبر پہ بھی ناز ہوتا ہے
کسی سے تم پیار کرو تو پھر اظہار کرو
کہیں نہ پھر دیر ہو جائے

وہ اس دلکش سراپے کو اپنی نظروں میں بسا کر اپنی انگلیوں سے اس کی پیشانی پر بکھرے بالوں کو سمیٹا تھا۔۔

معلوم ہے ہنی آج تم نے یہاں تکلیف پہنچائی ہے۔!!" وہ نرمی سے ایک ہاتھ سے اس کی پلکوں کو سہلاتے ہوئے دوسرے ہاتھ کی انگلی اپنے دل کے مقام پر رکھی تھی۔

جب بھی تمہیں مجھ سے تکلیف پہنچی ہے ہنی تم نے اس سے کئی گنا زیادہ تکلیف مجھے پہنچائی ہے، ایک بار ہنی۔۔ صرف ایک بار اپنے شان پر اعتبار تو کیا ہوتا۔!!" وہ اس کی پیشانی پر جھک کر عقیدت سے اپنے لب رکھے تھے۔

وعدہ کرتا ہوں ہنی جتنا زیادہ تمہیں تکلیف پہنچائی ہے اس سے کہیں زیادہ تمہیں خوشیاں دوں گا۔!!" وہ سرگوشی نما آواز میں کہتا اب اس بھگی پلکوں پر جھکا تھا اور نرمی سے ان پر اپنے دہکتے ہونٹ رکھے آنکھیں موند گیا تھا، اس کی آنکھوں سے ایک گرم سیال گرتا پر یہاں کے بالوں میں جذب ہوا تھا۔

وہ نجانے کتنے پل تک اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکا کر وہیں بیٹھا ہاتھ، اس کی گرم سانسوں سے سکون اس کی رگ و پے میں سرایت کرتا اسے پر سکون کر گیا تھا۔

وہ بنا چینیج کیے اور بنا کچھ کھائے وہیں دراز ہوا تھا، نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی، نجانے کب تک ان آنکھوں کو سب کی طرح سکون نصیب ہونا تھا۔

! چار سال پہلے۔۔

دوپہر کی متمتاتی دھوپ میں وہ عام کے باغوں میں داخل ہوا تھا جہاں آج آم توڑ کر سپلائی ہونے کے لئے ٹرکوں میں رکھے جا رہے تھے۔۔

وہ رفیق کے بلانے پر یہاں آیا تھا، وہ ابھی باغ میں دو قدم ہی رکھے ہوں گے جب اس کے آگے دو تین آم بڑی تیزی سے گرے تھے۔۔

وہ اوپر دیکھتا جب رفیق اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر زور سے ہنساتھا، تبھی کوئی نسوانی غصے سے بھرپور آواز سنائی دی تھی۔۔

ابا دیکھا آپ نے میرا نشانہ کتنا اچھا ہے، اگر میں اڑتے جہاز میں مار دوں تو اس میں بھی "چھید ہو جائے یہ تو پھر معمولی سے آم ہیں۔۔!!" خود کی تعریف کرتی یہ آواز انہیں بھی ہنسنے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

ہاں میری دھی میں جانتا ہوں لیکن تم یہ بہانے سے سردار سائیں کے آموں کو مار کر "ستیاناس تو نہیں کرو۔!!" وہ ان کی آواز سن کر باغ کے داہنے طرف پہنچے تھے جہاں وہ ان کی طرف پشت کیے گولیل ہاتھوں میں لیے دوبارہ آموں کا نشانہ لے رہی تھی۔

دین محمد سائیں یہ نرگوچچا کی بیٹی نوری ہے، اس کا نشانہ بہت اچھا ہے۔!!" رفیق اسے "بتاتے ہوئے خود ایک کام کرنے والے کے بلانے پر اندر چلا گیا تھا لیکن وہ ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔

ابا پانچ آم میں نے مار کر گرائے ہیں تو وہ پانچ آم آپ میرے لئے گھر لے کر آئیے "گا۔!!" وہ شان بے نیازی سے کہتی دوپٹہ درست کرتے ہوئے مڑی تھی اور کسی کو وہیں تھمنے پر مجبور کر گئی تھی۔

وہ ایک ٹک اس چہرے کو دیکھ رہا تھا، دل دھڑک دھڑک کر اچانک اپنے ہونے کا شور مچانے لگا تھا، وہ بے اختیار اپنے دل پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔

وہ اپنے دل کو ڈپٹ رہا تھا لیکن دل بھی آج بے غیرتیاں کرنے پر اتارو ہوا تھا۔

وہ بے نیاز سی اپنے دوپٹے کے ایک کونے سے چہرہ ڈھکے اس کے سامنے سے گزر گئی تھی، اس کے جانے کے بعد وہ ایک لمبی سانس لے کر مسکرایا تھا۔

وہ اس کے بعد اپنے دل میں ہلچل مچاتی اس محبت کو محسوس کرتے مہینوں گزار دیے تھے اور پھر اچانک اسے اپنے سردار سائیں کے کام سے ایک ماہ کے لئے ملک سے باہر جانا پڑا تھا اور جب وہ واپس لوٹ کر آیا تو اس کی خاموشی اور ایک طرفہ محبت اس کے قدموں میں بین کرتے ہوئے ملی تھی۔

جب اسے معلوم ہوا تھا اس کی شادی ہو گئی ہے اس رات وہ بہت رویا تھا اور پھر بس اس محبت کو اپنے دل دفن کر کے اس کی خوشیوں کی دعا مانگی تھی لیکن شاید ہر دعا قبولیت کا شرف حاصل کر کے بھی پوری نہیں ہوتی ہے۔

اور جب ایک سال پہلے وہ اپنے باپ کے گھر لوٹ کر آئی اور جو کچھ سننے کو ملا وہ دین محمد کے خون میں شرارے بھر دیے تھے۔ وہ دن رات ایک کر کے ثبوت اکٹھا کرنے کے بعد پنچایت میں اشرف کو زلیل و خوار کروا کر اسے جیل بھیجنے سے پہلے نوری کو اس سے چھٹکارا دلوادیا تھا۔

لیکن آج سردار عون عباس جعفری کے اشارہ پر وہ ایک بار پھر اس کی تکلیف کو خود پر محسوس کرتے ہوئے ایک فیصلے پر پہنچتے ہی پر سکون ہوا تھا۔

اب اسے اپنی محبت کو اپنی دسترس میں لانے کا انتظار تھا جو جلد ہی پورا ہونے والا تھا۔

وہ رات نوبے حویلی میں داخل ہوا تھا اور گاڑی سے نکل کر جیسے ہی باہر جانے لگا تھا ویسے ہی دین محمد سامنے آ کر کھڑا ہوا تھا۔

دین محمد اتنے اُتاؤ لے کیوں ہو رہے ہو، کل تک ہم تمہارا رشتہ لے کر جائیں گے۔!!""
وہ دین محمد کو سامنے کھڑے دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر مچلتی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے چٹھایا تھا۔

سردار سائیں۔!! "وہ زیر لب مسکراتے ہوئے اسے لان میں فوارے کے پاس"
پھولوں سے بنی ٹوکری کے پاس اشارہ دیا تھا۔

وہ حیران ہوتے آگے بڑھ کر ٹوکری کے پاس پہنچ کر اس میں رکھے کارڈ کو اٹھایا تھا، اس کارڈ کے ساتھ ہی گلاب کی کلی بھی رکھی ہوئی تھی۔۔

گلاب کی کلی ہاتھ میں لیتے تجسس سے کارڈ کو کھولا تھا، نظر چاروں طرف دوڑائی تھی لیکن اب دین محمد کے ساتھ ساتھ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔۔

تو میرا ہاتھ ہاتھوں میں لے کے چلے، مہربانی تیری "

" تیری آہٹ پہ دل کا دریچہ کھلے، میں دیوانی تیری

! آپ کی دھڑکن سائیں۔۔

کارڈ پر لکھی تحریر اسے آنکھیں واں کرتے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی، وہ اپنی دھڑکن سائیں کی اس حرکت پر بے اختیار مسکرایا تھا۔۔

اس نے غور کیا تو معلوم ہوا گلاب کی پتیوں سے آگے کا راستہ بنایا گیا تھا، وہ اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے ہوئے آگے بڑھا تھا۔ تھوڑا آگے چل کر پھر اسے بالکل ویسے ہی پھولوں کی ٹوکری ملی جس میں اب دو گلاب کی کلی کے ساتھ ایک کارڈ رکھا ہوا تھا، ایک بار پھر تجسس ہوا تھا۔

وہ ایک ہاتھ میں کلی کو لیے دوسرے سے کارڈ کھولا تھا اور پھر بس دل بے اختیار زور سے دھڑکا تھا۔

وہ اس کارڈ پر سے کتنے پل تک نظر ہٹا ہی نہیں سکا تھا۔ لفظ تھے یاد دل کے بول۔۔

تو بہاروں کی خوشبو بھری شام ہے، میں ستارہ تیرا"

www.novelsclubb.com "زندگی کی ضمانت تیرا نام ہے، تو سہارا میرا

! آپ کی دھڑکن سائیں۔۔

وہ ان لفظوں پر اپنے عنابی لب رکھتے بے ساختہ چوما تھا اور پھر خود ہی دل کھول کر ہنسا تھا۔۔

میری دھڑکن سائیں۔۔!! "وہ آگے بڑھتے ہوئے بے ساختہ بڑبڑایا تھا۔۔"

لان کے پیچھے والے حصے میں آکر وہ سامنے دیکھتے نجانے کتنے پل تک نظر نہیں ہٹا سکا تھا۔۔

سامنے ہی پھولوں سے رگزر بنائی گئی تھی، اس کے بعد چار پھولوں سے سجے ستون کے بیچ میں ایک ٹیبل تھا اور دو کرسیاں تھیں، پوری تھیم ہی میرون اور سفید تھی۔۔

وہ یہ سب کرنے والی کو نظروں سے ڈھونڈا تھا لیکن وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دی تھی، جب اسے اپنے پیچھے اس کی خوشبو محسوس ہوئی تھی اور ساتھ ہی اس کی بے حد خوبصورت مترنم آواز اس کے کانوں میں رس گھولتے دل کی دھڑکنوں کو اٹھل پھل کیا تھا۔۔

تو چلا تو ستارے بھی چلنے لگے، آنسوؤں کی طرح"

خواب پہ خواب جلنے لگے، آرزو کی طرح

تیری منزل بنے میرا ہر راستہ

"! تو سمندر ہے میں ساحلوں کی ہوا۔"

وہ گنگناتی ہوئی اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی ہاتھوں میں ویسا ہی گلاب کی کلی کا گلدستہ
لئے جو عیون کو ٹوکریوں سے ملا تھا۔

میرا فراق پہنے اس پر ہم رنگ دوپٹے لیے، چہرہ پر ہلکا میک اپ کیے وہ سچی سنوری سیدھا
اس کے دل میں ہلچل مچائی تھی۔

وہ اس کے گلدستے سمیت بڑھے ہاتھوں کو نرمی سے پکڑتے ہوئے اپنی طرف کھینچ کر اپنے
سینے میں زور سے بھینچا تھا۔

وہ اسے اپنی طرف محویت سے دیکھتے پا کر پہلے ہی پگھل رہی تھی اور اب اس کے کشادہ
سینے سے لگے خود کی اور اس کی دھڑکنیں شمار کر رہی تھی۔

معلوم ہے ان دو کارڈوں میں مجھے سب سے زیادہ کیا پسند آیا۔؟ آپ کی دھڑکن
سائیں۔۔! یہ لفظ اس دل میں ہلچل مچاتے ہوئے مجھے وہ سکون دیا ہے جو میں آپ کو
لفظوں میں بتانے سے قاصر ہوں لیکن اپنے عمل سے ضرور بتا سکتا ہوں، میری دھڑکن

سائیں۔۔!!" وہ 'میری دھڑکن سائیں' لفظ پر زور دیتے ہوئے اپنے سینے سے اس کے چہرے کو اٹھا کر اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے اس کی پیشانی پر جھکتے اپنے دہکتے ہوئے لب شدت سے رکھے تھے۔۔

میں وہ لفظ آپ سے سننا چاہتا ہوں۔۔!!" وہ اسے اپنے حصار میں لیے خواہش کر رہا تھا " اور بھلا سردار سائیں خواہش کریں اور ان کی سردارنی سائیں پوری نہ کریں ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔

وہ بغور اس کا شرمایا شرمایا لال سرخ چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔

آ۔۔ آپ کی دھڑکن سائیں۔۔!!" وہ سرگوشی نما آواز میں شرماتے ہوئے کہتی اس کے " سینے میں سر چھپانے لگی تھی۔۔

وہ نجانے کتنے پل تک آنکھیں بند کیے اس لفظ کو محسوس کرتا رہا تھا۔۔

پھر کہیں دھڑکن سائیں۔۔!!" وہ بجد ہوا تھا۔۔"

منغرور سردار سائیں سے چھچھورے سردار سائیں تو نہ بنے۔۔!!" وہ اس کے سینے پر مکا " مارتی اسے قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

ڈنر کرنے کے بعد وہیں رکھے صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے اسے بھی خود میں سمیٹتے ہوئے لٹایا تھا۔۔

وہ بلش کرتے ہوئے اسے اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ وہ بار بار بس اس کا من موہنا چہرہ دیکھے جا رہا تھا۔۔

کیوٹ سائیں کیا آپ مجھے ڈھونڈتے تھے۔۔؟ "ہمیشہ اس کے زہن میں گونجتا سوال " آج زبان پر آیا تھا۔۔

ہاں۔۔! میری زندگی اور میری انابی مجھ سے دور چلی گئیں تھیں پھر میں کیسے نہیں " ڈھونڈتا، لیکن ہمیشہ کھالی ہاتھ رہا تھا۔۔!! "وہ اس کے پیشانی سے بال پیچھے کرتے اس کی دل کی خلش کو دور کیا تھا۔۔

وہ اس کے شیو پر ہاتھ پھیرتی اس کی باتیں سنتی مسکرائی تھی جب اچانک اسے کچھ یاد آتے ہی چہرے کے تاثرات بدلے تھے، وہ غصے سے خونخوار تیور لئے اس کی شیو پر ہی چٹکی کاٹ کر بدلہ لیا تھا۔۔

دھڑکن سائیں اب کیا خطا سر زد ہو گئی مجھ سے، جو یوں آپ تشدد پر اتر آئیں ہیں۔!!!"
وہ اس کی انہیں انگلیوں کو پکڑتے ہوئے اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا۔

آپ کسی چڑیل سے دوسری شادی کرنے والے تھے اگر میں نہیں آتی۔!!" وہ اپنے
کھڑوس سردار سائیں کو دیکھتے شکوہ کیا تھا، آنکھیں بے اختیار نم ہو گئیں تھیں۔

ہونٹوں پر تیرے شکوہ کا زور ہے

پر یہ نگاہیں کہتی کچھ اور ہے

وہ بے ساختہ گنگنایا تھا لیکن پھر سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ کر اس سے مخاطب ہوا تھا اور نہ وہ یونہی
پریشان رہتی۔

نہیں سردار نی سائیں۔! یہی ایک طریقہ تھا آپ کو اپنے قریب لانے کا، لیکن آپ کو
تکلیف پہنچانے کے بارے میں سردار عون عباس جعفری کبھی سوچ بھی نہیں سکتا
ہے۔!!" وہ اس کی نم آنکھیں دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔

اور وہ جو مجھ سے بات تو دور مجھے دیکھ بھی نہیں رہے تھے اس کا کیا۔؟" دوسرا شکوہ
حاضر تھا۔ اب وہ زیر لب مسکرایا تھا۔

کس نے کہا میں آپ کو نہیں دیکھتا تھا۔؟ میں آپ کو چوری چوری دیکھتا رہتا تھا۔!!!"

وہ اس کی بات سن کر آنکھیں واں کیے اسے دیکھ رہی تھی پھر بات سمجھ آنے پر قہقہہ لگا کر ہنسی تھی جس سے اس کے گالوں پر پڑتا ڈمپل اسے اپنی طرف متوجہ کر گیا تھا۔ وہ بے اختیار جھکتے ان پر اپنے لب رکھے تھے۔۔

ماہم کی بولتی وہیں بند ہو گئی تھی لیکن اس بات کے ساتھ ہی اسے اپنا رویہ اور اس کا گولی لگنا یاد آیا تھا۔۔

وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی، آنکھیں نمکین پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔ اسے اس طرح اچانک بیٹھتے ہوئے دیکھ کر وہ بھی صوفے پر بیٹھا تھا۔۔

کیا ہوا دھڑکن سائیں۔۔!!" وہ پریشان ہوا تھا۔۔"

میں نے آپ کو اس دن بہت ہرٹ کیا تھا ناں، بہت بری ہوں میں؛ بالکل بھی اچھی نہیں " ہوں، مجھے معاف کر دیں۔۔!!" وہ بے ساختہ روتے ہوئے اپنے کانوں کی لو پکڑتے ہوئے اسے ساکت بیٹھے دیکھ رہی تھی۔۔

خبردار دھڑکن سائیں اگر آپ نے آگے ایک لفظ بھی معافی کا مانگا تو۔۔!! "وہ دھاڑتے"
ہوئے جھپٹ کر اس کے ہاتھوں کو کانوں کی لوپر سے ہٹایا تھا۔۔

وہ اس کے دھاڑنے پر سہم گئی تھی، دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔۔

یہ کیا کرنے چلیں تھیں آپ ہاں، میرا دل نوچنے چلیں تھیں۔۔!! "وہ اس کا رویا رویا"
خونزدہ چہرہ دیکھ کر نرم پڑتے ہاتھ بڑھا کر اسے خود میں بھینچا تھا۔۔

وہ اس کے گرد حصار باندھتے پر سکون ہوئی تھی، عون اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے
آج ہر شکوہ شکایات دور کرنے کی سوچ چکا تھا۔۔

آپ حق پر تھیں، میں ہی جلد بازی کر گیا تھا شاید۔۔ کیونکہ مجھے آپ چاہیے تھیں، مجھے"
میری دھڑکن سائیں چاہیے تھیں، یہ تنہائی زہر کی طرح میری رگوں کو کاٹ رہی تھی
دھڑکن سائیں۔۔!! "وہ سرگوشی نما آواز میں کہتے اسے اپنے بازؤں میں بھرے پچھلی
سیڑھیوں سے اپنے روم میں لا کر بیڈ پر لٹایا تھا۔۔

وہ غور سے اس کا چہرہ دیکھتے اس کے ہر انداز کو دل میں اتار رہی تھی، وہ اس کے ہاتھوں کو
اپنے ہاتھوں میں بھینچے ہوئے تھی۔۔

عمون عباس جعفری اپنی آخری سانس تک صرف ماہم عمون عباس جعفری کا ہے۔۔!!" " وہ اپنے ہاتھوں کو نرمی سے چھڑاتے اٹھنا چاہا تھا جب وہ اس کے ہاتھوں کو زور سے پکڑتے ہوئے اسے جانے سے روکا تھا۔۔

اس کی اس ادھر وہ مسکرایا تھا۔۔

دھڑکن سائیں آپ روک رہی ہیں مجھے تو کیا اجازت ہے کہ آپ کی دھڑکنوں میں بس " جاؤں۔۔؟" وہ زیر لب مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہوا تھا، وہ اس کی بات سمجھتے ہوئے اسی کے سینے میں منہ چھپایا تھا اور وہ اپنی دھڑکن سائیں کو خود میں سمیٹ گیا تھا۔۔

وہ صبح سو کراٹھی تو شانزل نہیں تھا، وہ اپنے دل کے درد کو دبا کر صبح سے کام کرتے دوپہر میں کہیں جا کر آرام کی غرض سے لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھی تھی جب اسے باہر گارڈ سے بات چیت کرتی ہوئی صوفیہ نظر آئی تھی۔۔

وہ صوفیہ کو دیکھتی اب اس کی گاڑی پر نظریں مرکوز کیے کچھ سوچ رہی تھی، زہن الگ ہی رو میں بہک رہا تھا۔۔

اس وقت رضیہ بھی نہیں تھی شاید وہ اس کی چین سیل کرنے گئی تھی اور گارڈ بھی صوفیہ سے باتوں میں مصروف تھے، وہ بھاگ کر باہری دروازہ سے نکل کر صوفیہ کی گاڑی تک آتے چھپتے ہوئے اس کی کھلی ڈکی میں لیٹتے ہوئے ڈکی بند کی تھی۔۔

اسے افناہٹ ہوئی تھی، دم گھٹتا محسوس ہوا تھا لیکن اسے زاویار منشن سے باہر نکلنے کا یہی ایک واحد طریقہ نظر آیا تھا جس پر بنا سوچے سمجھے عمل بھی کر بیٹھی تھی۔۔

تین منٹ بعد گاڑی چلنے کی آواز آئی تھی، وہ آنکھوں میں آنسو لیے اس دشمن جاں کی دسترس سے نکلنے دل کی پکار پر کان بند کر گئی تھی۔۔

جب نصیب میں محبت تھی ہی نہیں تو زبردستی اس میں محبت کیوں ڈھونڈے۔۔

مجھے معاف کر دیں شان، میں اس تعلق، اس رشتے کو بوجھ نہیں بننے دینا چاہتی تھی اس " لیے اس تعلق کو بوجھ بننے سے پہلے ہی چھوڑ آئی۔۔!!" وہ اپنی سانسوں کو ہموار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے دل ہی دل میں اس دشمن جاں سے مخاطب ہوئی تھی۔۔

گاڑی فرائے بھرتے آگے ہی بڑھتی چلی جا رہی تھی، نجانے کتنے منٹ یا گھنٹہ بعد گاڑی
رکی تھی وہ اس کے نکلنے کا یقین کرتے ہوئے دھیرے سے نکل کر وہیں رکھے ڈرم کے
پیچھے چھپی تھی۔۔

معلوم نہیں یہ کون سی جگہ تھی، بہت پرانا مکان تھا گاڑی اس کے احاطے میں کھڑی ہوئی
تھی اور ہر طرف بس گن لئے ہوئے لوگ نظر آ رہے تھے۔۔

وہ وہیں ڈرم کے پیچھے بیٹھی تھی جب صوفیہ اور ایک مرد کی آواز سنتے وہیں ساکت ہوئی
تھی، دل لرزاٹھا تھا، آنکھیں نمکین پانیوں سے بھری ہوئی تھیں۔۔

وہ میرے ساتھ گیم کھیل رہا تھا لیکن اسے ابھی معلوم بھی نہیں ہے کہ صوفیہ اپنے ساتھ "
دھوکا دینے والوں کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لیا کرتی ہے۔۔ اس شانزل زاویار کو
ایسی جگہ ماروں گی جہاں اسے پانی تک نصیب نہیں ہوگا۔!!" صوفیہ کی آواز میں سانپ
سی پھنکار تھی۔۔

اس کی یہ آواز اور یہ روپ دیکھ کر وہ اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر چیخ کا گلا گھونٹا تھا۔۔

صوفیہ اسے معلوم تو نہیں ہوا کہ تم جان چکی ہو کہ وہ تمہیں دھوکہ دے رہا ہے۔ وہ بہت " شاطر اور چالاک ہے، مجھے ہمیشہ لگتا تھا کہ وہ اپنے چچا سائیں کے ساتھ بھی گیم کھیل رہا ہے، بس ہم جلد ہی یہ ثابت کر دیں گے۔ ابھی تو سردار عون عباس جعفری کی بیوی کو انہیں سوئپ کر خوش کرنے کا وقت آ گیا ہے۔!!" اس مرد کی زہر میں ڈوبی آواز سن کر وہ سب سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اللہ میرے اپنوں کی حفاظت کرنا میرے رب۔ مجھے ہمت دے۔!!" وہ دل سے دعا مانگتے ہوئے اب چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے اندر باہر کے ہر راستے کو دیکھ رہی تھی۔

ارے نہیں وہ نہیں جان پائے گا۔ کیا اس سردار کی بیوی یہیں ہے۔!!" صوفیہ کی آواز سن کر وہ بغور جائزہ لیتے ہوئے اس کی باتوں کو سننے کی کوشش کی تھی۔

ہاں اندر ہے۔!!" وہ دونوں اب اندر جا رہے تھے۔

کہیں کسی کو معلوم ہو گیا اس جگہ کا تو۔!!" وہ جگہ دیکھتے ہوئے پھر رکی تھی۔

نہیں یہ جگہ کسی کو نہیں معلوم ہے، اس کے پیچھے اور آگے جنگل ہے اور جنگل کے بعد " آبادی۔۔ یہاں ایک پرندہ بھی پر نہیں مارتا ہے کسی کے آنے کے امکان تو دور دور تک نہیں ہیں۔۔!!" پر یہاں نے اب غور کیا تھا کہ سورج کی روشنی بہت ہلکی تھی شاید شام ہونے والی تھی اور گھنے جنگلات کی وجہ سے اندھیرا چھا گیا تھا۔۔

مزل تمہیں معلوم ہے اس شانزل زاویار کے گھر ایک لڑکی تھی لیکن میں نے معلوم " کروایا تھا، وہ سہی کہہ رہا تھا کہ وہ اس کے دوست ظفر کی بہن تھی۔۔!!" وہ دونوں اب اندر داخل ہو گئے تھے اس لئے پر یہاں کو ان کی ایک بھی بات اب سنائی نہیں دے رہی تھی۔۔

اگر لالہ کی بیوی یعنی میری بھابھی سائیں اندر ہیں تو میں کیسے بھاگ سکتی ہوں، میں انہیں " بھی نکال کر لے جاؤں گی۔۔ یہ لوگ مجھے بھی ڈھونڈ رہے ہیں اس لئے مجھے جو بھی کرنا ہے وہ سمجھ بوجھ کر کرنا ہوگا۔۔!!" وہ ہمت کرتے ہوئے جھاڑیوں میں چھپ کر اور اندھیرا ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔۔

وہ نیند میں تھی جب اسے لگ رہا تھا کہ کہیں بہت گہرائی میں دھنستی جا رہی ہے، سانسیں جیسے الجھ رہی تھیں، دل بے چین تھا لیکن آنکھیں کھلنے سے انکاری تھیں۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو دونوں سوئے تھے، جب عون کی آنکھ اس کی بے چینی سے کھلی تھیں، وہ اپنے سر کو ادھر ادھر پٹک رہی تھی۔۔

عون نیم اندھیرے میں ہی اس پر جھکا تھا اور اس کے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے اسے پکار رہا تھا۔ ماہم کو محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی پکار رہا ہے۔ وہ جھٹکے سے اٹھنا چاہ رہی تھی جب خود پر جھکے ہوئے عون سے اس کا سر بے ساختہ ٹکرایا تھا۔۔

کیا ہوا دھڑکن سائیں۔۔؟ آپ ٹھیک تو ہیں نا۔۔؟ نیند میں آپ پریشان لگ رہی " تھیں۔۔!! " وہ اپنے سر کو سہلانے کے بجائے اس کے سر کو نرمی سے سہلاتے ہوئے پریشان ہوا تھا۔۔

وہ اُس کے اس محبت بھرے انداز کو دیکھتے ہوئے دل سے مسکرا دی تھی۔۔

ہاں میں ٹھیک ہوں، بس مجھے اس بیڈ پر نہیں سونا۔!!" وہ بار بار اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن عون کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو پارہی تھی۔۔

کیوں۔۔؟ آپ پہلے دن سے ہی فرش پر میٹرس بچھا کر کیوں سوتی تھیں۔۔؟" وہ یاد آنے پر اس سے پوچھتا بغور اس کا جائزہ بھی لینے میں مصروف تھا۔

ہم ہمیشہ ایک کمرے کے کرائے کے مکان میں رہتے تھے تو وہاں صرف ایک سنگل بیڈ ہوتا تھا جس پر انابی سوتی تھیں اور میں فرش پر میٹرس بچھا کر سوتی تھی۔ وہی عادت ہے اس لیے یہ بیڈ اتنا نرم لگتا ہے کہ مجھے لگتا ہے میں کہیں اندر ہی اندر دھنستی ہی جا رہی ہوں۔!!" وہ کچھ پل خاموش رہنے کے بعد جو کچھ کہا وہ اس کے دل کو تڑپانے کے لئے کافی تھا۔۔

آئی ایم سوری دھڑکن سائیں۔۔! لیکن اب آپ کو یہیں سونے کی عادت ڈالنی ہوگی،" میں اب آپ کو فرش پر سوتے نہیں دیکھ سکتا ہوں۔!!" وہ لیٹتے ہوئے اسے خود میں بھینچے اس کے بالوں پر لب رکھے تھے۔۔

اچھا ٹھیک ہے، اگر آپ ساتھ ہیں تو میں کوشش کروں گی لیکن پہلے مجھے آپ سے "!! دوبارہ سر ٹکرانا ہے۔"

وہ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر تھوڑی اونچی ہوتی مسکرا پڑی تھی۔

وہ کیوں۔۔؟ "وہ اس کے ان ننھے گڈھوں پر فدا ہوا تھا جو آج بار بار اپنا دیدار کروا کر اسے پاگل کر رہے تھے۔"

کیونکہ سب کہتے ہیں کہ ایک بار سر ٹکرا جائے تو بہت لڑائیاں ہوتی ہیں اور مجھے آپ سے "کوئی لڑائی نہیں کرنی ہے۔!!" وہ فوراً جھکتے ہوئے اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکرائی تھی۔

وہ اس کے کمر کے گرد بازوؤں کا حصار کرتے ہوئے دل کھول کر مسکرایا تھا۔

کیوں لڑائی نہیں کرنی ہے، حالانکہ میں نے تو سنا ہے کہ لڑائی سے محبت بڑھتی "ہے۔!!" وہ اس کے پیشانی پر بکھرے بالوں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے ہٹاتے ہوئے اس کے نرم گالوں پر انگلیاں پھیری تھیں۔

وہ اسے چھیڑ رہا تھا، کبھی کبھی وہ حیران رہ جاتا تھا اپنی ان بچکانہ باتوں اور حرکتوں سے۔

چلیں پھر ٹھیک ہے ہفتے میں دو دن ہم لڑائی کیا کریں گے لیکن سن لیں کیوٹ سائیں " لڑائی کے بعد آپ مجھے منایا کریں گے۔!! " وہ اس کے سینے پر تھوڑی ٹکا کر سکون سے حکم دے رہی تھی، اس کی اس جان لیوا ادھر عون نے جاندار قہقہہ لگا گیا تھا۔

یہ دو دن کیوں۔۔؟ اور مجھے کون منائے گا۔۔؟ " وہ اب اس کے گھورنے پر اپنے قہقہے کا " گلا گھونٹ کر ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے مسکراہٹ روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا۔

آپ کو ہنسی آرہی ہے میری باتوں پر تو دل کھول کر ہنس لیں، میں جا رہی ہوں۔!! " وہ " فوراً خفا ہو گئی تھی۔ وہ اٹھتی کہ وہ اس کو زور سے خود میں بھینچے ہوئے اٹھنے نہیں دے رہا تھا۔

عون حیران ہوا تھا اس کی باتوں میں ناراضگی پر کیونکہ وہ اس وقت بالکل بچوں جیسا برتاؤ کر رہی تھی۔

دھڑکن سائیں آپ نے تو مجھے بتایا ہی نہیں تھا کہ ہفتے میں دو دن لڑائی کا پہلا دن آج ہے، چلیں کوئی بات نہیں ہے اب مجھے آپ کو منانا بھی ہوگا۔!!" وہ ناراض ناراض سی سیدھا اس کے دل میں اتر رہی تھی۔

عون نچلے لب کو دانتوں سے دباتے ہوئے مسکراہٹ روکتے بے اختیار گردن اوپر اٹھاتے ہوئے ان ننھے گڈھوں پر عقیدت سے لب رکھے تھے جو اس وقت وہ بھی روٹھے ہوئے لگے تھے۔

ماہم اس کی حرکت پر جی جان سے لڑاٹھی تھی، وہ تو مصنوعی ناراض ہوئی تھی لیکن عون اسے سچ مچ منارہا تھا۔

میں کہاں ناراض ہوں سردار سائیں۔!!" وہ فوراً اس کو حرکت میں آتے دیکھ کر مکر " گئی تھی۔

لیکن میں آپ کو اب منا کر ہی مانوں گا سردار نی سائیں، ایسا موقع پہلی بار ملا ہے۔!!" وہ اس کی معصومیت پر قہقہہ لگاتے ہوئے دوبارہ کوئی حرکت کرتا جب وہ اس کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے شرمائی تھی۔

پھر کچھ دیر بعد وہ دونوں فریش ہو کر تہجد پڑھنے کے بعد تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہو گئے تھے پھر فجر کی نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ نیند کی آغوش میں اترتے چلے گئے تھے۔۔

حمزہ اسکول گیا تھا اور انابی گاؤں کی عورتوں کے ساتھ جنان خانے میں مشغول تھیں، وہ کچن میں حمزہ کی فرمائش پر کوکیز بنا رہی تھی جب ایک ملازمہ اس کے پاس آئی تھی۔۔ سردارنی سائیں وہ پیچھے کی طرف باغ میں ایک عورت آپ کو بلارہی ہے، کسی ضروری کام سے وہ سردار سائیں سے ملنا چاہتی تھی لیکن سردار سائیں نہیں ہیں اس لئے وہ آپ سے ہی ملنے کی درخواست کی ہے۔۔!!" وہ ملازمہ کی بات سن کر اس کے پیچھے ہی حویلی کی پچھلے گیٹ کی طرف بڑھی تھی۔۔

ایک عورت اپنے منہ کو ڈھکے ہوئے گیٹ کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔۔

آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں، چلیں اندر چل کر بات کرتے ہیں۔!! "وہ اس عورت" سے مخاطب ہوئی تھی جو اسے کچھ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔

مجھے آپ کو تنہائی میں کچھ بتانا ہے۔!! "وہ اس کے ساتھ ملازمہ کو دیکھ کر کہہ رہی" تھی۔

جمیلہ آپ جائیں ہم ان کی بات سن کر آتے ہیں۔!! "وہ اس کے حکم پر حویلی کی" طرف روانہ ہو گئی تھی۔

بولیں اب۔!! "وہ اس عورت سے کہتے پیچھے مڑتی جب اس کو کسی نے دبوچتے ہوئے" منہ پر کچھ رکھا تھا۔

وہ خود کو ایک بھاری بھر کم عورت کے شکنجے میں دیکھ کر بے حوش ہونے سے پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ وہ ٹریپ ہوئی ہے۔

چند پل بعد وہ بے حوش ہو کر اس عورت کے ہاتھوں میں جھول گئی تھی۔ وہ بڑی صفائی سے اسے وہاں سے لیکر فرار ہو گئیں تھیں۔

عمون دوپہر میں حویلی آیا اور جب اسے اپنی سردارنی سائیں کہیں نہیں ملیں تو اسے یہ ہولناک خبر ملی۔۔

جمیلہ سے معلوم کرنے پر اس نے روتے ہوئے بتایا کہ ایک عورت حویلی کے پچھلے گیٹ پر سردارنی سے ملنے کے لیے آئی تھی۔۔

سردار عمون عباس جعفری حویلی کے سرخ پتھروں سے بنے سخن میں کھڑالال آنکھیں اور ضبط سے مٹھیوں کو بھینچے ہوئے اپنے اشتعال کو دبا رہا تھا۔۔

انابی سب سنتے ہی صوفے پر گر پڑی تھیں۔ جب وہ ان کے قریب پہنچ کر گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھا تھا۔۔

تاریخ اپنے آپ کو پھر سے دوہرا رہی ہے عمون۔۔!! "وہ روتے ہوئے عمون کے ہاتھوں" کو پکڑے کہہ رہیں تھیں۔۔

کچھ نہیں ہوگا انہیں انابی، وہ سردار عون عباس جعفری کی بہادر سردارنی سائیں ہیں، وہ " دوسروں کے حق کے لئے اگر آواز اٹھانا جانتی ہیں تو اپنے لئے لڑنا بھی جانتیں ہیں۔ اور آپ یہ تو جانتی ہیں ناں کہ اگر اللہ حفاظت کرے تو کوئی اس کا بال بھی بازکا نہیں کر سکتا ہے۔!!" وہ اپنے ہاتھوں سے ان کے آنسو صاف کرتے ہوئے انہیں تسلی دے کر اٹھتا جب حمزہ کہیں سے نکل کر اس کے پاس آتے اس کی گردن میں بازو جمائے کئے کندھے پر سر رکھے رو پڑا تھا۔

ہے میرے پا پڑ کے ٹکڑے اور اپنی ایسا کے لالی پاپ۔۔! روتے نہیں ہیں۔ چلیں آپ " کی ایسا اچھی ہیں یا بری۔۔؟" وہ اس کو خود میں بھینچے اپنے درد کو دباتے ہوئے اپنے اپنوں کو حوصلہ دے رہا تھا۔

میری ایسا بہت اچھی ہیں۔۔!!" وہ روتے ہوئے اس کے کندھے سے سر ہٹا کر اپنے " خوبرو لالہ کا سرخ چہرہ دیکھ رہا تھا جو ضبط کی نجانے کس منزل پر کھڑا تھا۔

اور آپ کو یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ اچھے لوگوں کا ساتھ اللہ دیتے ہیں۔۔!!" وہ اس " رب پر اس کے یقین کو مضبوط کر گیا تھا۔

رونا نہیں ہاں، انابی اور آغا جان کا خیال رکھنا، میں آپ کی ایسا کے پاس جا رہا ہوں۔!!!"
وہ اس کی پشت تھپتھپاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

یا اللہ میرے بچوں کو سہی سلامت رکھنا۔ آمین۔!!" انابی دعا مانگتے ہوئے اسے
رخصت کر رہی تھیں۔

وہ کندھے پر چادر درست کرتے ہوئے حویلی کے لان میں آیا تھا جہاں دین محمد کے ساتھ
سارے ملازمین اور گارڈ تھے۔

سردار سائیں گارڈ کسی کام سے تھوڑی دیر کے ہٹا تھا جب سردار نی سائیں کو وہ لوگ لے
کر گئیں ہیں، کیمرے بھی اس طرف کے خراب ہیں لیکن یہ کام اس کے سوا کسی کا بھی
نہیں ہے۔ گاؤں کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو بھی رکھا ہوا ہے اور اسی کے ذریعہ
سے سردار نی سائیں کو نکلوایا ہے، ابھی اس بچی کا چودہ سال کا بھائی سب آکر بتا گیا
ہے۔!!" دین محمد کی بات سن کر پر سکون سا گاڑی کی طرف بڑھا تھا۔

مجھے معلوم ہے کہ اس گھٹیا انسان نے کوئی گھٹیا چال ہی چلی ہوگی۔ تم اس بچے اور اس
کے گھر والوں کو سیفٹی سے کہیں پہنچا دو اور کہنا کہ اب اس بچی کی ذمہ داری سردار عون

عباس جعفری کی ہے۔۔!!" وہ گن لوڈ کرتے ہوئے آج گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔۔

سردار سائیں سب ہو چکا ہے، اس کے حویلی میں ہمارے لوگ معلومات لینے کی کوشش " میں ہیں کہ سردار نی سائیں کو کہاں رکھا گیا ہے، بس تھوڑی دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔۔!!" وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ گاڑی کی گاڑیاں بھی ساتھ ہی رواں دواں تھیں۔۔

وہ آفس میں اس وقت میٹنگ میں شریک تھا جب شاداب اڑے ہوئے حواس اور چہرے

کے ساتھ میٹنگ روم میں داخل ہوا تھا۔۔

وہ میٹنگ کونچ میں روک کر ہی اپنے آفس میں داخل ہوا تھا ساتھ میں شاداب بھی تھا۔۔

کیا ہوا شاداب۔۔؟" وہ دروازہ پر پہنچتے ہی بے چینی سے شاداب کی طرف مڑا تھا۔ دل "

خوف کا شکار ہوا تھا، نجانے کیا بات تھی۔۔

سرا بھی رضیہ کا فون آیا تھا، میم زاویار منشن میں کہیں بھی نہیں ہیں۔!! "وہ اس کے" سر پر بم پھوڑ چکا تھا۔

واٹ۔۔؟ شاداب تم مجھے یہ خبر سنانے کے لئے یہاں لے کر آئے ہوں، رضیہ سے کہو " کہ دیکھے ٹھیک سے کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ وہ گھر پر ہی ہوگی۔!! "وہ شاداب کو ڈانٹتے ہوئے اپنے دماغ کی اور دل کی آواز کو دوبارہ ہاتھ جو بار بار اسے کچھ غلط ہونے کا احساس دلا رہے تھے۔

سرزاویار منشن کے سی سی ٹی وی کیمرے کی فوٹیج دیکھیں۔!! "وہ موبائل اس کی" جانب بڑھاتے ہوئے خود دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

وہ ہاتھ میں موبائل لے کر جیسے جیسے ویڈیو دیکھ رہا تھا ویسے ویسے اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا تھا۔

ہنی اپنے شان سے محبت نہ بھی کرتی لیکن اعتبار تو کرتی۔ آج شان کو اس کی ہنی نے منہ " کے بل گرا دیا لیکن پھر بھی میں اپنی ہنی کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔!! "وہ دل میں ہی پر یہاں سے شکوہ کرتے ہوئے ضبط سے مٹھیوں کو بھینچے موبائل واپس کرتے ہوئے اپنی

دراز سے ریو اور نکالتے ہوئے فوراً لفٹ کی طرف بڑھا تھا، اس کے پیچھے شاداب بھی تھا۔۔

شاداب کمیشنر کو اب تک جو بھی ایویڈنس ملا ہے اسے دو اور انہیں انفارم بھی کرو۔۔ " آج وقت آ گیا ہے اپنی ہر تکلیف اور محرومی کا بدلہ سود سمیت وصول کرنے کا۔۔!! " وہ گاڑی میں بیٹھتے شاداب کو ہدایت دیتے موبائل نکال کر کسی کو کال کی تھی۔۔

سر میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔۔!! " وہ اس سے کہتے ہوئے دروازہ کھولنا چاہا تھا جب " وہ انکار میں گردن ہلاتے ہوئے اسے منع کیا تھا۔۔

وہ آج بنا سیکورٹی گارڈ کے خود کار ڈرائیو کرتے ہوئے اپنی ہنی کے پیچھے بھاگا تھا۔۔

وہ جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھی ہوئی ہر طرف سے مطمئن ہو گئی تھی، اندھیرا ہوتے ہی وہ وہاں سے نکل کر ایک چھوٹی سی دیوار سے لگ کر کھڑی ہوئی تھی جب اسے وہ سب کھانا کھاتے ہوئے نظر آئے تھے۔۔

اے اندر سے سب کو بلانا کہ آکر سب کھالیں، آٹھ بجے تک سر پہنچ سائیں آنے والے " ہونگے اور وہ لڑکی بھی ابھی بیہوش ہے اور ویسے بھی اس خطرناک جنگل میں وہ کہاں جائے گی۔!!" پر یہاں ایک غنڈے کی آواز سنتے ہی اپنی مدد پر اللہ کا شکر ادا کرنے لگی تھی۔۔ جیسے ہی سب کھانے میں مشغول ہو گئے وہ اندر کی طرف دبے قدموں بڑھی تھی، ایک لمبی سی راہداری پار کرنے کے بعد ایک طرف مڑنے پر ایک روم نظر آیا جو باہر سے بند تھا۔۔

وہ چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے روم کا دروازہ دھیرے سے کھول کر جیسے ہی اندر داخل ہونے لگی تھی ویسے ہی کسی نے اس کی کمر پر زور سے مارا تھا وہ کمر پکڑتے ہوئے وہیں فرش پر زیر ہوئی تھی۔۔

نجانے کتنے دیر بعد وہ حواس میں لوٹتے ہوئے اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتے سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی اور جیسے ہی اسے سب کچھ یاد آیا تو وہ خوفزدہ ہو گئی تھی۔۔

کیوٹ سائیں کہاں ہیں آپ، مجھے بچالیں۔۔!! "وہ آنکھوں میں آنسو لیے بھاری"
ہوتے سر کے ساتھ ہی خود کور سیوں میں جکڑا محسوس کیا تھا۔۔

یہ بہت بڑا روم تھا لیکن گرد اور مٹی سے اٹا ہوا تھا، چاروں طرف جالے نظر آرہے تھے اور
ہر طرف پرانے سامان بکھرے ہوئے تھے۔۔

اسے فرش پر ہی رسیوں سے باندھ کر رکھا تھا۔۔

یا اللہ میری حفاظت کرنا، مجھے ہمت دے اور میری رہنمائی کر۔۔!! "وہ اس پاک ذات"
سے مخاطب ہوتی خود کو پر سکون رکھتے ہوئے اب مقابلہ کے لئے تیار تھی۔۔

اسے معلوم تھا کہ مشکل وقت میں گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ڈٹ کر حالات کا مقابلہ کرنا
چاہیے۔۔

وہ چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے ایک فرش پر پڑے کانچ کے واز پر نظر مرکوز کیے
پر سکون ہوئی تھی۔۔

بڑی مشکل سے خود کو گھسیٹتے ہوئے اس واز تک پہنچ کر ہاتھ پیچھے بندھے ہونے کے باوجود بھی اسی طرح گھسیٹتے ہوئے اپنی جگہ پر پہنچ کر واز کو فرش پر پھینکتے ہوئے پھر سے آنکھیں موند گئی تھی۔۔

کچھ گرنے کی آواز سن کر ایک غنڈا اندر داخل ہوا تھا لیکن اسے بیہوش دیکھ کر واپس چلا گیا تھا۔ وہ آنکھوں کی جھری سے اسے واپس جاتے دیکھ کر اپنی رکی ہوئی سانس بحال کی تھی۔ واز کے ٹکڑے اس کی نظروں میں نہیں آئے تھے کیونکہ وہ ماہم کی پشت کے پیچھے تھے اس لئے ہی دکھائی نہیں دیئے تھے۔۔

وہ ایک ٹکڑے کو ہاتھ میں لیتے ہوئے رسی پر رگڑ رہی تھی۔ بہت دیر تک رگڑنے کے بعد رسی کٹ کر ڈھیلی ہو گئی تھی، وہ ہاتھ کو کھولتے ہوئے اب پیرو کو کھول رہی تھی جب اسے باہر سے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی تھی۔۔

وہ وہیں فرش سے لوہے کا راڈ اٹھاتے ہوئے دروازہ کے قریب پہنچ کر کھڑی ہوئی تھی جب دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔۔

وہ نسوانی وجود دیکھ کر راڈ سے سر پر مارنے کے بجائے کمر پر لگاتے ہوئے زور سے فرش پر گرایا تھا۔

تم کون ہو۔۔؟" وہ فرش پر گرے اس وجود پر نظریں مرکوز کیے ہی اسے دیکھ رہی تھی۔" جواب اسے سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے فرش پر گری مسکرا رہی تھی۔

ٹکڑ کی ہیں آپ۔۔!!" وہ نیلی آنکھوں والی بے حد خوبصورت لڑکی اس کا جائزہ لیتے ہوئے پراسراری مسکراہٹ چہرے پر لیے اب اٹھ کر بیٹھی تھی۔

کیا مطلب، کس کے ٹکڑ کی۔۔؟" وہ اپنے سوال پر اس کے عجیب و غریب سے جواب پر "ہو نقوں کی طرح اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

ارے اپنے ہی اور میرے لالہ کی ٹکڑ کی ہیں۔۔!!" وہ اس کے سامنے کھڑی ہوتی ہوئی "بے اختیار اس سے لپٹی تھی۔۔

دماغ خراب تو نہیں ہو گیا تمہارا۔۔!!" وہ غصے سے خود سے لگے اس وجود کو جھٹک بھی "نہیں پائی تھی۔۔

آپ سردار عون عباس جعفری کی سردار نی سائیں ماہم سکندر ہیں اور میں سردار عون " عباس جعفری کی بہن پر یہاں عباس جعفری ہوں۔۔!!" وہ بے ساختہ محبت سے اس کے گالوں کو چومتے ہوئے اپنا تعارف دیتے ماہم کو ساکت کر گئی تھی۔۔

خود سے چھوٹی سی بچپن میں ساتھ کھیلتی اس نیلی آنکھوں والی گڑیا بہت شدت سے یاد آئی تھی۔ اتنے سالوں میں اس نے صرف عون عباس جعفری کو یاد کیا تھا جس سے اس کو باقی سب بھول گئے تھے۔۔

لیکن آج اپنے سامنے دیکھ کر اسے وہ یاد آنے کے ساتھ ہی وہ سب پل بھی یاد آنے لگے تھے۔۔

پر۔۔ پر، تم ہماری پری ہو۔۔!!" وہ لڑکھڑاتے لبوں لہجے میں مخاطب ہوتے ہی اس " سے لپٹی تھی۔۔

دونوں کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔۔

ہمیں یہاں سے فوراً نکلنا ہوگا، چلیں بھا بھی سائیں۔!! "وہ اس کے ہاتھوں میں ہاتھ" ڈال کر فوراً نکلنے لگی تھی جب وہ خود کے ہاتھوں میں لیے راڈ کو اسے پکڑاتے ہوئے خود بھی ایک راڈ اٹھاتے ہوئے نکلی تھی۔

یہ ہماری حفاظت کے لئے ہے، ہمیں ان کے ہاتھ نہیں لگنا ہے پری۔!! "وہ اسے" ہدایت دیتے ہوئے راہداری سے گزر کر ایک روم کی طرف مڑتے ہوئے دروازہ کھول کر دونوں طرف کھڑی ہوئی تھیں۔

تین منٹ بعد ہی ان کے نہ ہونے کی خبر پھیلنے ہی پہلچ مچ گئی تھی، ہر طرف قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ دونوں دروازہ کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی جب دو غنڈے اس روم میں داخل ہوئے تھے، وہ دونوں ان پر ٹوٹ پڑیں تھیں۔

دونوں کو مار مار کر ادھ موا بنادیا تھا اور پھر انہیں گھسیٹ کر دروازہ کے پیچھے ہی لٹاتے ہوئے وہاں سے نکلنے لگیں تھیں جب پر یہاں ایک غنڈہ کی ریوالور دیکھ کر اٹھاتے ہوئے ماہم کے پیچھے چلی گئی تھی۔

وہ دونوں وہاں سے نکل کر دیوار کے سہارے ہی داخلی دروازے کے پاس بنے ایک روم میں داخل ہوتے ہی چھپیں تھیں۔۔

جب باہر سے گولیوں کی آواز سنائی دی تھی اور بہت سے لوگوں کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوتے ہی وہ دونوں الرٹ ہوئیں تھیں۔۔

جب ایک ساتھ چھ سات لوگ اسی روم میں داخل ہونے لگے تھے، وہ دونوں اسی راڈ سے انہیں بے تہا شمارتے ہوئے نکلنے کی کوشش کرنے لگیں تھیں جب ان کے سر پر گن رکھتے ہوئے وہ ان دونوں کو لے کر لان میں آئے تھے۔۔

وہ دونوں بے بس سی ایک دوسرے کو نظروں سے ہی تسلی دیتی ہوئی باہر آئیں تھیں جب ان کے ہاتھوں کو رسیوں سے باندھتے ہوئے انہیں وہیں فرش پر بیٹھا کر چاروں طرف سے گھیر کر کھڑے ہوئے تھے۔۔

مزل تم تو بہت کمال کر گئے ہو، ایک کے ساتھ ایک اور لے کر آئے ہو۔!! "عبدال" خالق گاڑی سے نکل کر فرش پر ماہم کے ساتھ پر یہان کو دیکھ کر مکر وہ سا قہقہہ لگا گیا تھا۔۔

تم نے مجھے یہاں لا کر اپنی موت کو دعوت دی ہے، مجھے لانے کے بعد سے اب تک گھنٹے " گنوں عبدال خالق، ان گھنٹوں کا حساب تمہیں ایسے دینا ہو گا کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو۔!!" ماہم اسے نفرت آمیز نظروں سے دیکھ کر ہی مسکرانے لگی تھی۔

اس کی پراسراری مسکراہٹ نے عبدال خالق کو آگ لگادی تھی۔

تم بھی اپنے باپ کے جیسے باتیں کر رہی ہو، وہ بھی ایسے ہی کہا کرتا تھا لیکن دیکھو کیا کر " پایا، کچھ بھی نہیں۔!!" وہ ان دونوں کے چہرے پر نفرت دیکھ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا کہ کسی کے چہرے پر اپنے لیے نفرت دیکھنا دنیا کا سب سے مشکل ترین عمل ہوتا ہے۔

چھیں۔!! تم ظلم کے کس درجہ پر فائز ہو یہ دیکھو، تم اپنے اس دوست کے نہیں ہو سکے " جنہوں نے دوستی میں اپنی بہن کا رشتہ دیا اور تو اور زمین بھی دی جس پر تم راج کرو، لیکن تم نے تو اپنے اس دوست کو بھی دھوکہ دیا۔!!" پر یہاں نفرت سے اسے گھورتے ہوئے پھنکاری تھی۔

وہ اس نیلی آنکھوں والی حوروں جیسی لڑکی کو بغور جائزہ لیتے ہوئے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

مزل پر اپرٹی فائل لاؤ، آج دونوں سے سگنیچر کروانے کا وقت آ گیا ہے کیونکہ اتنے " سالوں بعد پر یہاں عبدل خالق اپنے پیارے سے مکھڑے کے ساتھ میرے سامنے خود چل کر پہنچیں ہیں۔۔!!" وہ اس کے قریب جھکتے ہوئے اس کے گالوں کی طرح ہاتھ بڑھایا تھا جسے وہ اپنے چہرے کو پیچھے کرتے ہوئے پھنکاری تھی۔۔

سنا نہیں آپ نے کہ میں پر یہاں عباس جعفری ہوں، مجھے آپ سے، آپ کے نام سے " نفرت ہے، ارے دنیا میں کوئی ایسا باپ کسی نے دیکھا ہے کہ اس کی بیٹی اس کے ظلم سے بچنے کے لئے روپوش ہو جائے، گھٹ گھٹ کر زندگی جینے پر مجبور ہو جائے۔ جب بھی میں اپنے آپ کو سوچتی ہوں مجھے خود سے نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔۔!!" وہ زور سے چیختے ہوئے وہاں کھڑے سبھی نفوس کے ساتھ دو طرف سے اندر آتے وہ دونوں وجود بھی ساکت کھڑے رہ گئے تھے، اس کا دردا نہیں خود پر محسوس ہوا تھا، آنکھوں کے کنارے لال سرخ ہوئے تھے۔۔

تمہارے کہہ دینے سے رشتہ نہیں بدل جائے گا، رہوں گا تو میں تمہارا باپ ہی۔۔!!" وہ غصہ سے خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔

باپ کا کوئی ایک بھی فرض ادا کیا ہو تو میں ابھی اس پر اپرٹی کے پیپر زپر سگنچر کر دوں،" لیکن نہیں جس کے لئے تم نے در بدری کا کھیل کھیلا ہے ناں میں کبھی مر کر بھی تمہاری خواہشات کی تکمیل نہیں ہونے دوں گی۔!!" وہ بھی اب کی بار آنکھوں میں آنسوں لیے زہر خند مسکراہٹ سے کہتے ہوئے اسے آگ میں جھونک گئی تھی۔

اچھا ٹھیک ہے دیکھتے ہیں، ویسے یہ ماہم سکندر تمہاری بڑی قریبی ہیں نہ تو اگر میں اسے "دس منٹ کے لئے اپنے گارڈ کے حوالے کر دوں تو کیسا رہے گا۔!!" وہ ماہم کو گندی نظر سے دیکھتے ہوئے پر یہان کے اور وہاں کھڑے ان دونوں نفوس کو سہا گیا تھا۔

اگر کسی نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو۔!!" تو کے آگے کچھ کہتی جب کسی کے قدموں " کی آہٹ اور خوشبو سے ہی وہ پر سکون ہو گئی تھی۔

وہ جان چکی تھی کہ اس کا محافظ اس کے آس پاس ہی ہے۔۔

اگر کسی نے ہاتھ تو دور نظر بھی ڈالی تو اسے زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔ بیخ انسان اگر " مقابلہ ہی کرنا تھا تو مرد بن کر سامنے سے کرتے لیکن تم تو بزدل ہو ہمیشہ ہی پیٹھ پیچھے وار

کرتے ہو۔۔!!" وہ اپنی ریوالبورہاتھوں میں لیے، غصے سے لال سرخ چہرہ لیے بگڑے موڈ کے ساتھ ہی ان کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔۔

پر یہاں اور ماہم کے چہرے پر اسے دیکھتے ہی سکون پھیل گیا تھا۔۔

ارے واہ بن بلائے مہمان کی طرح سردار عون عباس جعفری بھی آگئے ہیں، چلو یہ بھی " اچھا ہو گیا ہے۔۔!!" وہ اسے دیکھتے ہوئے اپنی گن نکالتے اس کی طرف رخ کر کے کھڑا ہوا تھا۔۔

سے گھٹیا انسان اگر میرے سردار سائیں کو ایک کھرونج بھی آئی تو میں تمہاری جان لے " لوں گی۔۔!!" وہ خوفزدہ ہوتے ہوئے چیخی تھی لیکن اس کی چیخ کا اثر ان دونوں میں سے کسی پر بھی نہیں ہوا تھا۔۔

دونوں ایک دوسرے پر گن تانے آمنے سامنے خونخوار تیور لئے کھڑے تھے۔۔

ہم دونوں وہ زمین تمہیں دینے کو تیار ہیں۔۔!!" وہ دونوں ہم آواز چیختے ہوئے اسے " روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی تھیں۔ بہت مشکل ہوتا ہے کسی اپنے کو خونے کا خوف محسوس کرنا۔۔

چہرہ آنسوؤں سے تر ہوا تھا، وہ بے بس سی بندھے ہاتھوں سمیت وہیں رو پڑی تھیں۔۔
ایک گارڈ عبدل خالق کے اشارے پر پر یہان کے سر پر گن رکھتے ہوئے اب سردار عون
عباس جعفری کو بے بس کیا تھا۔۔

اگر تمہارے ریوالور سے ایک گولی نکلی تو دو گولیاں تمہاری بہن کے وجود میں پیوست "
ہونگی، بازی تمہارے ہاتھ میں ہے۔۔!! " وہ بھول گیا تھا انصاف کرنے والا اوپر بیٹھا
ہے۔۔

جو اپنی اولاد کا نہیں ہو سکتا وہ کسی اور کا کیا ہوگا، لیکن میں سردار عون عباس جعفری "
ہوں، عباس جعفری کا بیٹا، سکندر جعفری کا بھتیجا اور سردار انیس جعفری کا پوتا ہوں۔ جو
اپنے رشتے کو نبھانے میں پیچھے نہیں ہٹتے بلکہ اپنے رشتوں کو بچانے کے لئے اپنی جان بھی
قربان کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔۔!! " وہ پرسکون انداز میں کہتے ہوئے اپنی ریوالور زمین پر
پھینک دیا تھا۔۔

اس دوسرے وجود نے سردار عون عباس جعفری کی بات سن کر آنکھوں میں چمک لئے
مسکرایا تھا لیکن جب اس کی نظر سامنے عبدل خالق کی انگلیوں پر پڑی جو ٹریگر پر انگلی رکھ کر

دباؤ بڑھایا تھا اور بس وہی لمحہ تھا جب وہ بے اختیار بھاگتے ہوئے عون کو دھکادیتے گولی خود پر لے گیا تھا۔۔

اس کی سفید شرٹ خون سے رنگتی جا رہی تھی، درد سے اس کے منہ سے ایک سسکاری نکل کر وہاں کھڑے ان تینوں کو تکلیف سے دوچار کر گئی تھی۔۔

عون ابھی تک اپنے سامنے گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے شانزل زاویار کو بے یقینی سے دیکھ رہا تھا جب کہ پر یہاں بے تہا اشاروتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔۔

تم شانزل۔۔! اپنے دشمن کو بچانے کے بارے میں سوچ بھی کیسے لیا۔۔!! "عبدل" خالق بھی اس کے شرٹ کو لال سرخ ہوتے دیکھ کر ساکت ہوا تھا۔۔

کون دشمن چچا سائیں، جسے آپ دشمن کہہ رہے ہیں وہ میرا جگر ہے میرا سکون " ہے، میری ہمت ہے، یہ میرا وہ دوست ہے جس کے بغیر شانزل زاویار کی زندگی ادھوری ہے، عون عباس جعفری میرا بھائی ہے جس کو بچانے کے لئے میں اب تک اس کی نظروں میں براہمتا آیا ہوں۔۔ عبدل خالق تم دشمن کی بات مت کرنا ابھی معلوم ہو جائے گا کہ

میرا دشمن کون ہے۔۔!!" وہ زہر خند مسکراہٹ چہرے پر سجا کر اپنے درد اور تکلیف کو دباتے ہوئے عبدال خالق کو شعلوں میں جھونک گیا تھا۔

عون ابھی تک بے یقینی سے شانزل زاویار کو دیکھ رہا تھا اور اس کی باتیں اپنے دل کے آر پار ہوتی محسوس کر رہا تھا۔

شان۔۔!!" پر یہاں اسے گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے دیکھ کر تکلیف سے بے تہاشا" روتے ہوئے چیخی تھی لیکن وہ اس کی طرف ابھی تک نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ شانزل تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔۔!!" عبدال خالق کے ہاتھوں میں لرزش پیدا ہوئی تھی " شانزل زاویار کے اس روپ کو دیکھ کر۔

اپنی گندی زبان سے میرا نام بھی مت لینا، آٹھ سال سے اذیت برداشت کرتے ہوئے " تمہیں چچا سائیں کہا تو تمہیں کیا لگا سب ٹھیک ہے ہاں، میرے ڈیڈ، میری ماما اور میرے بھائی کے ساتھ تم نے جو بھی کیا مجھے سب معلوم ہے اور اس سب کا حساب تمہیں سود سمیت چکانا ہوگا۔۔!!" وہ اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ ہی عبدال

خالق کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی تھی اور پر یہان، عون کو رونے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

عبدل خالق ابھی کچھ سمجھتا جب دین محمد کے ساتھ کمیشنر اور پولیس کی پوری ٹیم نے انہیں گھیر لیا تھا۔۔

شانزل یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔۔!! "عون اس کے قریب جھک کر بیٹھتے ہوئے اسے" دیکھ رہا تھا، بے یقینی سے بے یقینی تھی۔۔

خبردار عون عباس جعفری مجھے ہاتھ بھی نہیں لگانا، تمہیں کیا لگتا ہے کہ ایک گولی لگنے سے مر جاؤں گا، اتنی اذیت برداشت کہ تب تو نہیں مرا یہ چھوٹی سی بولیٹ میرا کیا بگاڑ لگی۔۔!! "وہ لال آنکھوں سے گھورتے ہوئے اسے وہیں روک دیا تھا۔۔

عبدل خالق کو پولیس نے گرفتار کر لیا تھا، اس کے خلاف اتنے زیادہ سبوت ملے تھے کہ انہیں فوراً گرفتاری کا وارنٹ جاری ہو گیا تھا۔۔

شٹ اپ زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ منہ توڑ دوں گا تمہارا۔۔!! "عون دھاڑتے ہوئے دین محمد سے کچھ کہتا اس کی طرف بڑھا تھا۔۔

تمہیں مجھ سے ہمدردی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ شانزل زاویار اعتبار کے " قابل نہیں ہے۔۔!!" وہ پر یہان کو خون آشام نظروں سے دیکھتا سے رونے پر مجبور کر دیا تھا، وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس دشمن جاں کو دیکھا تھا جو آج نجانے کون کون سے انکشافات کرتے ہوئے اسے پچھتانے پر مجبور کر دیا تھا۔

ساتھ آئیں لیڈریز پولیس اہلکاروں میں سے ایک نے ان دونوں کے ہاتھوں کو رسیوں سے آزاد کیا تھا۔

پر یہان بھاگ کر روتے ہوئے اس کے پاس پہنچی ہی تھی جب وہ بے اختیار عموں کے بڑھے ہوئے ہاتھ کو نظر انداز کرتے ہوئے وہیں کھڑے دین محمد کا ہاتھ پکڑ کر اپنے زخمی بازو کو پکڑتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

دین محمد اسے گاڑی میں بیٹھانے لگا تھا جب پھر سے اس کی طرف بھاگتی ہوئی پر یہان کو عموں نے اپنے بازوؤں میں سمیٹا تھا۔

لالہ انہیں گولی لگی ہے اور خون بھی نکل رہا ہے۔۔!!" وہ بے تہا اشاروتے ہوئے اس " دشمن جاں کی تکلیف خود پر محسوس کر رہی تھی۔

گڑیا آپ دونوں حویلی جائیں، میں اس کے ساتھ ہوں۔!! "وہ اس کے سر کو سہلاتے" ہوئے انہیں وہیں چھوڑتے ہوئے بنا ماہم سے ملے نکلتا چلا گیا تھا۔

دین محمد ان کے قریب آتے ہوئے انہیں گاڑی میں بیٹھاتے حویلی کی طرف روانہ ہوا تھا۔

پورے راستے پر یہاں روتے ہوئے آئی تھی، اور ماہم بھی اس صورتحال سے پریشان تھی لیکن پھر بھی پر یہاں کو سنبھال رہی تھی۔

حویلی پہنچتے ہی جہاں ان دونوں کو دیکھ کر خوشی کی لہر دوڑی تھی وہیں شانزل زاویار کو گولی لگنے کا سن کر وہ سب اس کے لئے دعاؤں میں مشغول ہو گئیں تھیں۔

کیونکہ وہ بھی تو اس حویلی کے جگر کا ٹکڑا تھا۔

(ماضی)

انیس جعفری کے دو بیٹے کے بعد دو بیٹیاں بھی تھیں، بڑی بیٹی ماہ نور کی شادی انہوں نے اپنے دوست کے بڑے بیٹے زاویار صاحب سے کی تھی، جو خود کا بزنس کرتے تھے اور گاؤں کا رخ کبھی کبھار ہی کرتے تھے۔

ان کے دو بیٹے تھے، بڑا بیٹا شانزل زاویار اور چھوٹا بیٹا جو حمزہ کے ہم عمر تھا۔

انیس جعفری کی چھوٹی بیٹی مہناز بیگم جو بہت لاڈلی تھیں، ان کی شادی زاویار صاحب کے چھوٹے بھائی اور سکندر جعفری کے جگری دوست عبدال خالق سے ہوئی تھی۔

وہ وومن ٹریڈنگ کے کاموں میں ملوث تھا اور جب یہ بات ان کی بیوی کو معلوم ہو گئی تو وہ انہیں بھی ٹارچر کرنے لگا تھا۔ وہ وہاں سے ایک دن زاویار صاحب کی مدد سے اپنی بیٹی کو لے کر بھاگنے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔

انیس جعفری نے اپنے گھر کی دونوں رحمت کے نام سے شاہ پور صدر چوک کے قریب کی کئی ایکڑ کی زمین لکھ دی تھی جس پر عبدال خالق نظر ٹکا کر بیٹھا تھا۔

وہ ہر حال میں وہ زمین پانا چاہتا تھا جس کے لئے وہ سکندر جعفری کو دھمکی بھی دے رہا تھا اور عون کے نکاح والے دن انیکسی میں آگ لگوا کر اور ماہم کی امی پر گولی چلو کر جعفری خاندان کو منہ کے بل گرا دیا تھا۔

ماہم اور انابی کو اس کی وجہ سے حویلی چھوڑ کر جانے کے بعد بارہ سالہ عون عباس جعفری نے بڑا فیصلہ لیتے ہوئے زاویار صاحب سے اور اپنے جگری دوست شانزل سے مشورہ کر کے پر یہان کی حفاظت کے لئے شانزل سے نکاح کروا دیا تھا۔

زمین اب بھی ماہم اور پر یہان کے نام تھی اور عبدال خالق اب ان دونوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا تھا۔ وہ اب اپنے غصے میں کچھ بھی کر گزرنے کو تیار تھا۔

شانزل اٹھارہ سال کا تھا اور پر یہان بارہ سال کی جب ایک دن زاویار صاحب اور ان کی زوجہ سمیت ان کے چھوٹے بیٹے کا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا۔

سب کچھ پل بھر میں ختم ہونے کے بعد دوسرے ہی دن شانزل عون کے پاس آتے ہی بنا کچھ بولے ان سے اپنے ہر رشتے کو توڑ کر عبدال خالق کے ساتھ چلا گیا تھا۔

اور بس تبھی سے ان دونوں کے درمیان دشمنی کی شروعات ہوئی تھی، اب عون ماہم اور انا بی کو ڈھونڈنے کے ساتھ ساتھ پر یہاں کو بھی دشمنوں سے بچانے کے لئے روپوش کیا تھا۔ وہ خود کبھی کبھی مل لیا کرتا تھا۔۔

آج اس انکشاف نے سردار عون عباس جعفری کو ہلادیا تھا وہ ابھی تک شاک میں تھا کہ آخر شانزل زاویار نے جب اس سے دل سے دشمنی نہیں نبھائی تو پھر دوستی کیوں توڑی۔۔ اور آج اس پر لگنے والی تکلیف خود پر کیوں لے لیا تھا۔۔

ان سب سوال کا جواب خود شانزل زاویار ہی دے سکتا تھا لیکن وہ اس وقت آپریشن روم میں تھا جہاں ڈاکٹر ظفر اور پوری ٹیم لگی ہوئی تھی۔۔

وہیں ہاسپٹل کے کوریڈور میں ایک طرف وہ کھڑا تھا اور آمنے سامنے شاداب اور دین محمد بھی خاموش کھڑے دعاؤں میں مشغول تھے۔۔

آپریشن روم کا دروازہ کھلا تھا اور ڈاکٹر ظفر کا چہرہ نمودار ہوا تھا۔ وہ تیز رفتار سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کے قریب پہنچ کر سامنے کھڑا ہوا تھا، عون نے نظروں سے ہی اس سے پوچھا تھا۔

وہ ٹھیک ہے گولی کندھے پر لگی تھی، لیکن خون بہت زیادہ ضائع ہو گیا ہے، تم پریشان نہ ہو ابھی روم میں شفٹ کر دیا جائے گا پھر مل لینا۔!! "وہ اسے لئے ہی اپنی کیبن کی طرف بڑھا تھا۔

عون تم بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو چاہو تو یہی آرام کر لو۔!! "وہ اس کے بکھرے ہوئے حولیہ پر نظر ڈال کر کہا تھا۔

نہیں مجھے اس کے پاس جانا ہے، اسے کب تک ہوش آجائے گا۔!! "وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تھا، اس کی بے چینی دیکھ کر ظفر نے بھی نہیں روکا تھا۔

وہ ظفر کی کیبن سے نکل کر شانزل کے روم کی طرف بڑھا تھا جہاں پہلے سے ہی دین محمد اور شاداب کھڑے تھے۔

دین محمد کیا وہ تنہا ہی آٹھ سال ازیت ناک تکلیف جھیلتا رہا ہے، کیا میں اتنا انجان بنا رہا اس سے۔۔؟ میں کیوں سمجھ نہیں پایا دین محمد۔۔!!" وہ تکلیف سے آنکھیں مینچتے ہوئے اپنے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑا تھا۔۔

سردار سائیں آپ خود کو الزام نہیں دیں، آپ بھی اپنی جگہ سہی تھے اور شانزل سائیں "بھی اپنی جگہ درست تھے۔۔!!" دین محمد اپنے سردار سائیں کو اس کیسے دیکھ سکتا تھا۔۔ چار گھنٹے بعد صبح فجر تک اسے ہوش آیا تھا، اس وقت عون روم کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا سے بغور دیکھ رہا تھا۔۔

ظفر اس کا چیک اپ کر رہا تھا اور شاداب، دین محمد وہیں صوفے پر بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

ظفر۔۔! عون ٹھیک تو ہے نا۔۔؟" وہ ظفر سے پوچھتے ہوئے وہاں سبھی نفوس کو "مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ شانزل کی نظر عون پر ابھی تک نہیں پڑی تھی۔۔

ابے گھامڑ گولی تمہیں لگی ہے، اسے نہیں۔۔!!" وہ اس کی فکر پر اپنی مسکراہٹ کو "ہونٹوں میں دبا کر اسے ڈپٹا تھا۔۔

ہاں لیکن اسے ہی لگنے والی تھی۔۔!!" وہ اس لمحے کو سوچ کر ایک بار پھر تکلیف کا شکار " ہوا تھا۔۔

ہاں لیکن ہمیشہ کی طرح آج بھی تم نے اس کی حفاظت اپنی جان پر کھیل کر کی ہے، دوستی " کی یہ کیسی مثال ہے شانزل زاویار کہ دشمنی کی آڑ میں دوستی نبھائی جا رہی ہے۔۔!!" ظفر اپنے چہرے پر سنجیدگی طاری کیے اسے زچ کیا تھا جب عون کی بھاری گمبھیر آواز گونجی تھی۔۔

ظفر اس سے کہو کہ یہ میری فکر میں ہلکان نہ ہو۔۔!!" عون کی آواز سن کر وہ اپنے " ہونٹوں کو بھینچ گیا تھا۔۔

عون لال سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے قریب پہنچا تھا جب شانزل نے اس کی طرف سے اپنے چہرے کا رخ موڑا تھا۔۔

یہ ناراضگی اور تکلیف سردار عون عباس جعفری کو اذیت سے دوچار کر گئی تھی۔۔

خود کو بہت توپ سمجھتے ہو، اتنی ہی مجھ سے محبت جاگ رہی تھی تو نفرت کا ڈھنڈورا پیٹتے" ہوئے ہمیشہ میری نظروں میں برے کیوں بنے۔۔؟" وہ اس کے ہی بیڈ پر بیٹھ کر نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

ظفر نے اس کے بیڈ کے سرہانے کو اونچا کیا ہوا تھا جس سے وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ تم سب مجھ سے نفرت کرو، لیکن میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں" کہ تم نے کبھی مجھ سے نفرت کی ہی نہیں۔۔!!" وہ اپنے اس جان سے پیارے جگر کو اتنے سالوں بعد اپنے اتنے قریب دیکھ کر نم آواز میں کہتا بے اختیار رو دیا تھا۔۔ عون اسے روتے ہوئے دیکھ کر خود بھی بے اختیار روتے ہوئے نرمی سے اس کے دوسرے کندھے سے لگا تھا۔۔

شانزل ایک ہاتھ میں نیڈل جب کہ دوسرے میں آپریشن کی وجہ سے اس کے گرد حصار نہیں کر پارہا تھا لیکن عون نے اپنے دونوں بازو اس کے گرد لپیٹ کر اتنے سالوں بعد اسے نرمی سے خود میں بھینچا تھا۔۔

بہت تنہا تھا عون، بہت زیادہ۔۔ لیکن آج اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر مجھے بہت سکون " محسوس ہو رہا ہے۔۔!! " وہ اس کے کندھے پر سر رکھے خود کو بہت پر سکون محسوس کر رہا تھا۔۔

ظفر، شاداب اور دین محمد اس ملن پر مسکراتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔۔

عون اب اس کی تکلیف کے خیال سے اسے لٹا کر اس کے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھینچے وہیں بیٹھ گیا تھا۔۔

تم مجھ سے پوچھو گے نہیں عون کہ یہ سب میں نے کیوں کیا۔۔؟ " وہ عون کو دیکھ کر آج " اپنا غم بانٹنا چاہتا تھا۔۔

پہلے تو نہیں بتایا شانزل، اس لئے آج بھی اگر نہیں بتانا چاہو تو تمہاری مرضی "

ہے۔۔!! " وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

اس وقت مجھے جب سب معلوم ہوا تو میرے زہن میں اب اپنی بچی ہوئی فیملی کو پروٹکٹ " کرنے کے سوا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، اس لئے میں نے سب سے پہلے تم سے رابطہ ختم کر کے اس گھٹیا انسان کو یقین دلایا کہ میں اس کے ساتھ ہوں، پھر میں دھیرے

دھیرے سارے سبوت اکٹھا کرنے لگا اور جو بھی منسوبہ وہ بناتا میں سب سے پہلے دین محمد کو انفارم کرتا تھا۔!! "شانزل کی بات غور سے سنتے ہوئے عون نے دین محمد کی بات پر بے یقینی سے گردن گھما کر اسے گھورا تھا۔

تم اسے گھورنا بند کرو، وہ پہلے دن سے میرے ساتھ تھا لیکن میں نے ہی اسے کہا تھا کہ وہ " تمہیں کچھ بھی نہیں بتائے اور دین محمد نے جو بھی کیا وہ اپنے سردار سائیں کی محبت میں کیا۔!! " وہ دین محمد کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے دل کو صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اچھا اس کا مطلب اس دن جنگل میں مجھے پروٹیکٹ تمہارے لوگوں نے کیا تھا۔!! " عون اب دین محمد کو چھوڑ کر اسے گھورا تھا۔

ہاں بالکل۔!! " وہ معصومیت سے اپنے سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے مسکرایا تھا۔

یہ سب تم مجھے بتا کر بھی کر سکتے تھے مجھے اندھیرے میں رکھنے کی کوئی خاص "

وجہ۔!! " وہ خونخوار تیور لئے اسے اب گھور رہا تھا۔

ہاں کیونکہ وہ بہت شاطر اور چالاک تھا اگر اسے معلوم ہو جاتا تو وہ تمہیں نقصان پہنچا سکتا " تھا لیکن مجھ میں ہمت نہیں بچی تھی کہ میں کسی بھی اپنے کو اب تکلیف میں مبتلا دیکھوں۔ بس ایک ہی بار میں چوک گیا اور تمہیں وہ تکلیف سہنی پڑی۔!! " وہ اس کے گولی لگنے کا زکر کر رہا تھا۔

ہاں اور جب تک سردار سائیں کو ہوش نہیں آ گیا تھا تب تک آپ ان کے قریب بیٹھے " رہے تھے۔!! " دین محمد مسکراتے ہوئے اس کا بھانڈہ پھوڑا تھا۔

عون مجھے بعد میں گھور لینا پہلے تم کچھ کھا لو پھر سو جانا کیونکہ مجھے بھی نیند لگ رہی ہے، " مجھے تم سے بہت ڈھیر ساری باتیں بھی کرنی ہے۔!! " وہ شاداب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کھانا لانے کو کہا تھا۔

ظفر بھی مسکراتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔

اچھا میں چلتا ہوں۔!! " وہ اب اپنی باری پر کھسکنے لگا تھا۔

زرا ادھر آؤ میرے دوست۔!! " عون بے اختیار اٹھتے ہوئے اس کی گردن میں بازو " جمائل کرتے ہوئے زور سے دبایا تھا۔

ارے چھوڑ دے سردار مجھے، ورنہ میں پنچایت لگاؤں گا۔ مجھے کچھ بھی نہیں معلوم تھا، "مجھ پر ظلم نہ کر، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، ان کے ابا کو چھوڑ دے۔!!" ظفر کی دہائی پر سب کا مشترکہ قہقہہ پڑا تھا۔

میں نے ابھی کچھ کہا ہی نہیں ہے۔!! "عمون نے مسکراتے ہوئے اسے دروازہ کے قریب لا کر چھوڑا تھا۔

اس اپنے گھنے مسنے سے پوچھنا، اسی نے ہم سب کو منع کیا تھا، سارا کیا دھرا اس کا ہے۔!! "وہ سارا الزام شانزل پر ڈال کر خود بھاگا تھا۔

اس کے بھاگنے کی اسپیڈ دیکھ کر عمون کا قہقہہ بے ساختہ گونج اٹھا تھا۔

وہ صوفے پر آ کر بیٹھا تھا جب دین محمد اس کے بیٹھنے سے پہلے ہی اٹھ کر اس کے سامنے گٹھنے

کے بل بیٹھا تھا۔ www.novelsclubb.com

سردار سائیں آپ کے لئے دین محمد اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہے، پھر یہ تو ایک بات کو "مصلحت کے تحت نہیں بتانا تھا۔ سردار سائیں پھر بھی میں اس سب کے لئے معذرت خواہ

ہوں۔۔!!" وہ ابھی کچھ اور بھی کہتا جب سردار عون عباس جعفری نے اس کو اٹھا کر اس کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔

دین محمد میں تم سے ناراض نہیں ہوں، تم کبھی خود کو عون عباس جعفری سے الگ نہیں " سمجھنا، کیونکہ دین محمد سردار عون عباس جعفری کا وہ ساتھی ہے جس کے بغیر سردار عون عباس جعفری ادھر رہا ہے۔۔!!" سردار عون عباس جعفری نے اپنے لفظوں کے جادو میں آج دین محمد کو بھی جکڑا تھا، آج وہ دین محمد کو سر خرد کر گیا تھا۔۔

وہ اپنے سردار سائیں کو دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اس کے سردار سائیں جیسے سردار سائیں شاید کہیں نہ ہو۔۔

عون اور شانزل سو گئے تھے۔۔ پھر تین دنوں تک اس ہاسپٹل کی درود پوار نے ان کو اتنا بولتے ہوئے سنا کہ وہ بھی حیرت کا شکار ہو گئیں تھیں۔۔

آج تین دن ہو گئے تھے، عون ابھی تک حویلی نہیں آیا تھا، ماہم جلے پیر کی بلی کی طرح ادھر ادھر گھوم رہی تھی۔۔

اس وقت حمزہ کے روم میں ماہم اور پر یہان بیڈ پر دراز سوچوں میں گم تھیں۔۔

کیوٹ اپنا آپ کو انابی بلار ہی ہیں۔۔!! "حمزہ روم میں داخل ہوتے ہی ماہم کو پیغام دے" کر پر یہان کے قریب بیٹھ گیا تھا۔۔

آپی آپ اداس کیوں ہیں۔۔؟ "وہ پر یہان کو تین دنوں سے صرف روتے ہوئے ہی" دیکھا تھا اس لیے وہ پوچھ بیٹھا تھا۔۔

کسی کو ناراض کر دیا ہے میں نے حمزہ۔۔!! "وہ شانزل کو سوچتے ہی آنکھوں میں آنسوؤں" لیے اٹھ کر بیٹھی تھی۔۔

آپ منالیں آپی۔۔!! "وہ اس کے آنسوؤں کو دیکھ کر اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے" صاف کرتے ہوئے اسے رائے دی تھی۔۔

وہ منانے کا موقع نہیں دے رہے ہیں۔۔!! "وہ اذیت سے آنکھیں مینچتے ہوئے اسے" خود سے لگا لیا تھا۔۔

پھر بہت دیر تک حمزہ اس کے زہن کو بٹانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ پر یہاں اس کے پاس بیٹھنے کے بعد اٹھ کر اپنے روم کی طرف بڑھی تھی۔۔

تین دن ہو گئے تھے اس دشمن جاں کو دیکھے اور اس کی آواز سنی ہوئے۔۔ دین محمد نے فون پر اس کے آپریشن اور پھر ٹھیک ہونے کی اطلاع انابی کو دی تھی۔۔

وہ اپنے روم میں داخل ہوتے ہی ٹھٹھک کر رکی تھی، سامنے ہی وہ دشمن جاں دیوار گیر الماری سے ٹیک لگائے کھڑا نظر آیا تھا۔۔

وہ لڑکھڑا کر زمین بوس ہو جاتی اگر دروازہ کا سہارا نہیں ہوتا تو، وہ ایک پل کے لئے بھی اس سے نظریں ہٹانے کو تیار نہیں تھی۔۔

آنکھوں میں آنسو لیے کپکپاتے لبوں سے وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن بے یقینی ایسی تھی کہ وہ اس سے بھی پہلے اسے چھو کر محسوس کرنا چاہتی تھی۔۔

وہ بڑی مشکل سے خود کو سنبھال کر آگے بڑھتی اس کے قریب پہنچ کر اس کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جب وہ ہیویلا غایب ہوا تھا۔۔

وہ اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ کر بے اختیار شدت سے روتے ہوئے وہیں فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی۔ یہی تو اس کے ساتھ ہو رہا تھا کہ وہ اسے ہر جگہ دکھائی دیتا تھا لیکن وہ صرف اس کا خیال تھا اور کچھ بھی نہیں۔۔

مت کریں شان پلیز مت کریں، مجھے تڑپا کر آپ کو کیا ملے گا۔؟ مانتی ہوں کہ غلطی " ہوئی ہے مجھ سے، یہ بھی مانتی ہوں کہ تنہائی کا یہ سمندر تنہا ہی پار کیا ہے آپ نے لیکن ایک موقع دیں شان صرف ایک موقع۔!! " وہ اس سے شکوہ کر رہی تھی شکایات کر رہی تھی لیکن اس طرف جامد خاموشی تھی اور یہی خاموشی تو پر یہاں کو اندر سے پل پل مار رہی تھی۔۔

وہ نجانے کتنے دیر تک روتی رہی تھی جب عون اس کے روم میں داخل ہوا تھا اور پھر اس کے قریب فرش پر ہی بیٹھ گیا تھا۔۔

گڑیا وہ ٹھیک ہے۔!! " وہ اس کے آنسوؤں کو صاف کرتے ہوئے خود سے لگایا تھا۔ " لالہ آپ شاداب بھائی کو کال کریں پلیز، مجھے انہیں ایک بار دیکھنا ہے پلیز۔!! " وہ اس سے التجاء کر رہی تھی اور وہ شانزل کی اس حرکت پر دانت پیس کر رہ گیا تھا۔۔

گڑیارات بہت ہو گئی ہے، شاداب اس کے پاس نہیں ہو گا۔!! "وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر"
بیڈ پر لٹاتے ہوئے نظر چراتے بہانہ کیا تھا۔

آپ ایک بار کر کے دیکھیں، دوبارہ نہیں کہوں گی۔!! وہ سسکیوں میں ہی اسے کال
کرنے کو کہہ رہی تھی۔

وہ اس کے قریب بیٹھ کر شاداب کو ویڈیو کال کی تھی، پر یہاں دھڑکتے دل کے ساتھ اس
کے موبائل کو دیکھ رہی تھی۔

شاداب تم شانزل سے بات کرواؤ۔!! "وہ شاداب کو حکم دیتے ہوئے اس طرف کے"
جواب سے بخوبی واقف تھا۔

سر تو سو گئے ہیں اور روم بھی ان کالا ک ہے۔!! "وہ نظریں جھکائے ہوئے جھوٹ"

www.novelsclubb.com بولنے پر مجبور تھا۔

پر یہاں بھی سمجھتے ہوئے خاموش ہو گئی تھی، وہ جانتی تھی کہ وہ اس سے ناراض ہے اور

اس کی سزا یہی ہے کہ وہ اس کی آواز سے لے کر اس کے حال احوال کے لئے بھی

تڑپے۔

تو طے رہا شانزل زاویار کہ آپ پر یہاں شانزل کی سزا میں معافی کی کوئی گنجائش نہیں " نکال سکتے، آپ سزا دے رہے ہیں تو پھر آپ کی یہ سزا بھی پر یہاں شانزل بنا ف کیسے ہی سہ جائے گی۔۔!!" وہ اپنے آنکھوں پر ہاتھ رکھے آنکھیں موند گئی تھی۔ اس کی خاموشی اختیار کر لینے پر بھی عون تب تک اس کے پاس سے نہیں ہٹا تھا جب تک کہ اسے یقین نہیں ہو گیا تھا کہ وہ سو گئی ہے۔۔

پھر تو آنے والے دنوں میں پر یہاں نے خاموشی کی چادر اوڑھ کر اپنے لب سی لیے تھے لیکن ہر آہٹ پر اس دشمن جاں کا گمان ہوتا تھا لیکن جب جب نظریں کھالی واپس پلٹی تھیں تو پھر چھپ چھپ کر کئی گھنٹوں تک بین کرتی تھیں۔۔

ماہم حمزہ کے روم سے نکل کر لاؤنج میں انابی کے پاس پہنچی تھی جب انہوں نے اشارے سے اسے روم میں بھیجا تھا۔۔

وہ سمجھ گئی تھی کہ عون آچکا ہے، وہ اپنے سو کی اسپیڈ سے دھڑکتے دل کے ساتھ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے روم کے دروازے پر چند پل کے لئے رکی تھی۔۔

تین دن تک اس نے ایک کال تک نہیں کیا تھا اس لیے وہ سمجھ چکی تھی اُدھر شدید قسم کی ناراضگی ہے۔۔

وہ دھیرے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو سیدھی نظر ڈرینگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر بال بناتے عون عباس جعفری پر پڑی تھی۔۔

اسے دیکھ کر عون کے ہاتھ کچھ پل کے لئے تھمے تھے پھر وہ اپنے کاموں میں مصروف ہو گیا تھا۔۔

اس کا یہ انداز ماہم کے دل کے آر پار ہوا تھا، وہ آنکھوں میں آنسو لیے بیڈ کے پاس کھڑی ہو کر کچھ پل تک اسے دیکھتی رہی تھی، کب دیکھی تھی اس نے ایسی بے رخی۔۔

آپ کب آئے ہیں اور شانزل لالہ کیسے ہیں۔۔؟ "کچھ تو کہنا ہی تھا لیکن وہ اس کے " سوالات سمیت اسے بھی ایسے اگنور کر رہا تھا جیسے اس نے کمرے کی دیواروں سے سوال پوچھا ہو۔۔

اس کی بے نیازی کو دیکھ کر ماہم کی پلکوں نے نم ہونا شروع کیا تھا، وہ نہیں برداشت کر سکتی تھی اس کا یہ انداز۔۔

وہ موبائل لے کر بیڈ کی طرف مڑا تھا جب اس کی خاموشی اختیار کرنے پر ایک نظر اس پر ڈالی تھی لیکن وہی ایک نظر اس پر سے پلٹنے سے انکاری ہوئی تھی۔ دل شدت سے دھڑکتا ہوا بے تابی سے اس کی طرف بڑھنے کو بے تاب ہوا تھا۔۔

وہ بے آواز روتے ہوئے نظریں فرش پر مرکوز کیے وہیں کھڑی تھی جب وہ اس کا آنسوؤں سے ترچہرہ دیکھتے ہوئے تیزی سے اس کے قریب پہنچ کر اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار کیے خود میں بھینچ لیا تھا۔۔

وہ اپنی دھڑکن سائیں کو اس سے زیادہ اگنور نہیں کر سکتا تھا اور اس طرح روتے ہوئے تو بالکل نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

وہ اس کا سہارا پاتے ہی اس کے سینے میں سر دیے بے تہا اشاروئی تھی۔۔

اور وہ اس کی خوشبو خود میں محسوس کرتے ہوئے اس تین دن پہلے کی بے قراری کو مٹاتے ہوئے پرسکون ہوا تھا۔۔

آپ نے خود کو مشکل میں ڈال کر میری سانسوں کو اٹکادیں تھیں دھڑکن سائیں، اگر آپ کو ایک کھروچ بھی آجاتی ناں تو میں اس انسان کو آگ لگا دیتا۔!!" وہ اس کے سسکتے ہوئے وجود کو خود میں سمیٹ کر بھاری گبھیر لبوں لہجے میں مخاطب ہوا تھا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایسا ہو جائے گا، مجھے معاف کر۔!!" اس کے لفظا بھی پورے " بھی نہیں ہوئے تھے جب وہ اس کا چہرہ اپنے سینے سے اٹھاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دیا تھا۔

شش۔! میں نے آپ کو معافی مانگنے کے لئے تو نہیں کہا دھڑکن سائیں، آپ کو معلوم " ہے کہ آپ میرے لئے کیا ہیں۔؟ آپ میری زندگی ہیں دھڑکن سائیں، آپ میری ہر آتی جاتی سانسوں میں بسی ہیں، جب آپ مشکل میں ہوتی ہیں ناں تو یہ سانسوں بھی دغا دینے لگتی ہیں۔!!" وہ اس کے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے صاف کرتے ہوئے اپنے لفظوں سے اس کے دل کو دھڑکا یا تھا۔

وہ دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اس دلنشین کو دیکھ رہی تھی جو اس کو اپنے لفظوں سے، اپنے انداز سے اسے معتبر کر رہا تھا۔

وہ اس کی بے یقینی کو دیکھتے ہوئے اپنی سحر میں مبتلا کرتی آواز میں جو لفظ اس کے لئے بولے
تھے وہ کتنے پل ہی اس کے خوب رو چہرے سے نظر نہیں ہٹا سکی تھی۔۔

تم کیا ہو میرے لئے

یہ میں کیسے تمہیں بتاؤں

محبت کے دیپ کی طرح

روشن جلتی چراغ ہو تم

جب تمہارے چہرے پر

میرے نام کی مسکراہٹ آتی ہے

تو میرا دل شاد ہو جاتا ہے

یہ کبھی نہیں سمجھو گی تم

تمہارے نرم ہونٹوں کی ہنسی

تمہاری آنکھوں کی چمک

مجھے زندگی دیتی ہے

یہ کبھی نہیں سمجھو گی تم

تم میرے دل کی دھڑکن ہو

میری ہر آتی جاتی سانس کی ضمانت ہو تم

تم سے ہی میری زندگی ہے

یہ میں کیسے تمہیں بتاؤں

کیونکہ یہ تم کبھی نہیں سمجھو گی۔۔

(بقلم ثناء سفیان خان)

وہ اس کی آواز اور ان جادو کرتے ہوئے لفظوں کے حصار میں بندھی ہوئی بے اختیار اس کے چہرے پر اپنے نرم و ملائم ہاتھ رکھتے ہوئے تھوڑی سی اونچی ہوتی اپنے نرم ہونٹ اس کی پیشانی پر عقیدت سے رکھتے ہوئے اب وہ اسے ساکت کر گئی تھی۔۔

اس کا لمس اپنی پیشانی پر محسوس کرتے ہوئے وہ بے اختیار مسکرایا تھا اور اس مسکراہٹ کہ اس کی دھڑکن سائیں دیوانی ہو گئی تھی۔۔

میری دھڑکن سائیں کو اپنے کیوٹ سائیں پر بہت پیار آرہا ہے کیا۔۔؟ "وہ اب اپنی اس" بے اختیارانہ حرکت پر اس کے سینے میں چھپنے کی کوشش کرتی اپنی دھڑکن سائیں کا چہرہ زبردستی اپنی نظروں کے سامنے کیا تھا۔۔

وہ شرم سے لال سرخ چہرہ لیے اپنی پلکوں کی باڑ کو جھکائے ہوئے سیدھے اس کے دل میں اتری تھی۔۔

ہاں تھوڑا تھوڑا۔۔!! "وہ اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنے ہونٹوں کو دباتے ہوئے" دھیرے سے مسکرا پڑی تھی۔۔

لیکن عون عباس جعفری اس کے جواب پر بے ساختہ قہقہہ لگاتے ہوئے اپنی معصوم سردارنی سائیں کو اپنے بازؤں میں بھرے ہوئے بیڈ پر لایا تھا۔۔

اب وہ اسے اپنے بازؤں پر سر رکھتے ہوئے دیکھ کر اس گرد حصار باندھتے اس کی باتیں سن رہا تھا۔۔

وہ اتنے سالوں کی جمع اپنی ساری باتیں اس سے کرتی اور وہ بڑے غور سے اس کی باتیں سنا کرتا تھا۔

وہ انابی کے پاس نجانے کب تک بیٹھی رہتی جب انہوں نے اسے سونے کے لئے بھیجا تھا۔

آج پندرہ دن ہو گئے تھے لیکن اس کی سزا میں کوئی کمی نہیں کی گئی تھی تبھی تو وہ اب تک اس کے سامنے نہیں آیا تھا۔

وہ سوچوں میں غرق اپنے روم میں داخل ہوتے ہی لائٹ جلا کر جیسے ہی بیڈ کی طرف مڑی تھی وہیں اس کے پیروں نے آگے بڑھنے سے انکار کیا تھا۔

ہمیشہ کی طرح آج بھی وہ دشمن جاں اسے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا نظر آیا تھا لیکن وہ جانتی تھی کہ ہمیشہ کی طرح جب وہ اس کے پاس جائے گی تو وہ غائب ہو جائے گا۔

نہیں کریں شان، بہت تکلیف دہ ہے یہ۔ مجھے معلوم ہے کہ آپ یہاں نہیں ہیں کیونکہ " آپ تو پر یہاں کو سزا دے رہے ہیں تو بھلا سزا میں معافی کیسی۔!!" وہ آنکھوں میں آنسوؤں لیے ایک ٹک اسے دیکھتی ہوئی آگے بڑھی تھی اور اس کے قریب پہنچ کر جھکتے ہوئے ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔ نظروں میں بے یقینی سی تھی۔۔

وہ سامنے بیٹھا وجود اس کے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو جھٹک دیا تھا۔ پر یہاں اپنے اپنے ہاتھوں کو دیکھتی اب سامنے دیکھ رہی تھی جب اس کی طنزیہ آواز سن کر یقین آیا تھا کہ وہ آج سچ مچ اس کے سامنے ہے۔۔

خبردار ہاتھ لگانے کی ضرورت نہیں ہے اور بہت شوق ہے ناں تمہیں کھانا بنانے اور " کچن میں کام کرنے کا تو جاؤ میرے لئے کھانا بنا کر لاؤ۔!!" وہ خونخوار تیور لئے اسے گھورتے ہوئے حکم دیا تھا۔ وہ اس کے حکم پر بے ساختہ مڑ کر باہر نکلنے لگی تھی، دل اس دشمن جاں کو چھو کر دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا لیکن وہ اس کی اور ناراضگی افورڈ نہیں کر سکتی تھی اس لئے اپنے آنسوؤں کو اندر اتارتے ہوئے وہاں سے نکل آئی تھی۔۔

آدھے گھنٹے بعد وہ چیز آملیٹ اور روٹی بنا کر ٹرے میں رکھتے ہوئے دوبارہ روم میں داخل ہوئی تھی جب اس کا دوسرا حکم آیا تھا۔

جاؤ میرے لئے کافی بنا کر لاؤ۔!!" وہ ٹرے اپنے آگے رکھ کر سکون سے کھانے سے "انصاف کرتے ہوئے بے نیازی کی انتہا کر دی تھی۔

وہ دوبارہ روم سے نکل کر کچن میں داخل ہوئی تھی اور کافی بنانے کے ساتھ ساتھ اس کو منانے کا طریقہ بھی سوچ رہی تھی۔

دس منٹ بعد وہ کافی لے کر روم میں داخل ہوئی تو وہ ٹرے ٹیبل پر رکھے خود اس کے تکیہ پر سر اور آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا ہوا تھا۔

وہ کافی ٹیبل پر رکھتے اس کے قریب ہی فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی تھی، نظریں اس پر مرکوز کیے وہ اپنے آنسوؤں کو نہیں روک سکی تھی۔

اس ظالم کی بے رخی سہنا اتنا آسان بھی نہیں تھا۔

شان میں مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے، اگر آپ مجھے سزا دینا چاہتے ہیں تو دیں " لیکن اس طرح بے رخی تو نہ برتیں۔۔!! " وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑتے ہوئے بے اختیار رو پڑی تھی۔۔

وہ بنا کچھ بولے اس کے ہاتھوں کو دوبارہ جھٹک دیا تھا، آج شاید وہ اس کی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔۔

شان بہت تڑپی ہوں آپ کے لئے اور یہ صرف ان پندرہ دنوں کی بات نہیں ہے بلکہ ان " آٹھ سالوں کی افیت ہے۔۔!! " وہ دوبارہ اس کے ہاتھوں کو پکڑنے کی غلطی نہ کرتے ہوئے بیڈ پر سر رکھے روتی رہی تھی۔۔

اس کے آنسوؤں مقابل کو زیر کر رہے تھے لیکن وہ بھی اپنے دل کو ڈپٹتے ہوئے اسے رونے دیا تھا۔۔

مجھے معلوم ہے کہ مجھ کو معاف کرنا بہت مشکل ہے، کیونکہ پر یہان کے باپ نے " پر یہان کو ارزاں کر دیا ہے، میرے خون میں ہی غلطی اور دھوکہ دینا شامل ہے۔۔!! " وہ

اٹھ کر کھڑی ہوتی ہوئی بہتے اشکوں کے ساتھ جو لفظ استعمال کیے خود کے لئے وہ شانزل کے دل کو تڑپانے کے لئے کافی تھا۔

شٹ اپ! اگر آگے ایک اور لفظ بھی کہاناں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔!! "وہ" آنکھوں سے بازوؤں ہٹا کر اسے ڈپٹتے کر اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کھینچتے ہوئے خود میں سمیٹ لیا تھا۔

اس کے اندر بھی اب اس سے زیادہ اپنی ہنی کو تکلیف دینے کی ہمت نہیں تھی۔

وہ اس کے بازوؤں کا حصار پاتے ہی اس کے سینے میں سردیے بے تہا اشاروئی تھی۔

تمہارا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے، تم پر یہاں شانزل زاویا رہو، سنا تم نے۔۔ تم میری "ہو، صرف اور صرف میری۔۔!!" وہ اسے خود میں بھینچے ناراض ہونے کے باوجود بھی

اسے سُرخ رو کر دیا تھا۔ www.novelsclubb.com

وہ اسے چپ کروانے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا کیونکہ وہ بس روتی ہی چلی جا رہی تھی، شانزل کی شرٹ اس کے آنسوؤں سے بھیک چکی تھی۔

مجھے معلوم ہے کہ میری ہنی غلطی کر سکتی ہے؛ ناراض بھی ہو سکتی ہے لیکن مجھے کبھی "دھوکہ نہیں دے سکتی ہے۔۔!!" وہ اپنے سینے سے اس کو چہرے کو اوپر اٹھاتے ہوئے محبت سے اس کی پیشانی چومی تھی۔۔

وہ اس کے لمس پر آنکھیں موندتے ہوئے پرسکون ہو گئی تھی۔۔

آپ نے اتنے دن مجھ سے بات نہیں کی، مجھے اتنا ستایا، اور۔۔ اور۔۔!! "وہ اس سے" شکوہ شکایات کرتی لیکن وہ بیچ میں ہی اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھے چپ کر وادیا تھا۔۔

اگر ستانا نہیں تو معلوم کیسے ہوتا مجھے کہ میری ہنی اپنے شان سے کتنی محبت کرتی "ہے۔۔؟" وہ کروٹ لیتے ہوئے اسے لٹایا تھا اور خود اب اس پر جھکا ہوا تھا۔۔

آپ نے اس دن مجھے بہت زور سے ڈانٹا تھا اور وہ بھی اس چڑیل کے لئے۔۔!! "وہ اپنے" قریب ترین جھکے ہوئے اس خبر و چہرے کو اپنی انگلیوں سے چھونا چاہتا تھا لیکن پھر اپنی مٹھیوں کو سختی سے بھینچ گئی تھی۔۔

اس کے شکوہ پر وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔ کیا انداز تھا دلربائی کا، وہ دلو جان سے فدا ہوا تھا۔۔

اچھا اس دن اس سے جیسی محسوس ہو رہی تھی تو اس پر چائے گرا کر کیا ملا، ہنی تم نے " مجھے بے اعتبار کر کے میرا دل توڑ دیا تھا، کم از کم اپنے شان سے محبت ناں سہی یقین تو رکھتی۔۔!!" وہ بھی جواب میں شکوہ کرتے ہوئے اسے ساکت کر گیا تھا۔

کیا ہم پیچھے کی ساری غلط فہمی کو بھول کر آگے بڑھ سکتے ہیں۔۔؟ "وہ اس کا چہرہ بغور" دیکھتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔۔

ہم، لیکن جب تک مجھ پر تمہیں یقین نہیں ہو گا تب تک ہمارے بیچ ایسی صورت حال " آتی رہے گی۔۔!!" وہ اٹھ کر بیٹھتے ہوئے جانے لگا تھا جب وہ اس کے ہاتھوں کو بے اختیار پکڑتے ہوئے روکا تھا۔

آپ یقین کی بات کرتے ہیں، معلوم ہے آپ کو جب آپ مجھے ہاسٹل سے زاویار منشن " لے کر آئے تھے مجھے زر اسابھی ڈر نہیں تھا، مجھے معلوم تھا کہ آپ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے ہیں۔۔!!" وہ بھی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔

وہ اس کو یقین دلاتے ہوئے روہانسی ہو گئی تھی، شانزل اس کے آنکھوں کی نمی کو دیکھتے ہوئے بے قراری سے اس کی طرف جھکا تھا اور اس کے گرد حصار باندھتے ہوئے اس کی پلکوں پر نرمی سے اپنا لمس چھوڑا تھا۔

وہ کتنے ہی پل تک آنکھیں بند کیے اس کے لمس کو محسوس کرتے رہی تھی جب اس کے سانسوں کی تپش اسے اپنے چہرے پر محسوس ہوئی تھی۔

پر یہاں شانزل کے ہر دکھ، ہر تکلیف کا ازالہ شانزل زاویار کرے گا، یہ دوریاں بہت " جان لیوا تھیں ہنی لیکن بس اب اور نہیں، تھک گیا ہوں تمہارہ رہ کر۔!!" وہ اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکا کر ساری غلط فہمی کو دور کرتے ہوئے اس پیارے سے رشتے کو محبت سے سمیٹنے کا سوچا تھا۔

میں ہونا اپنے شان کے ساتھ اور ہمیشہ رہوں گی۔ کبھی تمہا نہیں چھوڑوں گی آپ " کو۔!!" وہ اس کے چہرے پر نرمی سے ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی شیو پر اپنے لب رکھتے ہوئے اسے مسکرا نے پر مجبور کر گئی تھی۔

اس تمہائی نے اسے جس حال پر پہنچا دیا تھا وہ پر یہاں سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا تھا۔

ویسے آپ انابی، آغا جان، حمزہ، بھابھی سائیں سے ملے یا نہیں۔۔!! "وہ اس کی مسکراتی" نظریں خود پر مرکوز دیکھتے ہوئے سوال بدل گئی تھی۔۔

وہ اس کی اس معصومیت پر قہقہہ لگا کر اسے بھی مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

نہیں۔۔! پہلے میں اپنی سویٹ سی وائف سے ملنا چاہتا تھا، اس کی اور اپنی غلط فہمی دور کرنا" چاہتا تھا اور پھر اسے ڈھیر سارا پیار کرنا چاہتا تھا۔۔!! "اس کی لمبی سی لسٹ سن کر وہ فوراً کمرٹ میں لیٹی تھی۔۔

اس کی اس حرکت پر بھی وہ بے اختیار قہقہہ لگاتے ہوئے خود بھی لیٹا تھا۔۔

کوئی بہت ہی چھچھورے قسم کے انسان لگ رہے ہیں۔۔!! "وہ اندر سے ہی بولی تھی۔۔" دونوں نجانے کتنے دیر تک اسی طرح باتیں کرتے رہے تھے۔۔

صبح ہی صبح سب لوگ ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، شانزل سب سے ملنے کے بعد انابی کی گود میں سر رکھے لیٹا ہوا تھا اور انابی بار بار اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے اس کی پیشانی چوم رہی تھیں۔۔

اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں اپنے بچوں کو ایک ساتھ دیکھ سکی۔۔!! "انابی اللہ کا شکر" ادا کر رہی تھیں۔۔

پر یہاں اور ماہم ایک ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور حمزہ بار بار مسکراتے ہوئے شانزل کو دیکھتے ہوئے عون کے کانوں میں کھسر پھسر کر رہا تھا۔۔

لالہ ہم تین بھائی ہیں ناں لیکن ایک راز کی بات بتاؤں، سب سے زیادہ ہینڈ سم میں " ہوں۔۔!! "اس کی بات سن کر عون اور شانزل کا قہقہہ بے اختیار نکلا تھا۔۔

شانزل وہیں قریب ہی تھا اس لیے اس نے بھی اس چھوٹے پیکٹ بڑے دھماکے کی آواز سنی تھی۔۔

ہمارا حمزہ تو سچ میں بہت ہینڈ سم اور اسمارٹ ہے کیوں عون۔۔؟ "شانزل اٹھ کر بیٹھتے" ہوئے حمزہ کے پھولے پھولے گالوں کو دیکھتے ہوئے عون والے صوفے پر بیٹھ کر اپنے

بازؤں کو پھیلا یا تھا۔ حمزہ مسکراتے ہوئے اب اس کے گلے میں بازو جمائل کئے چمٹ گیا تھا۔۔

ہاں کیوں نہیں۔۔!! "عون بھی شانزل کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔"
چلو ہم تینوں بھائیوں کی ایک سیلفی ہو جائے۔۔!! "شانزل اس کے گالوں کو چومتے"
ہوئے موبائل نکال کر سیلفی لینے لگا تھا۔۔

آغا جان بھی صدقہ دے کر آکر وہیں بیٹھے تھے ساتھ میں دین محمد بھی تھا۔۔
اب میرے بچے میرے پاس ہیں تو میں اب ان کی خوشیاں بھی دیکھنا چاہوں گی، بچوں"
اگر آپ سب کی مرضی ہو تو ولیمہ رکھ لیا جائے۔۔!! "انابی عون اور شانزل کی طرف
دیکھتی ہوئیں ان سے پوچھ رہیں تھیں۔۔

انابی سب کچھ آپ کی مرضی سے ہو گا لیکن ہاں ہمارے ولیمہ کے دن دین محمد کا نکاح"
ہوگا۔۔!! "عون دین محمد کو دیکھتے ہوئے دھماکہ خیز خبر پھیلا دی تھی، اس کی بات پر سبھی
لوگ خوش تھے۔۔

دین محمد کی اماں بھی وہیں بلالی گئیں تھیں۔۔

سردار سائیں کس سے دین محمد کا نکاح ہو رہا ہے۔۔؟ "ماہم اشتیاق سے عون کی طرف" جھکی تھی۔۔

میں نے دین محمد کے نکاح کا پیغام نوری کے گھر بھیجا دیا تھا اور ان کی طرف سے ہاں ہے " تو پھر اس نیک کام میں دیر کیوں۔۔!! "عون کی بات سن کر سبھی لوگ خوش تھے۔۔

اللہ۔۔! میں بہت خوش ہوں۔۔!! "وہ خوشی سے بھرپور آواز میں کہتی اٹھ کھڑی ہوئی" تھی۔۔

عون اس کی خوشی پر مسکراتے ہوئے شانزل سے مشورہ کرتے ہوئے انابی کی بات سننے لگا تھا۔۔

تو پھر ٹھیک ہے دیر کیوں کریں، پر سوں ولیمہ اور دین محمد کا نکاح ہے، پورے علاقے کو " مدعو کریں اور بہت اچھے پیمانے پر انتظامات کریں۔۔!! "آغا جان کی آواز سن کر وہ سب اب دین محمد کے ساتھ انتظامات کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔

وہ دونوں شرماتے ہوئے روم کی طرف روانہ ہو گئیں تھیں۔۔

ہر طرف خوشی کا عالم تھا، پورا علاقہ ان کی خوشیوں میں شریک تھا۔ بہت بڑے پیمانے پر انتظامات کیا گیا تھا۔۔

انابی کے کہے مطابق ماہم اور پر یہان کو ایک الگ روم میں بیٹھایا گیا تھا اور دونوں کو مہندی لگادی گئی تھی۔۔

عون اور شانزل دونوں کو یہ رسم کچھ خاص پسند نہیں آئی تھی لیکن اب کیا کر سکتے تھے اور تو اور وہ دونوں بھی سامنے تو آ نہیں رہی تھی، فون بھی ان کے نہیں اٹھا رہیں تھیں۔۔
آج صبح ایک الگ ہی ہالچل مچی ہوئی تھی کیونکہ آج ولیمہ کے ساتھ ساتھ دین محمد کا نکاح بھی تھا۔۔

انابی تین ملازمہ کے ساتھ ان کے روم داخل ہوئیں تھیں، ان تینوں کے ہاتھوں میں بڑے بڑے بیگز تھے۔۔

یہ تم دونوں کے لہنگے اور جویلری ہے۔۔!! "وہ ان دونوں کو الگ الگ بیگز دیتے ہوئے"
ان کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھا تھا۔۔

انابی لیکن ہم نے تو ڈریس نہیں پسند کی ہے پھر یہ۔۔!!" وہ دونوں ہی ہم آواز ہو کر کہتی " ہوئی انابی کو مسکرا نے پر مجبور کر گئیں تھیں۔۔

اب اتنا حق تو ان دونوں کو حاصل ہے کہ وہ تمہارے لئے اپنی پسند کا کچھ لے سکیں، اس " لئے خوشی خوشی تیار ہو جائیں۔۔ اور ہاں اس سے پہلے آپ دونوں لوگ نوری سے مل لیجیے گا کیونکہ دین محمد کا نکاح ہو چکا ہے اور رخصت کروا کر نوری کو انیکسی میں رکھا گیا ہے۔۔!!" وہ انہیں ہدایت دیتے ہوئے ان کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔۔

انابی سردار سائیں سے کہیں آپ کہ یہ ہمارے ساتھ ظلم ہوا ہے، ہم بھی نوری کے نکاح " میں شامل ہونا چاہتے تھے لیکن وہ ہمیں نہیں لے کر گئے۔۔!!" ماہم دھم سے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے سردار سائیں سے ناراضگی کا اظہار کر رہی تھی۔۔

دھی یہ ظلم اور انصاف کا تقاضہ زرا عون کے سامنے کرنا اور اس سے پہلے فوراً سے پیشتر " تیار ہو جاؤ۔۔!!" وہ ان دونوں کو کہتیں باہر نکل گئیں تھیں۔۔

وہ بے حد خوبصورت لانگ فراق اور بھاری کامدار دوپٹہ اوڑھے، ہلکے پھلکے میک اپ میں تیار ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر جو ڈر اور اداسی تھی وہ ہر ایک نے نوٹ کی تھی۔۔

یا اللہ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے حق میں کیا بہترین ہے لیکن جو بھی آپ ہمارے حق میں " کرتے ہیں وہ بہتر ہی نہیں بہترین ہوتا ہے۔۔!! " وہ اپنے سر کو جھکائے ہوئے اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے سوچوں میں غرق تھی جب دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا۔۔

وہ اسی طرح بے حس و حرکت بیٹھی ہوئی تھی جب مقابل شخص اس پر حق سے نظریں مرکوز کیے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے اس کے قریب بیڈ پر بیٹھنے کے بجائے اس کے قدموں میں فرش پر بیٹھا تھا۔۔

اس انداز پر ساکت ہونے کی باری نوری کی تھی، کب اس نے اتنی عزت اور احترام دیکھا تھا۔۔

اسلام و علیکم، کیسی ہیں آپ۔۔!!" وہ اس کے سوہنے چہرے پر نظریں مرکوز کیے " سلامت پیش کرتے اسے دیکھا تھا جو بڑی مشکل سے گردن اثبات میں ہلاتے ہوئے اس کا جواب دیا تھا۔۔

آپ کو معلوم ہے نوری کہ میں آج بہت خوش ہوں اور اللہ کا شکر گزار بھی ہوں کیونکہ " اس نے آپ کو مجھے سوچ دیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کے لئے بہت مشکل ہے لیکن میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ میں آپ کو اپنے لفظوں سے نہیں اپنے ہر عمل سے بتاؤں گا کہ آپ میرے لئے کیا ہیں۔۔!!" وہ اس کے کانپتے ہوئے ہاتھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس کے ڈر و خوف کو دور کرنا چاہتا تھا۔۔

اس کے مان بھرے لفظ سن کر اس کے دل میں ہلچل مچی تھی اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوتی مقابل شخص کے دل کو تڑپا اٹھی تھیں۔۔

آپ بس اتنا یاد رکھیں کہ دین محمد خود ٹوٹ سکتا ہے لیکن آپ کو کبھی بکھرنے نہیں دیگا " کیونکہ آپ بہت خاص ہیں میرے لئے بہت ہی خاص۔۔!!" وہ اس کے آنسوؤں کو اپنی

انگلیوں کی پوروں سے صاف کرتے ہوئے تھوڑا سا اونچا ہوتے اس کی پیشانی پر عقیدت سے لب رکھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے مقابل کھڑا کیا تھا۔

ہمیں نہیں معلوم کہ آپ نے ہم سے نکاح کیوں کیا لیکن ہم آپ کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔!! "وہ دھیمی آواز میں اس سے مخاطب ہوتی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

اچھا مطلب مستقبل میں آپ لڑائی بھی نہیں کریں گی اور گولیل سے تو بالکل نہیں " ماریں گی۔!! "وہ اپنے لب دباتے ہوئے مسکراہٹ روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوا تھا اور وہ اس کی شرارت بنا سمجھے اپنے ہاتھوں کو اس کے ہاتھوں میں مقید دیکھ کر نفی میں گردن ہلار ہی تھی۔

کیا یار لڑائی نہیں کریں گی تو مزہ کیسے آئیگا۔!! "وہ اس کی دبی دبی ہنسی سن کر اس کا چہرہ " دیکھتی ہوئی اب کی بار خود بھی مسکرا پڑی تھی اور اس کی آسودہ مسکراہٹ پر دل ہار بیٹھا تھا۔

میری دعا ہے کہ آپ اسی طرح میرے ساتھ ہمیشہ مسکراتی رہیں۔۔!! "وہ ایک بار پھر"
اس کے گالوں پر جھکتے ہوئے نرمی سے اپنا لمس چھوڑتے اس کا ہاتھ تھام کر حویلی لے کر آیا
تھا جہاں انابی اسے دیکھتے ہوئے اس کو ماہم کے روم میں پہنچا دیا تھا۔

وہ آج خوش تھا اپنی محبت کو اپنے ساتھ دیکھ کر اور اللہ کا شکر گزار بھی تھا جس نے اسے نواز
دیا تھا۔۔

وہ دونوں دلہن بنی ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھیں، انابی ان کے صدقے نکال کر دیتے
ہوئے انہیں روم میں بیٹھا کر جمیلہ کو ہدایت دے رہی تھیں۔۔

نوری آپ ماہم اور پر یہاں کے ساتھ یہیں رہنا اور جب میں کہوں تو آپ بھی ان کے "
ساتھ باہر آجائیے گا۔۔!! "وہ دونوں کو دیکھتیں ہدایت دیتے ہوئے باہر چلی گئیں
تھیں۔۔

عورت اور مرد کو بیٹھنے اور کھانے کے انتظامات الگ الگ کیے گئے تھے، پورے علاقے کی عورتیں مدعو تھیں۔۔

ماہم نوری کے پاس ہی صوفے پر بیٹھی تھی جب کہ پر یہاں شیشے کے سامنے بیٹھ کر اپنی نتھ سہی کر رہی تھی۔۔

سردارنی سائیں آپ کو بڑی بی بی سائیں چھوٹے سائیں کے روم میں بلارہی ہیں۔۔!!!"

ماہم اس سے ابھی کچھ کہتی جب وہ جلد بازی میں باہر نکل گئی تھی۔۔

چلیں سردارنی سائیں ہم آپ کو پہنچا دیتے ہیں۔۔!!" وہ بھاری لہنگا بڑی مشکل سے "

سنجالتی ہوئی نوری کے ساتھ باہر نکلی تھی جب حمزہ کے روم کے قریب ہی پھر جمیلہ ملی تھی۔۔

آپ کو دین محمد سائیں راہداری میں بلارہے ہیں۔۔!!" جمیلہ نوری کو سامنے اشارہ "

کرتے ہوئے دین محمد کی طرف بھیجا تھا اور خود بھی وہاں سے رنو چکر ہو گئی تھی۔۔

اللہ۔ اللہ۔! یہ کیا ہو رہا ہے، ایک تو اتنا بھاری لہنگا اور یہ دوپٹہ، میں کیا کروں۔!!" وہ بڑی مشکل سے دو قدم چل سکی تھی جب کوئی بہت تیزی سے اس کے قریب آتے اسے بازوؤں میں بھرے حمزہ کے روم میں داخل ہوا تھا۔

وہ کچھ کہتی کہ اس کی خوشبو محسوس کرتے ہی پر سکون ہوتے اس کے گلے میں بازو جمائے کئے ایک ہاتھ سے گھونگھٹ کو اور نیچے کیا تھا۔

وہ بڑی مشکل سے اپنی سردارنی سائیں سے ملنے کا راستہ ڈھونڈا تھا لیکن جب اسے روم کے باہر بڑبڑاتے ہوئے سنا تو رہا ہی نہیں گیا اس لئے اسے اٹھا کر روم میں لانے لگا تھا، اسے لگا تھا کہ وہ ڈر جائے گی لیکن وہ اسے پہچان گئی تھی اور دوپٹہ کو نیچے کھینچتے ہوئے اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

بہت ستایا ہے آپ نے دھڑکن سائیں، چلیں اب ایک ایک حرکت کا حساب چکلتا" کریں۔!!" وہ اسے سہارا دیے کھڑا کرتے مہندی اور گجرے کی بھینی بھینی خوشبو محسوس کرتے ہوئے مسکرایا تھا۔

میں نے تو کچھ نہیں کیا ہے کیوٹ سائیں۔۔!!" وہ گھونگھٹ کے اندر ہی مسکراتی " معصوم بنی تھی۔۔

آپ میرے لئے دلہن بنی ہیں تو سب سے پہلے دیکھنے کا حق میرا ہے، آپ مجھ سے ملے " بغیر گاؤں کی عورتوں کے بیچ جا کر میرا حق مارنے والی تھیں۔۔!!" وہ اس سے شکوہ کرتے اس کے گھونگھٹ کو ہٹاتے ہوئے ساکت ہوا تھا۔۔

اسی کے لئے ہوئے گولڈن لہنگے اور بھاری دوپٹہ اوڑھے، دلہن کے روپ میں نظر لگ جانے کی حد تک پیاری لگ رہی تھی۔۔

ماشاء اللہ۔۔!!" وہ بے ساختہ اس کی پیشانی چومتے ہوئے مسکرایا تھا۔۔

وہ بھی نظر اٹھا کر اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتی ہوئی اس کی طرف جھکی تھی۔۔

ماشاء اللہ۔۔!!" وہ بھی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کی شیو پر محبت سے لب رکھتے اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔۔

کیوٹ سائیں آپ کو ڈانس آتا ہے۔۔؟" وہ آنکھوں میں اشتیاق لئے پوچھ رہی تھی۔۔

نہیں۔۔! لیکن آپ کی خواہش پوری کر سکتا ہوں۔۔!!" وہ اس کے جھومر کو ٹھیک " کرتے ہوئے ہنس پڑا تھا۔۔

چلیں پھر گانا گا کر مجھے اسٹیپس کروائیں۔۔!!" وہ اس کے ہاتھوں کو پکڑتے ہوئے " مسکرا پڑی تھی۔۔

وہ اپنی دھڑکن سائیں کی خواہش کیسے رد کر سکتا تھا بھلا، اس نے مسکراتے ہوئے اپنے سامنے سچی سنوری کھڑی اپنی دلہن کو دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر نرمی سے پکڑتے ہوئے گانے کے بول گنگناتے ہوئے چندا سٹیپس لئے تھے۔۔

تم جو کہہ دو تو چاند تاروں کو توڑ لاؤں گا میں

ان ہواؤں کو ان فضاؤں کو موڑ لاؤں گا میں

وہ اب مسکراتے ہوئے گنگنا کر اس کی انگلی پکڑ کر ہلکا سا گھمایا تھا، وہ ہنستی ہوئی اپنی خواہش کو پوری ہوتے دیکھ رہی تھی۔۔

سچ کہا ہے کسی نے کہ اچھا ہمسفر کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا ہے۔۔

پر یہاں ابھی تک اپنی نتھ میں ہی اٹکی ہوئی تھی جو اس سے ٹھیک ہی نہیں ہو رہی تھی۔۔
انف یار، کیا مصیبت ہے۔۔!!" وہ تھک کر نتھ کو ہاتھ میں لیے بیٹھ گئی تھی جب دروازہ "
کھلنے اور بند ہونے کی آواز پر اسے لگا کہ ماہم ہو گی۔۔
بھا بھی سائیں یہ مجھے پہنا دیں، مجھ سے نہیں ہو رہی ٹھیک۔۔!!" وہ جیسے ہی شیشے پر نظر "
ڈالی تھی ویسے ہی اچھل پڑی تھی کیونکہ سامنے ہی وہ دشمن جاں کھڑا اسے محبت پاش
نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔

آپ۔۔ آپ کیا کر رہے ہیں یہاں اور کیسے آگئے ہیں۔۔؟ جائیں ورنہ کوئی آجائے "
گا۔۔!!" وہ مقابل شخص پر نظر پڑتے ہی اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کی تھی۔۔

تیرے در پر صنم چلے آئے

تو نہ آیا تو ہم چلے آئے

وہ بے اختیار گنگناتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے نتھ لیکر پہنایا تھا۔ اس کی آواز اور حرکت پر پر یہان کا دل دھڑکتا ہوا قلابازی کھاتا نکلنے کو بیتاب ہوا تھا۔

وہ سچی سنوری اپنی ہنی کو دیکھتا ہوا بے تابی سے اس کی طرف جھکتے ہوئے اس کے جھومر پر لب رکھا تھا۔

شان۔۔!! "وہ نرمی سے اسے پکارتے ہوئے کھڑی ہوئی تھی۔۔"

شان کی ہنی۔۔! چلیں۔۔!! "وہ اسی کے انداز میں کہتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر باہر نکلا تھا اور وہ اس کے ہاتھوں میں مقید اپنے ہاتھوں کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے رب کا شکر ادا کر رہی تھی۔۔"

کسی کی بھی زندگی آسان نہیں ہوتی ہے، اتار چڑھاؤ تو زندگی کا حصہ ہے لیکن بس ہمیں اس رب پر کامل یقین رکھتے ہوئے ہمیشہ سہی راستے پر چلنے کی دعائیں مانگتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ رب کبھی کسی کو کھالی ہاتھ نہیں لوٹاتا ہے، وہی نوازنے والا ہے اور وہی نوازتا بھی ہے۔۔

ختم شد

★★★★★

!السلام علیکم۔۔

اللہ کا شکر کی یہ ناول میں مکمل کر پائی۔۔ اس کو لکھتے ہوئے بہت مشکلیں پیش آئیں۔۔ پھر بھی الحمد للہ یہ مکمل ہوا۔۔ آپ کو اس ناول سے کیا سیکھنے کو ملا، ضرور آگاہ کیجئے گا، مجھے انتظار رہے گا اور اگر میرے لکھنے میں کوئی کمی ہو تو وہ بھی آپ سب مجھے بتا سکتے ہیں۔۔ میرے پیارے ریڈرز۔۔ جن کی محبت ہی ہمیں لکھنے کا حوصلہ دیتی ہے۔۔ آپ کا ساتھ اس سفر میں بہت پیار بھرا تھا، آپ سبھی لوگ ہمیشہ خوش رہیں۔۔ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔۔۔ میں پھر ان شاء اللہ جلد ہی حاضر ہوں گی، ایک نئے ناول کے ساتھ۔۔ ہمیشہ خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں۔۔ جزاک اللہ خیر اکثر۔۔

اللہ حافظ



www.novelsclubb.com